

زہریلی محبت



جنتہ مودی

پیش لفظ

اپنے خاصے طویل قلمی سفر کے دوران یوں تو میں نے بہت سے موضوعات پر طبع آزمائی کی ہے لیکن بہت سے دیگر رائٹرز کی طرح ”محبت“ میرا بھی پسندیدہ ترین موضوع رہا ہے۔ شاید اس لئے کہ محبت کسی یک رُنی جذبے کا نام نہیں یہ تو ایک عجیب ہشت پہلو، ہمہ گیر اور صد رنگ جذبہ ہے۔ کبھی کبھی اس میں زہر بھی شامل ہو جاتا ہے اور محبت کرنے والے کو اس کا احساس بھی نہیں ہو پاتا یہ ایسی ہی ایک زہریلی محبت کی کہانی ہے جو کسی کے لہو میں سرایت کر گئی تھی۔ ناول زیادہ طویل نہیں اسے ناولٹ کہنا زیادہ مناسب ہو گا۔ لیکن اس کی کہانی درحقیقت بہت طویل ہے۔ ایک کہانی میں کئی کہانیاں ہیں۔ ہر کردار کی اپنی ایک کہانی ہے۔ اختصار کے باوجود بہت کچھ کہنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس لئے امید ہے کہ آپ کو یہ ناول پڑھ کر تشنگی کا احساس نہیں ہو گا بلکہ شاید آپ کی سوچ آپ کے تخیل کو بہت سی نئی راہیں ملیں گی۔ نیک تمناؤں کے ساتھ۔

محمد مودی

رات کا کھانا تیار کرنے کے بعد فریجہ حسب عادت اپنے چھوٹے سے لان کی طرف کھلنے والی ہال کی کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی۔ چونکہ ہال اور باقی مکان کافی اونچائی پر بنا ہوا تھا، لہذا اس کھڑکی سے مکان کا بیرونی گیٹ اور گلی کا منظر صاف دکھائی دیتا تھا۔ یہ گلی آگے جا کر جس سڑک سے ملتی تھی، اس سڑک کا کچھ حصہ بھی یہاں سے نظر آتا تھا۔

اسے فیضان اور سمیرا کا انتظار تھا۔ گھر پر چھایا ہوا دن بھر کا اعصاب شکن سناٹا اب ٹوٹنے والا تھا۔ ان دونوں کی آمد کے بعد پورا گھر ان کی پیار بھری چہکاروں اور آوازوں سے گویا بھر سا جاتا تھا!

وہ روزانہ اس وقت شدت سے ان دونوں کی آمد کی منتظر ہوتی تھی۔ فیضان اور سمیرا اس کی کل کائنات تھے۔ اس نے بڑی محبت اور جانفشانی سے ان دونوں کی پرورش کی تھی۔ وہ دونوں بھی اس پر جان چھڑکتے تھے۔ گھر میں داخل ہوتے ہی اس کے گلے کا ہار ہو جایا کرتے تھے۔ بچپن سے اب تک ان کی یہ عادت برقرار تھی۔

وہ اپنے انہی خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی کہ اچانک سڑک پر کسی کار کے بریک چرچرائے..... وہ ایک دم چوکی، بے ساختہ اس نے اپنے ہاتھ کانوں پر رکھ لئے اور آنکھیں سختی سے بھیجنے لیں۔ مگر اس کے باوجود وہ ان آوازوں اور تصویروں کو روکنے میں ناکام رہی جو اچانک بریک کی تیز آواز سنائی دینے کے بعد اس کے تصور کے پردے پر ابھرنی شروع ہو گئی تھیں۔

صائمہ کا معصوم اور خوب صورت ہنستا مسکراتا چہرہ اس کی نظروں کے سامنے نمودار ہوا۔ اور پھر یہی چہرہ اسے موت کی دہشت میں لپٹا اور خون میں نہایا دکھائی دیا.....! ایک لخت ایک ہی جست میں وہ اپنی عمر کے پچیس سال پھلانگ کر ماضی میں

پہنچ گئی جب وہ سولہ سال کی ایک نو عمر لڑکی تھی..... یہیں اسی کمرے میں وہ پردے کے پیچھے کھڑی تھی۔ اس کی پتلی پتلی انگلیاں دوپٹے کے پلو کو تختی سے پکڑے ہوئے تھیں اور اس کا دل اتنی زور زور سے دھڑک رہا تھا گویا پسلیاں توڑ کر باہر آ جائے گا۔

اسی وقت ابو کی گونج دار آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی..... وہ اسے پکار رہے تھے۔

”فری..... فری بیٹا!“

اس نے اپنی آنکھوں کو تختی سے بند کر لیا تھا۔ بھلا وہ اپنی آنکھوں سے کس طرح یہ منظر دیکھ سکتی تھی کہ اس کے باپ کے پہلو میں اس کی ماں کی بجائے کوئی اور عورت کھڑی ہوئی تھی جو اس کے باپ سے نکاح کرنے کے بعد پہلی بار اس گھر میں داخل ہوئی تھی، یہاں کی مالکن بننے کے لئے.....

یہ سب کچھ اس کی برداشت سے باہر تھا کہ جو گھر اس کی ماں نے سجایا سنوارا تھا اور جسے وہ ماں کے انتقال کے بعد تین سال کے عرصے سے اپنی ناتواں جان پر ظلم کرتے ہوئے بڑی مشقت سے چلاتی آئی تھی، اب اس پر کوئی اور عورت قابض ہو جائے..... اس کی محبت میں حصہ دار بن جائے!

اس کے ابو سلمان احمد ایک دراز قد اور وجیہہ شخص تھے۔ وہ ایک بینک منیجر تھے اور بے حد سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ فریجہ کے خیال کے مطابق وہ اپنی سادہ دلی کے باعث ہی ایک ایسی لڑکی کے جال میں جا پھنسے تھے جو عمر میں ان کی بیٹی سے محض چار سال بڑی تھی۔ گو کہ وہ بے حد خوبصورت تھی لیکن ایک بے حیثیت اور بے سہارا قسم کی لڑکی تھی اور اس کی نظر میں ہرگز اس قابل نہیں تھی کہ اس کی مرحومہ ماں کی جگہ لے سکتی!

صائمہ تقریباً چھ ماہ پہلے ایک کلرک کی حیثیت سے سلمان احمد کے بینک میں جاب پر آئی تھی۔ وہ ایک یتیم اور بے سہارا لڑکی تھی جس نے چچا چچی اور ان کے بچوں کی خدمت گزاریاں کرتے ہوئے اپنا وقت گزارا تھا۔ چچا کی مہربانی سے کسی نہ کسی طرح اس نے اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا تھا اور گریجویشن کے بعد انہی کی

کوششوں سے بینک میں جاب حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

شروع میں وہ بے حد سہمی سہمی اور بوکھلائی ہوئی سی رہتی تھی۔ لیکن سلمان احمد اپنی حساس اور رحم دل فطرت کے باعث اس کے ساتھ بے حد نرمی سے پیش آتے تھے۔ رفتہ رفتہ صائمہ کا اپنی ذات پر اعتماد بحال ہوتا گیا لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ دونوں ایک دوسرے کی شخصیت کے سحر میں گرفتار ہوتے چلے گئے..... سلمان احمد بیالیس سال کی عمر کے باوجود پُرکشش شخصیت کے مالک تھے۔ صائمہ جو بچپن سے عدم تحفظ کا شکار اور محبت کی منشا تھی، اسے سلمان احمد کی ذات میں اپنی ان محرومیوں کا مداوا نظر آ گیا تھا اور سلمان احمد نے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے معصوم حُسن اور سب سے بڑھ کر اس کی وارفتگی کے آگے ہتھیار ڈال دیئے تھے.....!

فریجہ کو اس وقت زبردست شاک پہنچا تھا جب ابو نے اسے بتایا تھا کہ وہ شادی کرنا چاہتے ہیں..... اس نے امی کے انتقال کے بعد گھر کو گھر بنائے رکھنے کی خاطر اپنی ہستی منا ڈالی تھی، صرف اس وجہ سے کہ اس کے ابو کو کسی قسم کی کمی اور تکلیف کا احساس نہ ہونے پائے۔ یہ حقیقت تھی کہ وہ پرستش کی حد تک انہیں چاہتی تھی! اس نے ان کے منع کرنے کے باوجود امی کے انتقال کے کچھ ہی عرصہ بعد سکول جانا بھی ترک کر دیا تھا۔ اس وقت وہ آٹھویں جماعت میں تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ گھر پر رہ کر ہی میٹرک کا پرائیویٹ امتحان دینے کی تیاری کرے گی۔ وہ پوری یکسوئی کے ساتھ گھر کی ذمے داریاں سنبھالنا چاہتی تھی۔

اب تک وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ثابت ہوتی چلی آئی تھی۔ اس سال اس نے میٹرک کا امتحان دینے کے ساتھ ساتھ ابو جان کی خدمت میں بھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ لیکن اس کے باوجود وہ دوسری شادی کرنا چاہتے تھے اور ایک طرح سے بیٹی کی اجازت کے طلب گار تھے!

اس نے دیکھا کہ وہ امید بھری نظروں سے اس کی جانب دیکھ رہے تھے..... اور وہ تو انہیں مایوس اور اُداس دیکھ ہی نہیں سکتی تھی! وہ جان گئی کہ ان کی خوشی اسی میں ہے۔ وہ آہستہ سے صرف اتنا ہی کہہ پائی۔

”جیسی آپ کی مرضی ابو۔“

اس کا جواب سن کر سلمان احمد کا چہرہ کھل اٹھا، وہ کہنے لگے۔
 ”صائمہ بہت اچھی لڑکی ہے بیٹا..... وہ تمہیں کسی شکایت کا موقع نہیں دے گی۔
 اور پھر تمہاری تنہائی بھی دور ہو جائے گی۔“

وہ دل پر جبر کرتے ہوئے مسکرائی۔ ”آپ یہ بات نہیں سمجھتے ابو کہ اس طرح آپ
 کی بیٹی مزید تنہا ہو جائے گی.....“ اس نے دُکھتے ہوئے دل کے ساتھ سوچا اور دل
 کے جذبات کو دل ہی کے اندر دبایا۔



ابو کی تیسری آواز پر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ پردے کے پیچھے سے نکل
 آئی اور مسکراتی ہوئی ان دونوں کی جانب بڑھی حالانکہ اس کی آنکھوں سے آنسو
 اُمڈنے کو بے تاب تھے۔ مگر اس نے اندر ہی اندر انہیں اپنے دل میں اتار لیا.....
 یوں اس نے بڑی کامیابی کے ساتھ اپنے دلی جذبات ان دونوں سے چھپا
 لئے۔ یہ اس کی پہلی کامیابی تھی..... رفتہ رفتہ وہ اس فن میں ماہر ہوتی چلی گئی۔ وہ
 جب چاہتی چہرے پر جھوٹ کا نقاب چڑھا لیتی اور کوئی اس کے دلی جذبات کے
 بارے میں کچھ اندازہ نہ لگا پاتا!

اس کے ابو کا زیادہ تر وقت اب صائمہ کے ساتھ ہی گزرتا تھا۔ وہ دونوں رات
 کے کھانے کے فوراً بعد اپنے بیڈروم میں چلے جاتے تھے۔ وہ اکیلی ٹی وی کے آگے
 بیٹھی دل ہی دل میں کڑھتی رہتی کہ اب تو ابو کے پاس اس سے بات کرنے کی بھی
 فرصت نہیں ہوتی جبکہ اس سے پہلے وہ رات کو دیر تک اس کے ساتھ بیٹھ کر ٹی وی
 دیکھتے، اس سے چائے یا کافی بنا کر پیتے اور باتیں کرتے تھے۔

اکثر وہ جلد ہی ٹی وی بند کر کے اپنے کمرے میں چلی جاتی اور ڈریسنگ ٹیبل کے
 سامنے جا کر کھڑی ہو جاتی..... روز مختلف زاویوں سے آئینے میں اپنے سراپا کا جائزہ
 لیتی مگر ہر روز اسے اپنا آپ پہلے سے زیادہ برا دکھائی دیتا اور وہ سوچتی کہ آئینہ کبھی
 جھوٹ نہیں بولتا!

اسے صائمہ کے حُسن نے اپنے بارے میں احساسِ کمتری کا شکار بنا دیا تھا.....
 اس کے چہرے پر کھلی مسکراہٹ، اس کی سیاہ آنکھوں کی چمک اور چہرے کی نرمی

اور شگفتگی اسے حسد میں مبتلا کر دیتی۔ وہ اس سے اپنا موازنہ کرتی..... زرد رنگت،
 ڈبلا پتلا چہرہ جس پر ہڈیاں تک ابھری نظر آتی تھیں، ویسا ہی ڈبلا پتلا استخوانی ساجسم،
 بھورے بدرونی بال، چھوٹی چھوٹی آنکھیں اور پتلے پتلے بھنجے ہوئے سے ہونٹ جن
 پر اکثر اوقات اسے زبردستی ہی مسکراہٹ لانی پڑتی تھی۔ لیکن ایسی مسکراہٹ جس
 میں اس کی آنکھیں اس کا ساتھ نہیں دے پاتی تھیں۔

”صائمہ کو زیادہ عرصہ اس گھر میں نہیں رہنا چاہئے.....“ وہ آئینے میں اپنے عکس
 کو گھورتے ہوئے بڑبڑائی۔ ”مجھے اس سے نجات حاصل کرنے کا کوئی نہ کوئی راستہ
 تلاش کرنا پڑے گا!“



وہ دونوں کسی بات پر ہنستے ہوئے سیڑھیاں اتر رہے تھے..... فریجہ جو سامنے کچن
 سے ناشتے کی ٹرے لے کر نکل رہی تھی، ٹھک کر ان دونوں کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ
 اپنے بیڈروم سے ناشتے کے لئے نیچے ہال میں آ رہے تھے۔ صائمہ، سلمان احمد کے
 بازو کا سہارا لئے سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ اس کے چہرے سے روشنی کی کرنیں گویا
 پھوٹی پڑ رہی تھیں!

سلمان احمد کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ فریجہ نے دیکھا، وہ دونوں
 ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ایک مثالی اور مکمل جوڑا نظر آ رہے تھے..... اس کے دل میں
 صائمہ کے لئے حسد و نفرت کی ایک لہر ابھری جس نے ابو کو اس سے چھین لیا تھا!
 ناشتے کے بعد سلمان احمد آفس چلے گئے تو صائمہ انہیں رخصت کرنے کے بعد
 اسے آواز دیتی ہوئی کچن تک آئی۔

”فری..... تم پھر کچن میں گھس گئیں..... باہر آؤ۔“

”میں ذرا یہ برتن دھو لوں، پھر آتی ہوں۔“ اس نے جواب دیا۔

”دھل جائیں گے برتن بھی.....“ صائمہ نے کچن کے اندر آتے ہوئے کہا پھر

بڑے پیار سے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔ ”بس تم میرے پاس آ کر بیٹھو، بہت

سناری باتیں کرنی ہیں۔“

صائمہ یہی سمجھتی تھی کہ فریجہ اس کے آنے سے بہت خوش ہے۔ کیونکہ اس سے

ذمے داریاں ہیں! تم بس میرے ساتھ فرنیچر اور پردے پسند کرنے چلنا۔ میں تو یہ سوچ سوچ کر خوش ہو رہی ہوں کہ پرانی چیزیں تبدیل کرنے کے بعد گھر کتنا اچھا لگے گا؟“ صائمہ بچوں کی طرح خوش ہو رہی تھی۔

لیکن فریج کو قطعاً کوئی خوشی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اس کے گھر پر گویا کسی اجنبی عورت کا قبضہ ہونے جا رہا تھا۔ اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی تھی کہ اسے تبدیلی بالکل پسند نہیں تھی..... خواہ وہ کسی بھی صورت میں ہو!

”کیا سوچ رہی ہو بڑی بی؟“ صائمہ نے ہاتھ بڑھا کر اس کا سر ہلایا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ فریج اخراجات وغیرہ کے بارے میں فکر مند تھی۔

”وہ..... میں سوچ رہی تھی کہ آپ اپنی جاب پر جانے لگیں گی تو گھر پھر سے سونا لگنے لگے گا!“ اس نے سنبھلتے ہوئے کہا۔

صائمہ ہنسی۔ ”اچھا تو تمہاری اداسی کی وجہ دراصل یہ ہے! تم فکر مت کرو چندا میں کہیں نہیں جا رہی..... میں استعفیٰ دے رہی ہوں۔“

فریج کو ایک اور دھچکا لگا..... وہ تو سوچ رہی تھی کہ صائمہ جاب پر جانے لگے گی تو وہ کم از کم دن بھر تو سکون سے گزار سکے گی شادی کے بعد سے وہ ایک ماہ کی چھٹی پر تھی۔

”تمہیں حیرانی ہو رہی ہے نا؟“ صائمہ اسے خاموش پا کر ہنستے ہوئے بولی۔

”پہلے میرا واقعی یہی خیال تھا کہ جاب نہیں چھوڑوں گی اسی لئے میں نے تمہیں بھی یہی بتایا تھا۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ میرے خیالات میں کافی تبدیلیاں آتی جا رہی ہیں..... اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ سلمان بھی یہی چاہتے ہیں.....“ اس کی ہنسی میں ایک غرور تھا کہ اس کا چاہنے والا شوہر نہیں چاہتا تھا کہ وہ نوکری کی خاطر گھر سے باہر نکلے اور دوسرے مردوں کی نظروں میں آئے!

”..... اب میں نے سوچا ہے کہ گھر کا کام کاج میں سنبھال لوں گی، تمہیں اپنی تعلیم پر توجہ دینی چاہئے۔ تم کالج میں ایڈمیشن لے لو۔“ صائمہ نے کہا پھر محبت سے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولی۔ ”تمہارے ان نازک ہاتھوں میں اب قلم اور کتابیں ہونی چاہئیں۔ تم نے اپنے ساتھ بہت ظلم کیا ہے۔“

پہلے وہ اس پرانے بڑے سے گھر میں بالکل تنہا ہوتی تھی۔ وہ اپنے دل میں اس کم گو اور کمزوری لڑکی کے لئے محبت محسوس کرتی تھی۔

”یہاں بیٹھو!“ اس نے فریج کو ہال کے ایک صوفے پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ ”کیا بات ہے باجی؟ بڑی خوش نظر آ رہی ہیں!“ فریج نے اپنے لمبے میں بٹاشت سموتے ہوئے مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ وہ صائمہ کو باجی کہنے لگی تھی۔ یہ سن کر صائمہ نے اس سے کہا تھا کہ وہ چاہے تو اسے امی کہہ سکتی ہے مگر فریج نے جواب دیا تھا کہ آپ مجھ سے صرف چار سال بڑی ہیں اس لئے امی کہنا بہت عجیب لگے گا..... بات مناسب تھی، صائمہ کو کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ یوں بھی وہ ایک فراخ دل اور محبت کرنے والی لڑکی تھی۔

”بھئی میں تو ہر وقت ہی خوش رہتی ہوں مگر اس وقت ایک اچھی خبر یہ ہے کہ میں تمام گھر کے پردے اور ہال کا فرنیچر تبدیل کروا رہی ہوں..... تمہارے ابو نے بھی اجازت دے دی ہے!“ صائمہ نے خوشی سے اسے بتایا۔

فریج کو شاک سا لگا۔ گویا اب اس گھر کے متعلق فیصلے کرنے کا اختیار کسی اور کو حاصل ہو گیا تھا! اور ابو نے اس بارے میں اس سے بات تک نہ کی تھی..... ورنہ اس سے پہلے اس کی رائے کے بغیر وہ کسی کرسی یا سٹول تک کی جگہ تبدیل نہیں کرتے تھے۔

”لیکن اس پر تو بہت خرچہ آئے گا! میرا خیال ہے کہ ابو کے پاس اتنے روپے نہیں ہوں گے۔ کیونکہ وہ بچت کرنے کے تو عادی ہی نہیں ہیں۔“ اس نے اپنے غصے کو فکر مندی کا رنگ دیتے ہوئے کہا۔ حالانکہ ایسی بات نہیں تھی کہ سلمان احمد بالکل قفاش تھے یا انہوں نے سرے سے کوئی بچت نہیں کی تھی..... ہاں یہ بات ضرور تھی کہ وہ کنجوس نہیں تھے اور کھلے ہاتھ سے خرچ کرنے کے عادی تھے۔

وہ سوچ رہی تھی کہ موقع پاتے ہی ابو کو اس فضول خرچی سے روکنے کی کوشش کرے گی۔ اتنے میں صائمہ بول اٹھی۔

”میرے اکاؤنٹ میں کچھ رقم ہے، میں وہ نکلوا لوں گی۔ کچھ روپوں کا انتظام سلمان کر دیں گے۔ اس طرح یہ کام ہو جائے گا، تم فکر مت کرو..... یہ ہم بڑوں کی

فریحہ نے جلدی سے اپنے ہاتھ واپس کھینچ لئے۔ اسے صائمہ کے لمس سے وحشت سی محسوس ہوتی تھی۔ اسے خود سے محبت جتاتے ہوئے پا کر وہ سوچتی تھی کہ یہ عورت بھی غضب کی اداکارہ ہے! ورنہ کوئی بھی عورت سوتیلی اولاد سے بھلا اس طرح محبت کر سکتی تھی؟

لیکن یہ حقیقت تھی کہ صائمہ کے دل میں واقعی فریحہ کے لئے محبت اور ہمدردی کے جذبات موجود تھے۔ کیونکہ اس نے فطرت ہی محبت کرنے والی پائی تھی، دوسرے یہ کہ اس نے خود شیشی میں پرورش پائی تھی لہذا وہ اسے بن ماں کی بچی سمجھتے ہوئے اس کا دکھ دل سے محسوس کر سکتی تھی۔

فریحہ سوچ رہی تھی۔ ”تو یہ اس طرح مجھ سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہے تاکہ دن بھر اکیلی گھر پر اپنی من مانی کر سکے..... پورے گھر پر اپنا قبضہ جما سکے اور میری دن رات کی محنت پر پانی پھیر سکے!“

وہ جلدی سے بولی۔ ”نہیں..... میں کالج میں ایڈمیشن نہیں لوں گی، پہلے کی طرح گھر پر اسٹڈی کر کے ایگزیم دے لوں گی۔ دراصل اب مجھے عادت سی پڑ گئی ہے گھر کے کام کاج کرنے کی اور چار دیواری کے اندر رہنے کی..... میں کالج ایڈمیشن نہیں کر سکتی۔ ویسے بھی میرا مزاج کچھ گھریلو لڑکی کا سا ہے، میں نے اپنی خوشی سے یہ ساری ذمے داریاں سنبھالی ہیں۔ ورنہ ابو دو ایک ملازم تو انورڈ کر سکتے تھے۔ لیکن مجھے ابو کی اور آپ کی خدمت کر کے بہت خوشی محسوس ہوتی ہے.....“

”اوہ فریحہ.....“ صائمہ نے اس کے دونوں شانے تھامتے ہوئے خوشی سے سرشار لہجے میں کہا۔ ”میں کتنی خوش قسمت ہوں جو مجھے تم جیسی لڑکی، بیٹی کی صورت میں ملی..... ورنہ تمہاری جگہ اگر کوئی اور لڑکی ہوتی تو سوتیلی ماں سمجھ کر مجھ سے کس قدر نفرت کرتی!“

فریحہ ایک لمحے کے لئے اس کی شکل دیکھتی رہ گئی..... صائمہ کے چہرے پر اسے سچائی کا عکس نظر آ رہا تھا اور آنکھوں میں محبت کی جھلک! اسے ذرا شرمندگی کا سا احساس ہوا مگر پھر اس نے فوراً ہی اس احساس کو ذہن سے جھٹک دیا اور اپنے چہرے پر وہی مصنوعی اور بے روح سی مسکراہٹ سجاتے ہوئے بولی۔

”آپ سے بھلا کون نفرت کر سکتا ہے؟“

لیکن ان الفاظ کو زبان سے ادا کرتے وقت بھی وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اس عورت کو جلد از جلد اپنے گھر اور اپنی زندگی سے نکال پھینکنا ہے..... اور وہ بھی اس طرح کہ ابو اسے یاد کرنا تو درکنار کبھی اس کا نام تک زبان پر نہ لائیں.....!

لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی منصوبہ بنانا پاتی، صائمہ نے ایک روز چپکے سے اسے بتایا کہ گھر میں ایک ننھے وجود کا اضافہ ہونے والا ہے اور فریحہ ایک ننھے منے بچے کی آپنی بننے والی ہے!

اس خبر نے وقتی طور پر اس کی سوچ کا رخ تبدیل کر دیا۔ وہ سب کچھ بھول بھال کر دل سے صائمہ کا خیال رکھنے لگی۔ وہ آنے والے کے لئے ابھی سے اپنے دل میں محبت اور اپنائیت بلکہ اس پر اپنا حق سا محسوس کرنے لگی تھی۔

سلمان احمد کی خوشی بھی دیدنی تھی۔ یوں تو وہ بھی جوان بیٹی کی وجہ سے خاصے لئے دیئے رہنے کی کوشش کیا کرتے تھے لیکن یہ خوشی کچھ ایسی تھی کہ چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔

وہ صائمہ کا یوں خیال رکھنے لگے گویا وہ کالج کی بنی ہوئی نازک سی گڑیا ہو..... صائمہ روز بروز پہلے سے زیادہ خوب صورت ہوتی جا رہی تھی۔ فریحہ کے لئے یہ سب کچھ بہت تکلیف دہ تھا مگر وہ برداشت کرنے پر مجبور تھی۔

بیڈ روم سے ان دونوں کے قہقہوں کی آواز سنائی دیتی تو فریحہ اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیتی اور دل ہی دل میں کڑھتی رہتی۔ کبھی کبھی اسے اپنے اوپر قابو رکھنا دشوار ہو جاتا۔ اس کا دل چاہتا کہ دندنائی ہوئی اندر گھس جائے اور صائمہ کا گلا گھونٹ کر اس کی آواز ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دے۔

اپنی انہی متضاد کیفیات سے گزرتے ہوئے اور لڑتے ہوئے بالآخر وقت گزر گیا اور ننھا فیضان دنیا میں آن پہنچا۔

جب اس نے پہلی بار اسے گود میں لیا تو حیرت انگیز طور پر اس کا دل ایک انجانی سی مسرت سے سرشار ہو گیا..... اس نے اپنے دل میں فیضان کے لئے اتنی شدت سے محبت محسوس کی جتنی شدت سے وہ اس کی ماں سے نفرت کیا کرتی تھی۔

آہستہ آہستہ اس نے فیضان کے تمام کام اپنے ذمے لے لئے۔ یہاں تک کہ وہ رات کو بھی اسے اپنے پاس سلانے لگی اور ننھا فیضان اپنی ماں سے زیادہ اس سے مانوس ہو گیا تھا۔ جب وہ اپنے ننھے ننھے بازو پھیلا کر اس کی جانب ہکتا تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہتا۔ وہ لپک کر اسے گود میں اٹھا لیتی اور اسے ڈھیروں پیار کر ڈالتی۔

صائمہ دن رات اس کا کلمہ پڑھتی اور اسے بے شمار دعائیں دیتی رہتی تھی کہ اللہ ہر ایک کو ایسی بیٹی عطا فرمائے۔ سلمان احمد بھی ہر لمحہ خدا کے شکر گزار رہتے اور اکثر اپنی بیٹی پر فخر کا اظہار کیا کرتے تھے۔

فیضان پورے دو سال کا بھی نہیں ہو پایا تھا کہ گھر میں ننھی سمیرا کی آمد ہو گئی..... اس طرح فریحہ کی ذمے داریوں میں بھی کچھ اور اضافہ ہو گیا۔ فیضان کے ساتھ ساتھ وہ سمیرا کو بھی سنبھالنے لگی۔ اس کے علاوہ اسی دوران میں اس نے صائمہ کا بھی بے حد خیال رکھا اور سوا مہینے تک اسے کسی کام کو ہاتھ نہیں لگانے دیا۔

صائمہ نے دو ایک مرتبہ فریحہ کی سہولت کی خاطر کوئی ملازمہ رکھنے کا ارادہ کیا لیکن فریحہ نے اس بات کو سختی سے رد کر دیا..... اس کا کہنا تھا کہ چونکہ وہ بچپن سے ہر کام خود کرنے کی عادی ہے لہذا وہ ملازمہ کے کئے ہوئے کام سے کبھی مطمئن نہیں ہو پائے گی۔ اس کی یہ بات بھی درست تھی۔ لیکن ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ گھر میں کسی غیر متعلقہ فرد کا وجود یا مداخلت برداشت ہی نہیں کر سکتی تھی اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی تبدیلی اس کے لئے قابل قبول تھی۔

صائمہ اس کی مخالفت نہیں کر سکتی تھی اور نہ ہی کرنا چاہتی تھی لہذا اس نے بڑے غیر محسوس طریقے سے گھر کے بہت سے کام اپنے ذمے لے لئے تھے۔ وہ ہر کام کو بالکل فریحہ کے سے انداز میں انجام دینے کی کوشش کیا کرتی تھی۔

فریحہ نے بھی وقتی طور پر سمجھوتہ کر لیا تھا کیونکہ وہ دونوں بچوں کے ساتھ بہت مصروف رہتی تھی۔ وہ کسی طور بھی ان دونوں کی ذمے داریوں سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں تھی اور نہ ہی وہ دونوں اس سے جدا ہونے پر آمادہ ہوتے تھے..... صائمہ کو بھی بچوں سے اس کی محبت کا اندازہ تھا اسی لئے اس نے بچوں کی

بجائے گھر کے کام اپنے ذمے لے لئے تھے۔ سلمان احمد بھی بہن بھائی کے ساتھ اس کی والہانہ محبت دیکھ کر خوشی سے پھولے نہ سماتے..... اور وہ بھی تو یہی چاہتی تھی کہ ابو ہمیشہ خوش رہیں، ان کی خوشی اسے ہر حال میں عزیز تھی۔

صائمہ کو گھر میں آئے چار سال کا عرصہ ہو گیا تھا اور یہ عرصہ گویا پلک جھپکتے گزر گیا تھا مگر کوئی فریحہ سے پوچھتا، اس نے تو یہ تمام عرصہ کانٹوں پر چلتے ہوئے گزارا تھا۔ وہ تو فیضان اور سمیرا کا وجود غنیمت تھا جو اس کی توجہ بٹائے رکھتے تھے۔ فیضان تین سال کا اور سمیرا ایک سال کی ہو چکی تھی۔ دونوں گھر میں بھاگے بھاگے پھرتے تھے اور اب تو سمیرا بھی اپنی لڑکھڑائی ہوئی تو تلی زبان میں اسے آپا کہنے لگی تھی۔ دونوں بچوں نے امی، ابو کہنا بعد میں سیکھا تھا اور آپا کہنا پہلے سیکھ گئے تھے.....!

فریحہ اب بیس سال کی ہو چکی تھی۔ گو کہ شکل و صورت اور جسامت کے اعتبار سے اس میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی تھی لیکن عمر میں بہر حال اضافہ ہوا تھا اور شاید چہرے پر چھائی ہوئی سختی بھی کچھ اور بڑھ گئی تھی..... جبکہ صائمہ کی دلکشی اور چہرے کی معصومیت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ وہ کسی طور دو بچوں کی ماں نہیں لگتی تھی!

صائمہ کئی بار سلمان احمد سے کہہ چکی تھی کہ اب انہیں فریحہ کی شادی کے بارے میں سوچنا چاہئے اور اس کے لئے کوئی اچھا سا لڑکا تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کے کہنے پر انہوں نے ادھر ادھر نظر دوڑانا شروع تو کر دی تھی لیکن وہ بیٹی کے باپ تھے لہذا کسی سے منہ پھاڑ کر تو یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ میری بیٹی سے شادی کر لو.....! لیکن ان کی تلاش بہر حال جاری تھی۔

ادھر فریحہ نے صائمہ کو ایک بار پھر راستے سے ہٹانے کے منصوبوں پر غور کرنا شروع کر دیا تھا لیکن فی الحال کوئی ایسا طریقہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس پر کوئی الزام بھی نہ آ پاتا اور سلمان احمد کو بھی صائمہ سے جدائی کا کم سے کم صدمہ ہوتا! انہی دنوں گھر میں عامر کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ وہ اسی بینک میں جاب کرتا تھا جہاں سلمان احمد منیجر تھے عامر کے والد، سلمان احمد کے سیکنڈ کزن تھے، اس لحاظ سے وہ ان کا رشتے دار بھی تھا لیکن دونوں گھرانوں کے درمیان کوئی خاص تعلقات

و روابط نہیں تھے، بس خاندانی تقریبات میں آنا سامنا ہونے پر دعا سلام ہو جایا کرتی تھی۔

ایک روز صائمہ اور فریحہ کو کہیں جانے کے لئے گاڑی کی ضرورت تھی۔ سلمان احمد خود تو نہیں آسکے تھے لیکن انہوں نے عامر کو گاڑی دے کر بھیج دیا تھا۔ اسی روز سے وہ اکثر ان کے گھر آنے لگا تھا۔

عامر ایک تعلیم یافتہ اور پینڈم نو جوان تھا۔ ہر ایک سے بہت جلدی بے تکلف ہو جاتا تھا لیکن اس کے انداز و اطوار بہر حال مہذبانہ تھے۔ صائمہ کو بھی یہ نو جوان اچھا لگتا تھا، وہ اس کے ساتھ بزرگانہ قسم کی بے تکلفی سے پیش آتی تھی۔ اس کی وجہ درحقیقت یہ تھی کہ اس نے فریحہ کی آنکھوں میں عامر کے لئے پسندیدگی کی جھلک دیکھ لی تھی لہذا وہ دل سے اس بات کی خواہش مند تھی کہ عامر بھی فریحہ کو پسند کر لے تو وہ بات آگے بڑھانے کی کوشش کرے۔

فریحہ واقعی عامر کو پسند کرنے لگی تھی بلکہ دل ہی دل میں اسے چاہنے لگی تھی۔ لاشعوری طور پر وہ اس کے انتظار میں رہتی اور اپنے لباس اور حلقے وغیرہ کا بھی خیال رکھنے لگی تھی۔ عامر آ جاتا تو اس کا چہرہ جگمگا اٹھتا۔ اس کا دل یہی چاہتا تھا کہ وہ دیر تک ان سب کے درمیان بیٹھا باتیں کرتا رہے۔ اور وہ سنتی رہے۔

جب باتوں کے دوران وہ اچانک اسے مخاطب کرتا تو وہ گڑبڑا اٹھتی! فریحہ کے اس انداز پر وہ اکثر ہنستے ہوئے کہتا۔

”کون سی دنیا میں کھوئی رہتی ہیں فریحہ صاحبہ؟ ہنستی بولتی رہا کریں، صحت اچھی رہتی ہے۔“

اور وہ جھینپ کر مسکرا دیتی۔ ایسے میں وہ صائمہ کو بے حد اچھی لگتی۔ یوں بھی ان دنوں اس کے چہرے پر کچھ نکھار سا آ گیا تھا اور کچھ وہ شعوری طور پر بھی خود کو بنا سنوار کر رکھنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ شاید اسی لئے وہ پہلے کے مقابلے میں کافی اچھی لگنے لگی تھی۔

صائمہ سوچتی۔ ”محبت واقعی کس قدر کرشمہ ساز شے ہے۔“

ایک روز اس نے باتوں باتوں میں فریحہ سے پوچھا۔

”عامر تمہیں کیسا لگتا ہے؟“

”کیا مطلب.....؟“ وہ کچھ گڑبڑا سی گئی۔

صائمہ ہنس دی۔ ”مطلب تو صاف ہے..... اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم اسے پسند کرتی ہو۔ لیکن کیا اس کی طرف سے بھی کچھ ایسا اظہار ہوا یا نہیں؟“

فریحہ نے انکار میں سر ہلا دیا۔ صائمہ کہنے لگی۔ ”ہم سب کے درمیان اس بے چارے کو اظہار کا موقع ہی کب ملا ہوگا؟ ورنہ یوں بار بار اس گھر کے چکر لگانا بے سبب تو نہیں ہو سکتا! خیر..... میں اسے کریدنے کی کوشش کروں گی۔“

فریحہ مسکرا کر چپ ہو گئی۔ وہ جانتی تھی کہ اس سلسلے میں اسے صائمہ کی مدد درکار ہوگی ورنہ خود اس میں تو پیش قدمی کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ عامر کا سامنا ہوتے ہی اس کے حوصلے جواب دے جاتے تھے۔ اور عامر شاید کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھا یا پھر وہ بھی اظہار سے ڈرتا تھا!

بہر حال..... وہ بڑے صبر و سکون سے عامر کی منتظر تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ دن جلد ہی آئے گا جب وہ محبت کی دولت سے مالا مال ہوگی۔ اس کی صرف ایک اچنتی سی نظر..... ایک ہلکی سی مسکراہٹ اور ذومعنی سا ایک فقرہ ہی اسے گویا کسی اور ہی دنیا میں لے جایا کرتا تھا جہاں سے واپسی آسان نہیں ہوتی!



ایک سہ پہر فریحہ، پڑوس کے ایک گھر میں ہونے والی تقریب میں شرکت کے بعد گھر لوٹی تو اسے باہر پورچ میں عامر کی بایک کھڑی نظر آئی۔ وہ کچھ خوشی اور کچھ حیرانی سے سوچنے لگی کہ آج وہ خلاف معمول اس وقت کیسے چلا آیا؟

یہ بھی اتفاق تھا کہ وہ تقریب ختم ہونے سے کافی پہلے ہی وہاں سے چلی آئی تھی کیونکہ آج صبح سے اس کے سر میں کچھ درد تھا۔ وہ تو جانا بھی نہیں چاہتی تھی لیکن صائمہ نے اصرار کر کے اسے بھیجا تھا۔ کیونکہ وہ کہیں آتی جاتی نہیں تھی، اسے تو بس گھر اور گھر کی مصروفیات کے علاوہ اگر کسی سے دلچسپی تھی تو وہ فیضان اور سیرا تھے۔

اور اب کچھ دنوں سے عامر بھی اس کی محدود سی دنیا میں شامل ہو چکا تھا۔

خوشی سے دھڑکتے دل کو سنبھالتی ہوئی وہ ہال کے داخلی دروازے تک پہنچی تو

رشتہ ہے۔ انکل نے تمہاری مجبوری سے فائدہ اٹھایا ہے۔ ورنہ تمہارا اور ان کا کوئی جوڑ نہیں تھا! تم ایک بوڑھے شخص کے ساتھ کس طرح خوش رہ سکتی ہو؟ تم نے فیصلہ کرنے میں بہت جلدی کی صائمہ..... مجھے کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ لیکن.....“

”خاموش ہو جاؤ.....“ صائمہ نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے اس کی بات کاٹی۔

”تم حد سے زیادہ بڑھ رہے ہو..... میں نے تمہیں ایک اچھا انسان سمجھتے ہوئے فریجہ کے لئے پسند کیا تھا۔ میں اب بھی تمہاری اس نادانی کو بھول سکتی ہوں اگر تم مجھ سے اپنے رویے کی معافی مانگ لو اور فریجہ سے شادی کرنے پر رضامند ہو جاؤ۔“

”فریجہ.....؟“ عامر نے اس طرح بے یقینی سے اس کا نام دہرایا گویا وہ اس کی نظر میں ایک بے وقعت بلکہ حقیر شے تھی.....! عامر کے اس انداز پر اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہ گیا۔ اس کے دل میں نفرت کی ایک تند لہر ابھری..... لیکن عامر کے لئے نہیں بلکہ صائمہ کے لئے!

”صائمہ! میں فریجہ کے لئے نہیں، تمہارے لئے یہاں آتا ہوں..... اس کے بارے میں تو میں نے کبھی سوچا تک نہیں۔ تمہیں پانے کے لئے میں کچھ بھی کر سکتا ہوں..... کچھ بھی.....! یہاں تک کہ جان بھی دے سکتا ہوں۔ مگر خدا را مجھے یوں مت دھتکارو۔ یوں میری آرزوؤں کو خاک میں نہ ملاؤ..... صرف ایک بار میری محبت کا اقرار کر لو.....!“

عامر انتہائی جذباتی لہجے میں کہہ رہا تھا۔ شاید اسے احساس بھی نہیں رہا تھا کہ پہلے وہ صائمہ کو ”آپ“ کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا لیکن اس کے ایک ایک لفظ میں صائمہ کے لئے انتہائی والہانہ پن موجود تھا۔ فریجہ کے کانوں میں اس کے الفاظ بالکل پچھلے ہوئے سیسے کی طرح اتر رہے تھے۔

اس نے تو یہ الفاظ عامر کی زبان سے اپنے لئے سننے کی تمنا کی تھی لیکن.....! اچانک بیڈ روم سے ننھی سمیرا کے رونے کی آواز سنائی دی۔ وہ جانے سے پہلے فیضان اور سمیرا کو سلا کر گئی تھی اور اب یقیناً سمیرا جاگ چکی تھی۔

ہال میں خاموشی چھا گئی تھی۔ صائمہ یقیناً سمیرا کے رونے کی آواز سن کر وہاں سے جا چکی تھی۔ اس نے گردن آگے بڑھا کر اندر جھانکا۔ سائیڈ والے صوفے پر

اسے صائمہ کے ہنسنے کی آواز سنائی دی..... غیر ارادی طور پر اس کے قدم وہیں رک گئے۔

اسی لمحے اسے عامر کی آواز سنائی دی۔ ”صائمہ! آپ اس طرح مجھ پر مت ہنسیں۔ میں واقعی آپ سے محبت کرتا ہوں!“

فریجہ اپنی جگہ سُن ہو کر رہ گئی۔ عامر کے ایک جملے نے اسے خوابوں کی دنیا سے نکال کر بڑی بے رحمی کے ساتھ حقیقت کی دنیا میں لا چٹا تھا!..... یکا یک اس کی نظروں کے سامنے سرخ بادل سا چھا گیا..... اس نے اتنی سختی سے اپنی مٹھیاں بھینچیں کہ اس کے ناخن ہتھیلیوں میں گڑ گئے۔

اس سے پہلے کہ سرخ دُھند کا وہ بادل اس کے حواس کو مکمل طور پر اپنی گرفت میں لے لیتا، وہ خود کو سنبالنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے خود کو یاد دلایا کہ وہ کوئی کمزور لڑکی نہیں تھی! وہ تو بچپن ہی سے مشکل حالات سے لڑتی چلی آئی تھی، اسے اپنی سوچوں اور اپنے اعصاب پر مکمل کنٹرول تھا.....

اپنی مضبوط قوت ارادی سے کام لیتے ہوئے اس نے چند ہی لمحوں کے اندر اپنے اعصاب پر قابو پالیا۔

”دیکھو عامر.....!“ اُسے صائمہ کی آواز سنائی دی۔ اس مرتبہ اس کی آواز میں سنجیدگی تھی۔ ”اب مجھے غصہ آ جائے گا، یہ کوئی اچھا مذاق نہیں ہے.....“

”میں آپ سے مذاق نہیں کر رہا۔“ عامر کراہا۔ ”آپ میری بات کا یقین کیوں نہیں کر لیتیں؟ میں اس وقت سے آپ کو چاہتا ہوں جب آپ کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی..... آپ کو بینک میں اپنی جاب کا پہلا دن یاد ہے؟ اُسی دن، اُسی لمحے سے آپ کی تصویر میرے دل پر نقش ہے جب میں نے پہلی مرتبہ آپ کو دیکھا تھا!“

”کیا بکو اس ہے یہ.....؟“ صائمہ نے سختی سے اسے ڈانٹا۔ ”تم اپنے ہوش میں تو ہو؟..... تمہیں میرے رشتے کا کچھ احساس ہے اور نہ ہی میری پوزیشن کا..... تم بھول رہے ہو کہ میں ایک شادی شدہ عورت اور دو بچوں کی ماں ہوں اور رشتے کے لحاظ سے تمہاری چچی ہوں!“

”میں نہیں مانتا اس رشتے کو..... میں جانتا ہوں کہ یہ مجبوری میں قائم کیا ہوا

عامر دونوں ہاتھوں سے سر تھامے ہوئے بیٹھا تھا۔

وہ دبے قدموں وہاں سے پلٹی اور گھوم کر کچن کے راستے گھر میں داخل ہو کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اس کے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں..... غصے اور نفرت کی آندھیاں!

اس کا یہ غصہ اور نفرت صرف اور صرف صائمہ کے لئے تھا۔ صائمہ ہی وہ عورت تھی جس نے دوسرے اسے شکست دی تھی۔ جس نے اس کی دو عزیز ترین ہستیوں کو اس سے چھینا تھا!

پہلے اس نے اس کا باپ اس سے چھینا اور اب اس شخص کو بھی چھین لیا تھا جسے اس نے ٹوٹ کر چاہا تھا..... زندگی میں پہلی بار جس سے محبت کی تھی، اس کے دل میں چھپا ہوا محبت کا جذبہ دھیرے دھیرے انتقام میں تبدیل ہوتا جا رہا تھا۔

صائمہ سے اس کی نفرت کئی گنا بڑھ چکی تھی۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسے برباد کر دینا چاہتی تھی، بری طرح انتقام کی آگ میں جل رہی تھی، سلگ رہی تھی حالانکہ وہ جانتی تھی کہ اس کا محبوب بھی اس آگ کی لپیٹ میں آئے گا، مگر وہ مجبور تھی۔ وہ کسی اور کی چاہت میں گرفتار رہے، یہ اسے گوارا نہیں تھا۔



ایک روز شام کے وقت صائمہ اپنے کمرے میں بچوں کے کپڑے وغیرہ بدلوانے میں مصروف تھی۔ سلمان احمد ٹی وی کے سامنے بیٹھے اپنا پسندیدہ ٹاک شو دیکھ رہے تھے۔ وہ خود کچن میں رات کے کھانے کی تیاری میں مصروف تھی۔

اچانک وہ کسی خیال کے تحت کچن سے باہر آئی۔ جب اس نے سلمان احمد کو تنہا بیٹھے پایا تو اپنے ذہن میں ترتیب دیئے ہوئے منصوبے کے مطابق ان کے پاس چلی آئی۔

”ابو! مجھے ایک رجسٹر اور ایک فاؤنٹین پین کی ضرورت ہے۔“ اس نے سلمان احمد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

وہ ٹی وی پروگرام دیکھنے میں منہمک تھی۔ اس کی توقع کے مطابق بے دھیانی سے کہنے لگے۔ ”آج عامر آیا تو اس سے کہہ دوں گا، وہ لا دے گا.....“ وہ اکثر اس

طرح کے چھوٹے موٹے کام اس کے ذمے لگا دیا کرتے تھے اور اس نے کبھی کسی کام کے لئے انکار نہیں کیا تھا۔

وہ موقع پاتے ہی کہنے لگی۔ ”یہ عامر صاحب آج کل کچھ زیادہ ہی آنے لگے ہیں..... چلیں آپ کی موجودگی میں تو ٹھیک ہے لیکن اب تو وہ اکثر آپ کے آفس سے آنے سے پہلے ہی آن موجود ہوتے ہیں۔ باجی اپنے کمرے میں ہوتی ہیں تو وہیں ان کے پاس چلے جاتے ہیں اور میرے لئے ایک ساتھ گھر کا کام کرنا اور بچوں کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔“ اس نے بڑی معصومیت سے یہ سب باتیں کی تھیں۔ سلمان صاحب نے پہلے تو چونک کر اس کی جانب دیکھا، پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگے۔

”بھئی وہ کوئی غیر تھوڑا ہے..... اپنے انکل کا گھر سمجھ کر آ جاتا ہے، تم تو کسی سے بات کرتی نہیں ہو اس لئے صائمہ اخلاقاً اسے کمپنی دے دیتی ہے۔“

ان کا انداز ایسا ہی تھا گویا وہ کسی ننھی سی بچی کو سمجھا رہے ہوں۔ ان کی نظر میں تو وہ اب تک چھوٹی سی بچی ہی تھی جسے اتنی سمجھ بھی نہیں تھی کہ اس کے ماں باپ محض اس کی خاطر عامر کو وی آئی پی ٹریٹ منٹ دیتے تھے..... اس سلسلے میں صائمہ اور وہ پہلے ہی ایک دوسرے سے بات چیت کر چکے تھے۔ انہیں بھی عامر پسند تھا۔

”جی ابو.....“ اس نے سعادت مندی سے سر ہلایا اور واپس کچن کی طرف چل دی لیکن اپنی جانب سے وہ ان کے دل میں شک کا بیج بو چکی تھی! اب اس بیج کو پھوٹنے کے لئے حالات کے محض چند چھینٹے ہی درکار تھے۔ اس نے چپکے سے مڑ کر دیکھا، ان کی پیشانی پر تفکر کی لکیریں صاف نظر آ رہی تھیں!

اب وہ اپنے طے شدہ منصوبے کے مطابق اگلا قدم اٹھانے کے لئے مناسب موقع کے انتظار میں تھی اور اسے یہ موقع جلد ہی میسر آ گیا۔ موسم کی تبدیلی کے باعث فیضان کو ہلکا سا بخار ہو گیا تھا لہذا وہ چڑچڑا سا ہو رہا تھا۔ فریجہ نے دن بھر اسے اپنے پاس رکھا۔ ویسے بھی دونوں بچوں کو زیادہ تر وہی سنبھالتی تھی۔ شام کو وہ اور صائمہ اسے ڈاکٹر کے پاس بھی لے گئی تھیں۔ اتفاق سے اسی رات سمیرا کی

اس کے بارے میں کبھی منفی انداز سے سوچ ہی نہیں سکتی تھی! ”بچوں کو سنبھالنا تمہاری نہیں، میری ذمہ داری ہے۔ تم فوراً اپنے کمرے میں جاؤ۔“ صائمہ نے اسے پیار بھری ڈانٹ پلائی۔

صائمہ رات بھر دونوں بچوں کی وجہ سے جاگتی رہی۔ کبھی ایک اٹھ کر رونے لگتا تو کبھی دوسرا۔ نتیجتاً وہ صبح خاصی تھکی ہوئی اور نڈھال نظر آ رہی تھی۔ فریجہ نے ظاہر کیا کہ اس کی طبیعت اب سنبھل چکی ہے۔ دونوں بچے بھی رات کے مقابلے میں بہتر نظر آ رہے تھے اور تھوڑی تھوڑی نیند لے کر جاگ چکے تھے۔ سلمان احمد کے آفس روانہ ہونے کے بعد فریجہ نے صائمہ کی طرف دیکھتے ہوئے ہمدردی سے کہا۔

”جاگ جاگ کر آپ کی تو حالت خراب ہو چکی ہے! آپ ایسا کریں، تھوڑی دیر کے لئے سو جائیں۔ ان دونوں کو اب میں سنبھال لوں گی۔ بلکہ میں ایسا کرتی ہوں کہ ان دونوں کو پرام میں بٹھا کر سامنے والے پارک میں لے جاتی ہوں تاکہ آپ بالکل ڈسٹرب نہ ہوں ویسے بھی یہ دونوں وہاں جا کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ بہت سے بچے جو نظر آتے ہیں.....“ وہ سمیرا اور فیضان کو دیکھتے ہوئے پیار سے مسکرائی۔ اس مرتبہ اس کی مسکراہٹ مصنوعی نہیں بلکہ حقیقی تھی۔

”تم کتنی سویٹ ہو فری!“ صائمہ نے مسکراتے ہوئے شکر گزار لہجے میں کہا۔

”جس کے بھی گھر جاؤ گی اس کی قسمت کھل جائے گی۔“ اس نے فریجہ کے گال تھپتھپائے۔

فریجہ کے اندر نفرت کا جوالا کبھی اُبلنے لگا۔ ”میں تو شاید اب کسی کے گھر نہ جا پاؤں..... مگر میں تمہیں بھی اس گھر میں تو نہیں رہنے دوں گی۔ اس نے دل ہی دل میں صائمہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اس لمحے اس کی آنکھوں میں انتہائی سرد مہری اور سفاکی اتر آئی تھی۔ لیکن صائمہ اس طرف توجہ نہیں دے پائی تھی کیونکہ اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ اس پر اندھا اعتماد جو رکھتی تھی۔

”آپ بیڈ روم بند کر کے اور پردے برابر کر کے سو جائیں..... آرام سے دو گھنٹے کی نیند لے لیں، میں ہال کا دروازہ اور گیٹ لاک کر کے چلی جاؤں گی۔ بس

طبیعت بھی خراب ہو گئی لیکن فریجہ نے بچوں کو سنبھالنے کی بجائے صائمہ کے سپرد کر دیا۔

”باجی! آج تو میری طبیعت بھی بہت خراب ہو رہی ہے.....“

رات کے کھانے سے پہلے اس نے صائمہ کے قریب آتے ہوئے اعلان کیا۔ اس نے دونوں بازو تختی سے سینے کے گرد لپیٹ رکھے تھے اور اس کے چہرے سے سخت اذیت کا اظہار ہو رہا تھا۔

”کیا ہوا.....؟“ صائمہ نے تشویش سے پوچھا۔ وہ بچوں کی وجہ سے پہلے ہی پریشان تھی، اسے تکلیف میں دیکھ کر بالکل ہی بوکھلا گئی۔

”پورے جسم میں درد ہو رہا ہے اور کچھ سردی بھی محسوس ہو رہی ہے۔“ اس نے لرزتی ہوئی سی آواز میں جواب دیا۔

”یہ سب بے آرامی کی وجہ سے ہوا ہے۔ تم اپنا خیال بالکل نہیں رکھتیں۔“ صائمہ نے غصے سے کہا۔

”چلو، میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے چلتا ہوں۔“ سلمان احمد نے کہا جو وہیں بیٹھے ان دونوں کی باتیں سن رہے تھے۔

”نہیں ابو! میرا خیال ہے کہ باجی بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں، مجھے آرام کی ضرورت ہے۔ اسپرین کی دو گولیاں لے کر سو جاؤں گی تو صبح تک میری طبیعت بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔“

”چلو، تم اپنے کمرے میں جا کر لیٹ جاؤ، میں تمہارے لئے گولیاں اور گرم گرم چائے لے کر آتی ہوں۔“ صائمہ نے کہا۔

”لیکن باجی! یہ دونوں تو آپ کو بہت تنگ کریں گے۔ آپ اکیلی انہیں کیسے سنبھالیں گی؟“ اس نے بچوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تشویش سے کہا جو بالکل مضطرب سے بیٹھے تھے۔

صائمہ نے محبت سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر سچے نقاب سے وہ ہمیشہ دھوکا کھاتی چلی آئی تھی سو اس وقت بھی اس کے چہرے پر چھائے ہوئے تاثرات اسے متاثر کرنے کے لئے کافی تھے..... اپنی فطری نیک نیتی کے سبب وہ

یہ معلوم کرنا کہ وہ کس نمبر سے کی گئی تھی، ایک عام آدمی کے لئے خاصا مشکل کام تھا۔ مگر پھر بھی اس نے احتیاطاً سلمان احمد کو گھر کی بجائے باہر سے کال کی تھی۔
بہ مشکل دو ڈھائی منٹ گزرے ہوں گے کہ سامنے سے عامر اپنی بائیک پر آتا دکھائی دیا۔ فریجہ نے اسے رکنے کا اشارہ کیا، وہ شاید پہلے ہی اسے دیکھ کر بائیک کی رفتار کم کر چکا تھا، نزدیک آ کر رک گیا۔

”آپ جلدی سے گھر چلے جائیں۔ باجی آپ کا انتظار کر رہی ہیں.....“ اس نے عامر کو بولنے کا موقع دیئے بغیر تیز تیز بولتے ہوئے کہا۔ ”انہیں آپ سے کوئی بہت ضروری بات کرنی ہے، ان کی طبیعت بھی کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ اس وقت وہ اپنے بیڈ روم میں ہیں۔ آپ کچن کے راستے اندر جائیے گا۔ باجی کے کمرے کا دروازہ بند ہو گا، آپ ناب گھما کر دروازہ کھول لیجئے گا۔ مجھے باجی نے کچھ دیر کے لئے باہر بھیج دیا ہے.....“ اس نے پرام میں بیٹھے ہوئے بچوں کی طرف اشارہ کیا۔ ”ان دونوں کے ساتھ تاکہ آپ سے سکون کے ساتھ بات کر سکیں۔“ اس نے ایک سانس میں بڑی معصومیت کے ساتھ یہ سب باتیں کر ڈالی تھیں۔

عامر کچھ الجھن اور کچھ حیرانی کے سے تاثرات لئے جلدی سے آگے بڑھ گیا۔ شاید یہی سوچتے ہوئے کہ صائمہ نے اتنے پراسرار انداز میں اسے بلوایا تھا تو ضرور کوئی خاص بات ہوگی.....!

اس روز صائمہ سے اظہار محبت کرنے کے بعد وہ دو ایک مرتبہ آیا تو ضرور تھا لیکن ان دونوں کے درمیان کوئی خاص بات چیت نہیں ہو پائی تھی۔ دونوں نے سب کے سامنے اپنا اپنا انداز نازل ہی رکھا تھا۔ صائمہ نے مصطلحاً ایسا کیا تھا کیونکہ وہ فریجہ کی خاطر اس بات کو کوئی اہمیت دیئے بغیر وہیں ختم کر دینا چاہتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ عامر ضرور اپنی اس حرکت پر شرمندہ ہوگا۔

وہ اپنی اچھی فطرت کی بناء پر سب کے بارے میں اچھا ہی سوچتی تھی۔ لیکن فریجہ کے خیالات اس کے برعکس تھے..... وہ اس کے ہر عمل کی منفی توجیہ ڈھونڈ نکالتی تھی۔ اسی کے خیال کے مطابق صائمہ اپنے طرز عمل سے عامر کی حوصلہ افزائی کر رہی تھی۔

ذرا حلیہ درست کر لوں۔“ اس نے صائمہ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔ صائمہ کی حالت واقعی خراب ہو رہی تھی۔ وہ کسی معمول کی طرح اٹھی اور اوپر چل دی۔ اسے نیند کی اشد ضرورت تھی۔

صائمہ کے بیڈ روم میں جاتے ہی فریجہ ٹیلی فون کی جانب بڑھی۔ اس نے بینک کا وہ نمبر ملایا جس پر عامر سے بات ہو سکتی تھی۔ اتفاق سے فون عامر نے ہی ریسیدو کیا۔

”میں فریجہ بول رہی ہوں.....“ اس نے جلدی سے کہا۔ ”آپ کچھ بولنے کا مت، بس خاموشی سے میری بات سن لیں۔ آپ کو صائمہ باجی ابھی اور اسی وقت گھر بلا رہی ہیں..... آپ کسی کو اصل بات بتائے بغیر کوئی بہانہ بنا کر تھوڑی دیر کے لئے چلے آئیں۔“

اس نے عامر کو کوئی سوال کرنے کا موقع دیئے بغیر فون بند کر دیا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ وقت ضائع کئے بغیر فوراً چلا آئے گا۔ اس نے جلدی جلدی بال بنائے اور حلیہ ذرا ٹھیک کرنے کے بعد دونوں بچوں کو پرام میں بٹھایا اور انہیں لے کر باہر نکل آئی۔ بال کا دروازہ اس نے لاک کر دیا تھا لیکن کچن کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا۔

گیٹ کو اس نے بند کر کے باہر سے صرف بولٹ چڑھا دیا اور پرام لے کر تیز تیز قدموں سے گلی کے کونے کی طرف چل دی جہاں ایک پبلک بوتھ تھا۔

وہاں سے اس نے سلمان احمد کا ڈائریکٹ نمبر ڈائل کیا اور مادھہ پیس پر دوپٹہ رکھ کر اپنی آواز کو حتی الامکان بدلتے ہوئے ان سے بات کی۔

”اگر اپنی بیوی کا اصل روپ دیکھنا چاہتے ہیں تو کسی کو کچھ بتائے بغیر اپنے گھر پہنچ جائیں..... ایک لمحے کی تاخیر کئے بغیر۔ ورنہ پچھتائیں گے۔“

سلمان احمد ہیلو، ہیلو کرتے رہ گئے مگر وہ فون بند کر چکی تھی۔ اس نے گھڑی دیکھی، اس کے اندازے کے مطابق عامر اب پہنچنے ہی والا تھا وہ چہل قدمی کے سے انداز میں پرام لے کر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی۔ اس نے بڑی احتیاط کے ساتھ ساری منصوبہ بندی کی تھی اور اپنے طور پر ذرا ذرا سی جزئیات کا خیال رکھا تھا۔ گو کہ اس وقت سی ایل آئی سسٹم رائج نہیں ہوا تھا اور کسی بھی مخصوص کال کے بارے میں

احمد کو پہلی مرتبہ غصے میں دیکھا تھا۔

”نکل جاؤ..... ابھی اور اسی وقت میرے گھر سے دفع ہو جاؤ..... مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی۔“ سلمان احمد اب عامر کو بری طرح مارتے ہوئے دھکے دے رہے تھے۔ وہ پٹا جا رہا تھا اور ہاتھ جوڑ جوڑ کر ان سے التجا کر رہا تھا کہ خدارا! میری ایک بات سن لیں، پھر میرے ساتھ جو چاہیں، سلوک کریں.....

سلمان احمد اسے دھکے دیتے ہوئے بیڈ روم سے باہر لے گئے۔ وہ چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ ”میں آپ کو صرف ایک بات بتانا چاہتا ہوں کہ ساری غلطی میری ہے..... صائمہ بالکل بے قصور ہے..... آپ پلیز، اسے کچھ مت کہئے گا۔“

سلمان احمد نے اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ مارا اور اسے سیڑھیوں کی جانب دھکیلتے ہوئے کہنے لگے۔ ”آئندہ اس کا نام زبان پر لانے کی جرأت مت کرنا..... وہ میری بیوی ہے۔“

عامر لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے سیڑھیاں اتر کر چلا گیا۔ چند لمحوں بعد فریجہ نے اس کی بایک اشارت ہونے اور پھر روانہ ہونے کی آواز سنی۔ اس نے دل ہی دل میں اسے ہمیشہ کے لئے خدا حافظ کہا۔ اپنے گھر سے اور شاید اپنے دل سے بھی.....!

صائمہ، سلمان احمد کے پیروں کو پکڑے رو رہی تھی۔ معافی مانگ رہی تھی۔ انہیں یقین دلانے کی کوشش کر رہی تھی کہ اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔ وہ نہیں جانتی کہ یہ سب کیسے ہوا؟

سلمان احمد پتھر کے کسی مجسمے کی مانند بالکل بے حس و حرکت کھڑے ہوئے تھے۔ وہ اس وقت خود کو بالکل کمزور اور بوڑھا محسوس کر رہے تھے۔ ایک ایسا بوڑھا اور ناکارہ شوہر جو اپنی نوجوان اور حسین بیوی کی توقعات اور امنگوں پر پورا اترنے میں ناکام رہا تھا.....!

فریجہ خاموشی کے ساتھ سارا تماشا دیکھ رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کا باپ یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کوئی اس کی نرمی اور شرافت سے ناجائز فائدہ اٹھائے۔ ایسی صورت میں وہ معاف کر دینے اور بھول جانے کا قائل نہیں تھا!

عامر کو گھر بھیجنے کے بعد وہ پارک کی طرف چل پڑی۔ اب اسے پارک کے اندر سے سلمان احمد کی گاڑی پر نظر رکھنی تھی۔ اسے یقین تھا کہ کچھ ہی دیر میں وہ بھی پہنچنے والے ہوں گے..... وہ پرام کو دھکیلتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ اگر سب کچھ اس کے بنائے ہوئے منصوبے کے مطابق انجام پا گیا تو اس کا گھر، اس کے ابو اور ساتھ ساتھ یہ دونوں بچے بھی صرف اور صرف اس کے ہوں گے!

اس نے پرام کے اندر بیٹھے ہوئے فیضان اور سمیرا پر نظر ڈالی۔ دونوں بڑے خوش نظر آ رہے تھے۔ دونوں بچے بلاوجہ رونے اور ستانے والے ہرگز نہیں تھے۔ اس وقت بھی بڑے مزے سے ارد گرد کے نظارے میں مشغول تھے۔

ذرا سی دیر گزری تھی کہ اسے سلمان احمد کی کار آتی دکھائی دی۔ اس نے آگے بڑھ کر دیکھا، کارنگی کے اندر مڑ رہی تھی چند منٹوں کے وقفے سے وہ بھی پرام دھکیلتی ہوئی گھر کی طرف چل دی۔

گلی کے کونے سے مڑنے کے بعد اس نے دیکھا، سلمان احمد کی کار گیٹ کے باہر کھڑی ہوئی تھی۔

گھر کے اندر کا منظر اس کی توقع کے عین مطابق تھا۔ اوپر بیڈ روم سے سلمان احمد کے دباڑنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ درمیان میں کبھی کبھار عامر کی گھبرائی ہوئی اور دبی دبی سی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔

اس نے دونوں بچوں کو پرام سے نیچے اتارا اور جلدی جلدی سیڑھیاں طے کر کے اوپر جا پہنچی۔ سلمان احمد بری طرح عامر پر گرج برس رہے تھے۔ وہ ہکلا ہکلا کر اپنی وضاحت پیش کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن ظاہر ہے اس کی کوئی بھی وضاحت، سلمان احمد کے لئے قابل قبول نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ انہوں نے رنگے ہاتھوں اسے پکڑا تھا!

صائمہ تکیہ سینے سے لگائے، آگے کو جھکی ہوئی بیڈ پر بیٹھی بری طرح کانپ رہی تھی اور رو رہی تھی۔ فریجہ نے دیکھا، اس نے ناکئی پہنی ہوئی تھی..... وہ جلدی سے آگے بڑھی، کرسی پر پڑا ہوا صائمہ کا گاؤں اٹھا کر اس کے شانوں پر ڈال دیا۔ وہ اپنی کانپتی ہوئی انگلیوں سے اسے اپنے گرد لپیٹنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے سلمان

”آپ کچھ بولتے کیوں نہیں ہیں سلمان؟“ صائمہ نے ان کی خاموشی سے وحشت زدہ ہو کر روتے ہوئے کہا۔ ”خدا کے لئے کچھ بولئے..... ورنہ میرا دم نکل جائے گا۔ کچھ بولئے.....“ وہ ابھی تک ان کے قدموں میں بیٹھی ہوئی تھی۔

”کھڑی ہو جاؤ صائمہ.....!“ انہوں نے سپاٹ سی آواز میں کہا۔ ”اپنا سامان پیک کر لو..... تم جو کچھ اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہو، لے جاسکتی ہو۔“ صائمہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔

”یہ آ..... آپ کیا کہہ رہے ہیں.....؟ آپ مجھے صفائی پیش کرنے کا موقع تو دیں۔“

”جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، اس کے بعد کوئی صفائی پیش کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔“ انہوں نے پہلے کی طرح جذبات سے عاری لہجے میں کہا۔ وہ صائمہ کی طرف دیکھنے سے بھی گریز کر رہے تھے۔ ان کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ انہوں نے خود کو بہ مشکل پر سکون رکھا ہوا تھا۔

”آپ میری بات کا یقین کیوں نہیں کرتے سلمان؟ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا..... میں آپ سے بے وفائی کا تصور تک دل میں نہیں لاسکتی! میں نے زندگی میں صرف اور صرف آپ کو چاہا ہے، آپ کی پرستش کی ہے۔“ صائمہ روتے ہوئے ان کی جانب بڑھی تو وہ دو قدم پیچھے ہٹ گئے۔

”دور رہو مجھ سے..... تمہاری یہ اداکاری اب مجھے متاثر نہیں کر سکتی۔“ سلمان احمد کے لہجے میں نفرت ہی نفرت تھی۔

صائمہ اپنی جگہ ٹھنک کر رہ گئی۔ پھر اس نے فریج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”آپ فریج سے پوچھ لیں، یہ جانتی ہے کہ میں سو رہی تھی۔ کیونکہ رات بھر میں بچوں کی وجہ سے جاگتی رہی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ یہ بچوں کو پارک میں لے جائے گی۔ میں جا کر سو گئی تھی۔ پھر مجھے نہیں معلوم کہ کیا ہوا تھا؟ عامر کب اور کیسے میرے کمرے میں آیا؟ میری آنکھ کھلی تو عامر مجھ پر جھکا ہوا شاید مجھے جگانے کی کوشش کر رہا تھا، تب ہی مجھے آپ کی آواز سنائی دی تھی۔“

صائمہ بے ربط سے الفاظ میں یہ تفصیل بتانے کے بعد خاموش کھڑی ہوئی فریج

کی طرف بڑھی۔ ”تم اپنے ابو کو سب کچھ سچ سچ بتا دو فریج! تم تو جانتی ہو کہ میں نے عامر کو تمہارے لئے پسند کیا تھا اور تمہاری وجہ سے اسے گھر میں آنے جانے کی اجازت دی تھی.....“

”آپ جھوٹ بول رہی ہیں.....“ فریج نے تیز آواز میں کہا۔ ”آپ نے میری وجہ سے نہیں بلکہ اپنی وجہ سے اسے گھر میں آنے کی اجازت دی تھی۔ اس کے آتے ہی آپ ہمیشہ مجھے کسی نہ کسی کام میں لگا دیتی تھیں یا پھر بچوں کو گھمانے کے بہانے باہر بھیج دیا کرتی تھیں۔ یہ بات تو اب میری سمجھ میں آئی ہے کہ آپ ایسا کیوں کیا کرتی تھیں.....؟ آج بھی آپ نے ایسا ہی کیا تھا۔ وہ تو اتفاق سے ابو پہنچ گئے ورنہ میں تو آپ کی چالاکیاں کبھی نہ سمجھ پاتی.....!“

صائمہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کا منہ ذرا سا کھلا ہوا تھا لیکن یوں محسوس ہو رہا تھا گویا صدمے کے باعث اس کی قوت گویائی سلب ہو کر رہ گئی تھی۔

سلمان احمد، صدمے اور غصے کے طے جلے جذبات کے زیر اثر ہولے ہولے کانپ رہے تھے۔

”سن لیا تم نے.....؟“ وہ چلائے۔ ”اب نکل جاؤ میرے گھر سے..... چلی جاؤ اپنے اسی یار کے پاس۔“

فریج نے انہیں پہلی بار اتنے غصے میں دیکھا اور ایسی زبان استعمال کرتے ہوئے سنا تھا۔ ایک لمحے کو تو وہ خود بھی کانپ کر رہ گئی۔ انتہائی غصے کے عالم میں وہ صائمہ کی طرف بڑھے تو وہ سہم کر پیچھے ہٹنے لگی..... وہ سرگوشی کی سی آواز میں کہتی جا رہی تھی۔ ”یہ جھوٹ ہے..... یہ جھوٹ ہے.....“

”اب جاتی ہو یا تمہیں بھی اسی کی طرح دھکے دے کر نکالوں؟“ انہوں نے دانت پیستے ہوئے کہا تو صائمہ پھر رونے لگی۔

”آپ کو بچوں کا واسطہ سلمان! میرے ساتھ ایسا مت کریں۔“

”تمہیں بچوں کی پرواہ ہوتی تو ایسی حرکت نہ کرتیں۔ وہ تمہارے بغیر بہت خوش

رہیں گے۔“

”خدا کے لئے ایسا ظلم مت کریں سلمان..... ایک ماں کو اس کے بچوں سے جدا نہ کریں۔“ وہ گڑ گڑائی۔

”وہ آپ کی کمی کبھی محسوس نہیں کریں گے۔“ اس مرتبہ فریہ نے اسے جواب دیا۔ ”میں نے ایک ماں سے بڑھ کر ان کی پرورش کی ہے۔ آپ نے ان کے لئے کیا، کیا؟ یہ مگر مجھ کے آنسو بہانا بند کریں اور جائیں یہاں سے۔“

اس کے لہجے میں اتنی تلخی، اتنی حقارت تھی کہ صائمہ واقعی رونا بھول کر اس کی طرف حیرت سے دیکھتی رہ گئی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہی لڑکی تھی جواب تک اس پر جان چڑھتی آئی تھی اور جسے اس نے اپنی بیٹی سے بڑھ کر چاہا تھا۔

وہ چند لمحوں تک اس کے چہرے کی طرف دیکھتی رہی۔ بالآخر اس کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ سادگی اور بھولے پن کے اس نقاب کے پیچھے درحقیقت کیسا چہرہ چھپا تھا.....! مگر افسوس کہ یہ بات بہت تاخیر سے اس کی سمجھ میں آئی تھی جب سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔

”بند کرو یہ ڈراما!“ سلمان احمد ایک مرتبہ پھر دہاڑے۔

اس نے چہرے سے ہاتھ ہٹائے اور باری باری ان دونوں کی طرف دیکھا۔ اسے باپ بیٹی دونوں کی آنکھوں میں اپنے لئے رحم کی کوئی رمت نظر نہیں آئی۔

”میں آپ کی بیوی ہوں سلمان! آپ کے بچوں کی ماں ہوں.....“ اس نے آخری کوشش کے طور پر کہا لیکن سلمان احمد نے فوراً اس کی بات کاٹ دی۔

”میں تم سے کوئی تعلق رکھنا نہیں چاہتا..... میں تمہیں طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں.....“

اس کا ایک ہاتھ اپنے کھلے ہوئے منہ تک پہنچا، پھر وہ پلٹ کر کسی زخمی ہرنی کی طرح سڑھیوں کی طرف بھاگی۔ اندھا دھند سڑھیاں طے کرنے کے بعد وہ باہر کی طرف لپکی۔

اچانک فریہ کو خیال آیا کہ وہ لباس تبدیل کئے بغیر اور کچھ لئے بغیر یونہی خالی ہاتھ بھاگی جا رہی تھی..... بلکہ اس کے خالی ہاتھوں سے زیادہ پرواہ اسے اس کے لباس کی تھی کہ لوگ دیکھیں گے تو کیا کہیں گے؟ اس کے جسم پر وہی ٹائٹ گاؤن تھا۔

جو فریہ نے اسے کرسی پر سے اٹھا کر دیا تھا۔

وہ اس کے پیچھے دوڑی۔ لیکن جب تک وہ ہال میں پہنچی، صائمہ گیٹ سے باہر نکل چکی تھی۔

”رک جاؤ فری.....!“ سلمان احمد نے اوپر سے اسے آواز دی تو فریہ وہیں رک گئی۔ تب ہی اسے ہال کی کھڑکی سے صائمہ کی جھلک دکھائی دی۔ وہ اسے دیکھنے کے لئے کھڑکی کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ سلمان احمد سڑھیاں اتر کر نیچے آ رہے تھے۔

صائمہ ہوش و حواس سے بیگانہ، اندھا دھند بھاگی چلی جا رہی تھی۔ گلی پار کرنے کے بعد وہ سامنے والی سڑک تک پہنچ چکی تھی۔ اچانک فریہ کو سڑک پر تیزی سے گزرتی ہوئی سرخ بس نظر آئی..... صائمہ رکنے کی بجائے دیوانگی کے عالم میں سڑک کے درمیان، بس کے آگے پہنچ گئی۔ ڈرائیور نے بریک لگائے، بس کے پہلے کرخت سی آواز میں چرچرائے مگر تب تک وہ بس سے ٹکرا چکی تھی اور پھر بس رکتے رکتے بھی اس پر چڑھ چکی تھی.....!

فریہ نے اسے بس سے ٹکرانے کے بعد الٹ کر پیچھے گرتے اور پکچے جاتے ہوئے دیکھا، اس کا خون میں نہایا ہوا دہشت زدہ چہرہ اور خوف سے پھٹی ہوئی آنکھیں وہ آج تک نہیں بھول پائی تھی.....!



ایک جھرجھری سی اس کے وجود سے گزری اور وہ آہستہ آہستہ ماضی کے تصور سے باہر نکل آئی۔ اس واقعے کو پیش آئے تقریباً پچیس سال گزر چکے تھے لیکن آج بھی وہ ان آوازوں کو اسی طرح سن سکتی تھی اور اس منظر کو اسی طرح اس کھڑکی سے دیکھ سکتی تھی جس طرح اس نے پچیس سال پہلے دیکھا اور سنا تھا!

صائمہ کو اس دہشت ناک حادثے میں ختم ہوئے پچیس سال ہو چکے تھے مگر آج بھی وہ اس کے خیالوں میں اسی طرح موجود تھی، جس طرح فریہ نے آخری بار اسے دیکھا تھا۔

اس نے آنکھیں کھولیں اور ایک گہری سانس لیتے ہوئے سیدھی ہو گئی۔ ایک

بار پھر اس نے گلی کے کونے تک نظریں دوڑائیں جہاں سے فیضان کی موٹر بائیک گلی کے اندر داخل ہوتی ہوئی نظر آتی تھی سمیرا بھی اس کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوتی تھی۔

اس نے دن رات ایک کر کے انتہائی محبت اور شفقت سے فیضان اور سمیرا کی پرورش کی تھی۔ صائمہ کی موت کے بعد وہ دونوں خود بخود مکمل طور پر اس کے اختیار میں آ گئے تھے یعنی اس کا پلان کامیاب رہا تھا۔

اس نے بھی ان دونوں کی پرورش میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں برتی تھی اور بڑی بہن کے بجائے ماں ہونے کا حق نبھایا تھا۔ فیضان اور سمیرا اسے بہن کی بجائے اپنی ماں ہی سمجھتے تھے۔

سلمان احمد جب تک زندہ رہے، اسے شادی پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ اس کا دل شادی کی طرف مائل ہی نہیں ہو سکا۔ عامر کے علاوہ اسے کبھی کوئی مرد اچھا نہیں لگا۔ پھر فیضان اور سمیرا کے ہوتے ہوئے اسے کسی اور کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

اس نے سلمان احمد کو بھی ہمیشہ یہی جواب دیا کہ فیضان اور سمیرا اب میری ذمہ داری ہیں، میں پوری توجہ اور دیانت داری کے ساتھ ان دونوں کی پرورش کر کے انہیں اچھا اور قابل انسان بنانا چاہتی ہوں..... اس لئے میں اپنی شادی کے جھنجھٹ میں نہیں پڑنا چاہتی!

سلمان احمد، صائمہ کے ایکسیڈنٹ کے بعد صرف پانچ سال تک زندہ رہ سکے تھے..... اس واقعے نے اندرونی طور پر انہیں توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ چند ہی مہینوں کے اندر اندر وہ ہائی بلڈ پریشر اور دل کے مریض بن چکے تھے۔ بالآخر پانچ سال تک اپنے آپ اور اپنی بیماریوں سے لڑتے رہنے کے بعد وہ زندگی ہار گئے۔ ان کے بعد تو فریہ نے شادی کے بارے میں بھول کر بھی نہیں سوچا۔

سلمان احمد کے انتقال کے بعد، دونوں بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ ان کی کفالت کی ذمہ داری بھی فریہ کے شانوں پر آن پڑی تھی۔ سلمان احمد ان کے لئے اپنی زندگی میں کچھ سیونگ کر گئے تھے، اس کا پرافٹ اور ان کی

پنشن وغیرہ ملا کر وہ گزارہ کر ہی لیتی تھی مگر اسے سوچ سمجھ کر چلنا پڑتا تھا کیونکہ اسے فیضان اور سمیرا کو اعلیٰ تعلیم بھی تو دلوانی تھی۔

آج وہ خود کو اپنے ارادوں میں کامیاب اور سرخرو محسوس کرتی تھی۔ فیضان ایم کام کرنے کے بعد ایک ملٹی نیشنل فرم میں ملازمت اختیار کر چکا تھا۔ اسے یہ ملازمت کرتے ہوئے دوسرا سال شروع ہوا تھا اور سمیرا مائیکرو بائیولوجی میں ایم ایس سی کرنے کے بعد اسی سال ایک بہت بڑے پرائیویٹ ہسپتال کی لیبارٹری سے منسلک ہو چکی تھی۔

اس نے اپنے والد کی بچت کا ایک ایک روپیہ بڑی احتیاط اور ذمہ داری کے ساتھ ان دونوں کی تعلیم پر خرچ کیا تھا اور ان کی دیگر ضروریات بھی خوش اسلوبی کے ساتھ پوری کی تھیں۔ جبکہ اپنی ذاتی ضروریات پر وہ برائے نام ہی خرچ کیا کرتی تھی۔ مکان بھی جوں کا توں، پرانے فرنیچر اور پرانے پینٹ کے ساتھ اسی حال میں تھا۔ مگر وہ جیسا بھی تھا، ان کا اپنا تھا اور خاص طور پر فریہ کو تو بے حد عزیز تھا! وہ اس میں کسی تبدیلی کی خواہش مند بھی نہیں تھی بلکہ وہ تو تبدیلیوں سے خائف رہنے والی شخصیت تھی۔

اسے گلی کے کونے پر فیضان کی موٹر سائیکل دکھائی دی تو اس کا دل خوشی سے بھر سا گیا۔ وہ دونوں واپس جو پہنچ چکے تھے۔ وہ فوراً ہی کھڑکی پر سے ہٹ گئی اور ہال کے دروازے کی طرف بڑھی تاکہ باہر جا کر ان کے لئے مین گیٹ کھول سکے۔ سمیرا، فیضان کے ساتھ ہی اس کی موٹر سائیکل پر آتی جاتی تھی۔

لیکن جونہی اس نے گیٹ کھولا، اس کے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ دم توڑ گئی۔ کیونکہ موٹر سائیکل پر تو فیضان ہی تھا لیکن اس کے ساتھ کھڑی ہوئی لڑکی سمیرا نہیں بلکہ کوئی اور تھی۔ فریہ نے دیکھا، وہ کافی خوبصورت تھی۔ عمر اور قد و قامت میں تقریباً سمیرا جیسی تھی۔ اس کے بال اور آنکھیں ڈارک براؤن تھیں۔

اس کی بڑی بڑی آنکھیں فریہ پر ہی مرکوز تھیں، جیسے وہ اپنی غیر متوقع آمد پر اس کے تاثرات کا جائزہ لیتا چاہ رہی تھی۔

فریہ کو ایک شاک سا تو ضرور پہنچا تھا اور چند لمحوں کے لئے اس کی مسکراہٹ بھی

جھر جھری سی لے کر رہ گئی۔

فیضان اس کی اندرونی کیفیات سے بے خبر، لڑکی کا تعارف کر رہا تھا۔
 ”آپنی! یہ ساحرہ ہے، میری کولیگ..... دفتر میں میرے ساتھ کام کرتی ہے۔ اور ساحرہ! یہ ہیں میری پیاری آپنی، انہی سے ملوانے کے لئے تمہیں لایا تھا۔“
 ”السلام علیکم۔“ ساحرہ نے گردن خم کرتے ہوئے اسے سلام کیا۔

”وعلیکم السلام..... اندر آ جاؤ بھئی۔“ اس نے راستہ دیتے ہوئے کہا پھر وہ فیضان سے مخاطب ہوئی۔ ”یہیں کھڑے کھڑے ساری باتیں کر لو گے کیا؟“
 اس نے ساحرہ کو ہال میں لا کر بٹھایا۔ فیضان بھی موٹر سائیکل کھڑی کر کے وہاں پہنچ گیا۔ فریحہ نے پوچھا۔

”سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ تم سمیرا کو کہاں چھوڑ آئے ہو؟“
 ”میں نے اسے فون کر دیا تھا کہ آج میں اسے لینے نہیں آسکوں گا..... وہ بس پہنچنے ہی والی ہوگی۔“ فیضان نے جواب دیا۔

”تب تو اسے اب تک پہنچ جانا چاہئے تھا۔“ فریحہ نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔
 ”آپنی..... اب وہ چھوٹی سی بچی نہیں رہی، بڑی ہو چکی ہے۔“ فیضان نے کہا۔
 ”میرے لئے تو تم بھی ابھی تک چھوٹے سے بچے ہو۔“ فریحہ نے پیار سے مسکراتے ہوئے کہا۔

ساحرہ ایک دم منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسنے لگی۔ فیضان نے خفت زدہ سے انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ ”آپنی! آپ تو میری پوزیشن ساحرہ کی نظروں میں مزید خراب کر رہی ہیں..... ان محترمہ کی تو پہلے ہی میرے بارے میں یہ رائے ہے کہ میری عادتیں بالکل کسی نکتے اور لاڈلے بچے جیسی ہیں۔“

ساحرہ ہونٹ جھینچنے، مسکراتی آنکھوں سے فیضان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ فریحہ کے اندر شدید ناگواری کی ایک لہر ابھری۔ ایک اجنبی لڑکی کو اس کے لاڈلے بھائی کے بارے میں ایسی تنقید کرنے کا کیا حق پہنچتا تھا؟ لیکن لاڈلے بھائی کی آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ وہ لڑکی اس کے لئے اجنبی نہیں تھی اور وہ اپنے جملہ حقوق اس کے نام کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔

غائب ہو گئی تھی لیکن فوراً ہی اس نے خود کو سنبھال لیا اور چہرے پر خوش خلقی کا نقاب اوڑھ لیا تھا۔

حسب موقع اور حسب ضرورت، وہ مختلف قسم کے نقاب اپنے چہرے پر سجانے میں ماہر ہو چکی تھی مگر اس کے ذہن کے تاریک گوشوں میں کہیں خطرے کا سنگتل روشن ہو چکا تھا کیونکہ اس کی چھٹی جس نے سامنے کھڑی لڑکی کو بطور ایک دشمن شناخت کر لیا تھا۔

یہ ان لڑکیوں میں سے نہیں تھی جنہیں یونیورسٹی کے دنوں میں وہ اپنی موٹر بائیک پر اُڑائے اُڑائے پھرتا تھا۔ ہر تھوڑے دن کے بعد ایک نئی لڑکی سے اس کا افیئر چل پڑتا تھا۔ پہلے بھی ان میں سے کئی لڑکیوں کو وہ فریحہ سے ملانے کے لئے گھر لا چکا تھا لیکن وہ جانتی تھی کہ وہ ان میں سے کسی کے ساتھ بھی سیریس نہیں تھا اور نہ ہی اس کی نظر میں ان میں سے کوئی لڑکی ایسی تھی جو فیضان کو ٹکیل ڈال سکتی!

وہ فریحہ سے کبھی اپنی کوئی بات چھپاتا نہیں تھا کیونکہ اس نے ہمیشہ اپنا رویہ ان دونوں کے ساتھ دوستانہ ہی رکھا تھا۔ سمیرا بھی اپنی ہر چھوٹی سے چھوٹی بات اس سے شیئر کیا کرتی تھی، یہ الگ بات تھی کہ فیضان جس قدر دل پھینک اور کھلندا تھا، سمیرا اسی قدر سنجیدہ اور ریزروڈ قسم کی لڑکی تھی۔ اس کی زندگی میں اب تک جنس مخالف کا کوئی گزر نہیں تھا۔

فریحہ کو حیرت بلکہ تشویش اس بات پر تھی کہ فیضان نے پہلے سے اس لڑکی کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا اور آج اچانک ہی اسے گھر لے آیا تھا۔ جبکہ اس سے پہلے وہ کوئی افیئر شروع ہوتے ہی اس لڑکی کے بارے میں باتیں سنا سنا کر اس کے اور سمیرا کے کان کھا ڈالتا تھا۔

مگر آج فریحہ کو اس کے تیور کچھ جدا سے نظر آ رہے تھے بلکہ اس کے چہرے پر ”گرفتار محبت“ کے الفاظ لکھے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ اور اس لڑکی کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ بلا کی ذہین اور ارادے کی بچی تھی۔

اسے یوں محسوس ہوا جیسے فیضان بھی اپنے باپ کی طرح ایک لڑکی کو اس کی جگہ دینے کے لئے لے آیا تھا۔ ٹھنڈ کی ایک لہر سی فریحہ کے اوپر سے گزری اور وہ

اپنی دونوں کنپٹیوں پر بے حد دباؤ محسوس ہونے لگا، اس کی آنکھوں کے آگے حسد اور نفرت کا سیاہ اندھیرا چھانے لگا۔

دفعۃً کال تیل کی آواز نے محبت اور نفرت کا وہ حصار توڑ ڈالا۔

فریحہ پُر سکون آواز میں بولی۔ ”فیضی! بہن آگئی شاید..... جا کر دیکھو۔“

فیضان سعادت مندی سے سر ہلاتا ہوا فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ ساحرہ نے نوٹ کیا تھا کہ فیضان نہ صرف یہ کہ بڑی بہن سے بے حد محبت کرتا تھا بلکہ اس کا انتہائی فرماں بردار بھی تھا۔

اس کی چھٹی جس نے اسے خبردار کر دیا تھا کہ اگر فیضان سے شادی کر کے اس گھر میں آتا ہے تو اس عورت سے بے حد محتاط رہنا پڑے گا۔ گویا دونوں عورتیں اپنی غیر معمولی حساسیت کی بناء پر پہلی ہی ملاقات میں ایک دوسرے کی حریف بن چکی تھیں۔

فریحہ اس لڑکی سے کچھ خوف زدہ بھی ہو گئی تھی۔ وہ اسے ایک ایسی حسین بلا کی مانند لگ رہی تھی جو اس کے بھائی کو اپنے قبضے میں لینا چاہتی تھی۔

فیضان، سمیرا کے شانوں کے گرد بازو جمائل کئے، اسے اندر لے کر آیا۔ وہ دونوں کسی بات پر ہنستے ہوئے آرہے تھے۔ سمیرا ایک دلکش اور نازک اندام سی لڑکی تھی اور بہت حد تک اپنی ماں سے مشابہ تھی۔ جبکہ فیضان ہو بہو اپنے والد، سلمان احمد کی نوجوانی کی تصویر تھا۔ وہی کشیدہ قامت، اکہرا بدن، گھنے سیاہ بال اور جاذب نظر نقوش۔

کبھی کبھی سمیرا کا کوئی بے ساختہ انداز فریحہ کو صائمہ کی یاد دلا دیتا تھا، جس سے وہ بے حد نفرت کیا کرتی تھی لیکن صائمہ سے مشابہت رکھنے کے باوجود سمیرا کے لئے اس کی محبت میں کوئی کمی نہیں آسکی تھی، اس نے اسے بالکل اپنی بیٹی کی طرح پالا تھا۔

”ان سے ملو..... یہ ہیں ساحرہ حسن، میری کولیگ۔ انہی کی وجہ سے آج میں تمہیں لینے کے لئے نہیں آسکا۔“ فیضان نے اپنے مخصوص شوخ انداز میں کہا۔ ”اور یہ ہے سمیرا، جسے میں پیار سے ہمیشہ کہتا ہوں۔“

”میرا بھائی لاڈلا تو ضرور ہے لیکن بہت کام کا ہے۔“ اس نے چہرے سے اپنے اندرونی تاثرات ظاہر کئے بغیر مسکراتے ہوئے کہا۔

”دیکھا.....؟“ فیضان نے فاتحانہ انداز میں ساحرہ کی طرف دیکھا۔ ”بس ایک تمہی کو میری قدر نہیں۔ ورنہ میری پرسنالٹی تو ایسی ہے کہ جس لڑکی کو اشارہ کر دوں، وہ دوڑی چلی آئے۔“

”خوش فہمی ہے تمہاری۔“ ساحرہ نے ناک سکیڑتے ہوئے کہا۔
”بھئی، اس کی گواہی تو میں بھی دوں گی کہ فیضی یونیورسٹی کی لڑکیوں میں جتنا مقبول تھا شاید ہی کوئی دوسرا لڑکا ایسا ہو۔ اب تک بہت سی لڑکیوں کے فون آتے ہیں۔“ فریحہ نے بتایا۔ ”لیکن ایک خرابی ہے میرے بھائی میں..... کہ بہت جلد کسی بھی چیز کے بارے میں اپنی رائے بدل لیتا ہے۔“
ساحرہ کے چہرے کا رنگ ایک لمحے کے لئے متغیر ہوا۔ فیضان ذرا سا گڑبڑایا، پھر کہنے لگا۔

”میں نے تمہیں بتایا تھا ناں کہ آپ نے ہمیں ماں کی طرح پالا ہے لیکن ہم آپس میں دوستوں کی طرح رہتے ہیں۔“
پھر وہ فریحہ کی طرف مڑا۔

”آپی! آپ یقین کریں گی کہ یہ واحد لڑکی ہے جسے آپ سے ملوانے کے لئے مجھے اس پراچھی خاصی محنت کرنی پڑی ہے ورنہ آپ تو جانتی ہیں کہ اس سے پہلے لڑکیاں خود مجھے کھینچ کھینچ کر یہاں لاتی رہی ہیں۔“

”میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں..... تم جانتے ہو۔“ ساحرہ نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

”جانتا ہوں، اسی لئے تو پہلے کسی کے بارے میں اتنا سنجیدہ نہیں ہوا۔“ فیضان نے ساحرہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں اتنی چمک فریحہ نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

وہ دونوں چند لمحوں تک ایک دوسرے میں کھوئے رہے۔ کچھ دیر کے لئے وہ بھول گئے تھے کہ ان دونوں کے علاوہ وہاں کوئی تیسرا بھی موجود تھا۔ یکا یک فریحہ کو

دونوں لڑکیوں نے مسکراتے ہوئے ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا۔ سمیرا نے کہا۔
”بھائی! آپ نے پہلے تو کبھی ان کا ذکر نہیں کیا!“

”دراصل میں آپ دونوں کو سر پرانز دینا چاہتا تھا۔“ فیضان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ.....“ سمیرا نے آنکھیں گھماتے ہوئے معنی خیز انداز میں فریجہ کی طرف دیکھا تو اس نے سمیرا کے شرارت بھرے انداز کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

”چلو تم جلدی سے فریش ہو کر آ جاؤ، تب تک میں چائے وغیرہ لاتی ہوں۔“
”ہاں، جلدی کرو۔ ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔ پھر مجھے ساحرہ کو چھوڑنے بھی جانا ہے۔“ فیضان نے کہا۔

چائے کی میز پر سب کے لوازمات کو دیکھ کر فیضان نے ندیدے پن سے آنکھیں گھمائیں۔ ”اوہ، ونڈرفل آپ! یو آر گیٹ۔“ اس نے جلدی سے دو سینڈوچز اٹھا کر اپنی پلیٹ میں رکھ لئے۔

فریجہ نے متانت سے مسکراتے ہوئے ایک سینڈوچ ساحرہ کی پلیٹ میں رکھا۔
”تم بھی تو کچھ رکھ لو نا..... یہ فیضی کا بچہ تو کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔“

”جب آپ کے ہاتھ کی بنی ہوئی پسندیدہ چیزیں سامنے موجود ہوں تو واقعی میں خود پر کنٹرول نہیں رکھ سکتا۔“ فیضان نے سینڈوچ کا آخری ٹکڑا منہ میں ٹھونستے ہوئے کہا۔

”جلدی سے اپنا سینڈوچ ختم کریں ساحرہ..... پھر آپ کو یہ فروٹ ایک اور کوکیز بھی ٹرائی کرنی ہیں۔“ سمیرا نے کہا۔ ”ورنہ فیضان بھائی سب چیزیں چٹ کرنے میں دیر نہیں لگائیں گے۔“

”یہ سب چیزیں یقیناً آپ نے بنائی ہوں گی۔“ ساحرہ نے مسکراتے ہوئے فریجہ کو مخاطب کیا۔ ”فیضان نے مجھے بتایا تھا کہ آپ بے مثال ہاؤس کیپر ہیں..... کلنگ اور بیکنگ میں تو آپ کا کوئی جواب ہی نہیں!“

”دیکھ لو، کیا جھوٹ کہا تھا؟“ فیضان نے کہا۔
فریجہ نے ساحرہ کی طرف ایک بڑھایا۔ ”معلوم نہیں تمہیں پلین کیک پسند ہے یا

نہیں؟ لیکن فیضان اور سمیرا کو آکٹنگ پسند نہیں ہے اس لئے میں ہمیشہ پلین کیک ہی بناتی ہوں۔“

”آپ کو بھی آکٹنگ پسند نہیں.....؟“ ساحرہ نے سوال کیا۔
”مجھے تو پسند ہے لیکن.....“

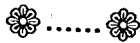
”لیکن آپ وہی کرتی ہیں جو ان دونوں کو پسند ہو!“ ساحرہ نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”دیش رائٹ۔“ فیضان نے فریجہ کی طرف سے جواب دیتے ہوئے کہا۔ ”تم چاہو تو مستقبل قریب کے لئے آپنی سے میری پسندیدہ ڈشز اور ان کی ریسپیجز معلوم کر سکتی ہو۔ وہ کہات تو تم نے سنی ہو گی ناں کہ مرد کے دل کا راستہ اس کے معدے سے ہو کر گزرتا ہے۔“

ساحرہ کے چہرے پر ہلکی سی سرخی پھیل گئی۔ ”اور اگر مجھے کلنگ سے کوئی دلچسپی ہی نہ ہو تو.....؟“ اس نے سر جھکاتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا۔

”تب پھر ہم ڈبل روٹی، مکھن اور محبت پر ہی گزارہ کر لیں گے۔“ فیضان نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے عاشقانہ انداز میں ساحرہ کی طرف دیکھا تو وہ گلٹار ہو گئی اور سمیرا بے اختیار ہنسنے لگی۔

لیکن فیضان کا یہ انداز اور اس کے الفاظ فریجہ کے اندر ایک آگ سی بھڑکا گئے۔ گویا وہ اس کی رضامندی لئے بغیر اس لڑکی کو اپنانے اور گھر میں لانے کا فیصلہ کئے بیٹھا تھا۔ اس نے اپنی ساری جوانی ان کی خاطر تیج دی تھی، راتوں کو جاگ جاگ کر اس کی تیمارداریاں کی تھیں، جلتی دوپہروں میں اس کے پسندیدہ کھانے بنائے تھے، اسے اعلیٰ تعلیم دلانے اور اچھا لباس مہیا کرنے کی خاطر اپنی چھوٹی چھوٹی ضروریات تک کی قربانی دی تھی اور وہ ایک ایسی لڑکی کو اس گھر میں لانا چاہتا تھا جو اس کی عمر بھر کی ریاضت پر پانی پھیر سکتی تھی۔



اس کے آنے کے بعد سب کچھ بدل جائے گا۔ مجھے اپنی فکر نہیں، میں تو بس فیضان کے لئے فکر مند ہوں۔ وہ بہت زیادہ حساس لڑکا ہے، ہر بات کا بہت جلدی اثر لیتا ہے۔ اس کے لئے تو بہت کیرنگ قسم کی بیوی ہونی چاہئے! مجھے نہیں لگتا کہ یہ لڑکی اسے سمجھ پائے گی۔“

”یہ نہیں ہو سکتا۔“ سمیرا نے تیزی سے کہا۔ وہ تینوں ایک دوسرے کو بے حد چاہتے تھے، ان کے درمیان کوئی ناپسندیدہ ہستی آ جائے، یہ اسے گوارا نہیں تھا۔ ”ہم اسے ایسا کرنے سے روکیں گے۔“

”لیکن کیسے میری جان؟“ فریحہ نے اپنے لہجے میں دنیا بھر کی بے چارگی اور محبت سموتے ہوئے پوچھا۔ ”اگر فیضان اسے چاہتا ہے تو ہم اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے!“

”میرے خیال میں تو بھائی کے لئے یہ لڑکی بالکل مناسب نہیں ہے۔“ سمیرا نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے قطعیت سے کہا۔

”میرا فیضی.....!“ فریحہ نے کھوئے کھوئے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ ”میں اس کے لئے کیا کروں؟“ یکایک اس کی آنکھیں کسی فوری خیال کے تحت چمک اٹھیں۔ ”ہاں، ایک طریقہ ہو سکتا ہے۔“

”وہ کیا.....؟“ سمیرا نے بے تاب سے پوچھا۔ اپنی ماں کی طرح وہ بھی ایک پُر خلوص اور نیک نیت لڑکی تھی، دوسروں پر بہت جلد اعتماد کر لینے والی! اور فریحہ پر تو اس کا بے حد اعتقاد تھا، اس کی ہر بات سمیرا کے لئے حرف آخر تھی۔

”تم ساحرہ سے دوستی بڑھاؤ، اس کے گھر آنا جانا رکھو اور پھر رفتہ رفتہ فیضان کو یہ باور کراؤ کہ وہ گھر بار چلانے والی لڑکی نہیں ہے، اسے تو بس ایک سیدھے سادھے اور کمانے والے شوہر کی ضرورت ہے جس پر وہ اپنا حکم چلا سکے اور فیضان ایسی بیوی کے ساتھ ہرگز خوش نہیں رہ سکتا جو نہ تو اچھا کھانا پکانا جانتی ہو اور نہ ہی گھر کو چلانے کا سلیقہ رکھتی ہو! فیضان کو خود بھی اس کے گھر جا کر اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھنے دو کہ وہ کس قدر بد سلیقہ اور بے پرواہ قسم کی لڑکی ہے..... کیونکہ مجھے یقین ہے کہ وہ ایسی ہی ہے!“ فریحہ نے سمیرا کو اپنا منصوبہ سمجھایا۔

فیضان اور ساحرہ کے جانے کے بعد سمیرا صوفے پر نیم دراز ہو کر ٹی وی دیکھنے لگی۔ فریحہ کو چائے کے برتن سمیٹتے دیکھ کر اس نے اٹھ کر اس کی مدد کرنے کی بجائے اپنے پاؤں اٹھا کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ لئے اور مزید پھیل کر بیٹھ گئی۔

فریحہ نے اس پر کبھی گھر کی کوئی ذمہ داری ڈالنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ نہ ہی خود سمیرا کو گھر کے کام کاج سیکھنے کا کوئی شوق تھا لہذا وہ مزے بیٹھی فریحہ کو اکیلی گھر کے کاموں میں مصروف دیکھتی رہتی تھی۔

فریحہ کو اس سے کوئی شکایت بھی نہیں تھی، وہ خوش خوشی ہر کام انجام دیتی تھی بلکہ اس بات پر خوش ہوتی تھی کہ دونوں بہن بھائی اب تک صرف اسی پر انحصار کرتے تھے۔

”یہ لڑکی آپ کو کیسی لگی آپ!“ سمیرا نے اچانک سوال کیا۔ ”تمام وقت بڑی لئے دیئے سی بیٹھی رہی۔ مجھے تو بھائی اس کے لئے کچھ سنجیدہ نظر آتے ہیں۔“

فریحہ نے میز صاف کرتے کرتے اپنے ہاتھ روک لئے۔ ”بہت خوبصورت ہے.....“ اس نے سپاٹ سی آواز میں کہا۔ ”اور بہت چالاک بھی ہے۔ اس نے چند ہی منٹوں میں یہ اندازہ لگا لیا کہ وہ بہت سخت دل اور خود پسند قسم کی لڑکی ہے۔ ایسی لڑکیاں عموماً شوہروں کو اپنا محکوم بنا کر رکھتی ہیں اور کسی بھی معاملے میں دوسروں کے ساتھ شیر نہیں کرتیں۔ لیکن تمہارے اور میرے فکر مند ہونے سے کیا ہوتا ہے؟ فیضان اسے پسند کر چکا ہے۔“

اس نے سمیرا کی طرف دیکھتے ہوئے ایک ٹھنڈی سانس لی اور دھیمے لہجے میں کہنے لگی۔

”ہم آج تک اس گھر میں ہر چیز، اپنا ہر ڈکھ سکھ شیر کرتے آئے ہیں۔ لیکن

لیکن اس کی یہ خوشی جلد ہی مایوسی میں بدل گئی تھی جب ایک شام فیضان نے آتے ہی اعلان کیا کہ اس اتوار کو وہ سب ساحرہ اور شہریار سمیت پکنک پر جائیں گے۔

یہ بتاتے ہوئے وہ بے حد خوش تھا۔ ”ڈیر ہمشیرہ..... تم بس جلدی سے ایک پکنک باسکٹ تیار کر لو اور آپنی ایک دن پہلے کھانے پینے کی کچھ چیزیں بنالیں گی، کچھ چیزیں ساحرہ اور شہریار لے آئیں گے۔ بہت دنوں سے اس طرح کا کوئی پروگرام نہیں ہوا..... مزہ آجائے گا! کیوں آپنی؟“

”ہاں، کیوں نہیں.....“ فریجہ نے خود کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔ ”میں تو اس دن کے بعد ساحرہ سے ملی ہی نہیں!“ اس نے غور سے فیضان کے تاثرات کا جائزہ لیا۔

”فکر نہ کریں آپنی! اب آپ اسے دیکھتی رہا کریں گی۔“ فیضان نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا تو وہ اس کی طرف دیکھتی رہ گئی۔ وہ اپنی دھن میں مگن کہہ رہا تھا۔ ”آپنی! لگتا ہے کہ وہ مجھ سے شادی کرنے پر رضامند ہو جائے گی۔ شاید پتھر میں جو تک لگ گئی ہے!“

نفرت اور حسد کا ایک شعلہ سا فریجہ کے اندر بھڑکا اور اس کے دل کو جھلسا گیا۔ چند لمحوں تک وہ کچھ بولنے کے قابل ہی نہیں ہو سکی لیکن جلد ہی سنبھل گئی۔ فیضان نے قریب آکر اس کے گلے میں ہانپیں ڈال دیں۔

”کچھ کہیں گی نہیں آپنی؟“ اس نے لاڈ سے پوچھا۔

فریجہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ ”خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے آپنی کی جان!“

”تھینک یو آپنی!“ وہ نہال ہو گیا۔ ”بس یونہی دعائیں دیتی رہا کیجئے۔“

”تو پھر کب تک شادی کا ارادہ ہے جناب کا؟“ اس نے دل پر پتھر رکھ کر مذاق کے سے انداز میں پوچھا۔

”ارے، ابھی کہاں آپنی!“ وہ جھینپ گیا۔ ”پہلے وہ رضامند تو ہو جائے..... شادی میں تو ابھی بہت وقت ہے!“

اسی لمحے سمیرا سے اس کی نظر ملی۔ اس نے بے چارگی سے اپنا سر جھکا لیا۔

فریجہ کے کہنے پر سمیرا کئی مرتبہ ضد کر کے فیضان کے ساتھ ساحرہ کے گھر گئی۔ حالانکہ فیضان اس سے پہلے کبھی اس کے گھر نہیں گیا تھا لیکن بہن کی ضد کے آگے مجبوراً اسے گھٹنے ٹیکنے ہی پڑے تھے۔

سمیرا کو اس کے گھر جا کر واقعی بے حد مایوسی ہوئی تھی۔ ساحرہ کے والدین کا انتقال ہو چکا تھا اور وہ دو کمروں کے ایک چھوٹے سے فلیٹ میں اپنے بڑے بھائی شہریار حسن کے ساتھ رہتی تھی۔ والدین کے انتقال کے بعد دونوں بہن بھائی کچھ عرصہ اپنے چچا، چچی کے پاس رہے کیونکہ والدین نے ان کے لئے کوئی ذاتی مکان نہیں چھوڑا تھا۔

کچھ عرصہ بعد چچا، چچی سے اختلافات پیدا ہونے لگے اور شہریار جاب ملتے ہی بہن کو لے کر کرائے کے فلیٹ میں چلا آیا۔ اس کی کوششوں سے ساحرہ کو بھی اس کی کمپنی میں ایک اچھی جاب مل گئی۔ اب وہ دونوں بہن بھائی فل ٹائم جاب کرتے تھے لہذا گھر اور گھر کی سجاوٹ وغیرہ پر توجہ دینے کے لئے ساحرہ کے پاس وقت نہیں تھا اور وہ دونوں فی الحال اس تنگ و تاریک سے فلیٹ کو اپنی عارضی قیام گاہ کہتے تھے۔

کھانا بھی وہ اکثر گھر سے باہر ہی کھاتے تھے۔ کبھی کبھار ساحرہ کوئی ریڈی میڈ، جھٹ پٹ قسم کی ڈش تیار کر لیا کرتی تھی ورنہ اسے کھانا پکانے سے کوئی خاص شغف نہیں تھا۔

سمیرا نے فریجہ کو ان باتوں کی باقاعدگی سے رپورٹ دینے کے ساتھ ساتھ فیضان کو بھی یہ سب باتیں سمجھائی اور بتائی تھیں۔ پھر باتوں باتوں میں ساحرہ کے بارے میں کچھ مایوسی کا اظہار کیا تھا کہ اس جیسی غیر ذمہ دار اور غیر منظم لڑکی اس کے لاڈلے اور چہیتے بھائی کو بھلا کب سنبھال سکتی تھی؟

فیضان نے بہن کی باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا تھا، سوائے ایک خاموش مسکراہٹ کے..... ساحرہ اس دن کے بعد دوبارہ ان کے گھر نہیں آئی تھی۔ لہذا فریجہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ شاید ساحرہ کے بارے میں فیضان کا جوش و خروش ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ وہ اپنے اس خیال پر بے حد خوش تھی۔

ساتھ اس کے سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔

اسے احساس ہوا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھامے ہوئے کھڑی تھی۔ اس نے گزری ہوئی یادوں کو ذہن کے تاریک خانوں کی طرف واپس دھکیلا اور زبردستی چہرے پر مسکراہٹ لاتے ہوئے بولی۔

”کچھ نہیں..... یونہی ذرا چکر سا آ گیا تھا۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی، فیضان سے آپ کا بہت ذکر سنا تھا۔“

”مجھے بھی آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ لیکن فیضان آپ کے بارے میں اتنا کچھ بتا چکا ہے کہ لگتا ہے میں بہت پہلے سے آپ کو جانتا ہوں۔“ وہ مسکرایا۔

اس کے ان الفاظ پر فریجہ کے زرد چہرے پر رنگ سا دوڑ گیا اور اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ پچیس سال بعد پہلی مرتبہ اس کا دل کسی کے لئے اس طرح دھڑکا تھا۔

پکنک کے لئے انہوں نے شہر سے کچھ فاصلے پر واقع فارم ہاؤس نما ایک پارک کا انتخاب کیا تھا۔ یہ پارک خاصے طویل و عریض رقبے پر پھیلا ہوا تھا۔ یہاں پھلوں کے باغات اور اونچے اونچے درختوں کے علاوہ سبز گھاس سے ڈھکی ہوئی ایک اونچی پہاڑی اور ایک خوبصورت سی مصنوعی جھیل بھی تھی۔ اس کے علاوہ سونگ پولز اور پکنک پر آنے والوں کی تفریح طبع کے لئے دیگر لوازمات بھی موجود تھے۔

شہر یار اپنے کسی دوست کی گاڑی لے کر آیا تھا۔ جلد ہی وہ اپنی کار خریدنے والا تھا۔ فریجہ اپنے ابو کی کار، کافی عرصہ پہلے ان کے انتقال کے بعد ہی فروخت کر چکی تھی۔ فیضان کی گریجویشن کے بعد اس نے اپنی بیٹی کبھی پونجی سے اسے ایک موٹر سائیکل دلوادی تھی جسے وہ اب تک چلا رہا تھا۔

پکنک پوائنٹ پہنچ کر کار سے اترنے کے بعد شہر یار نے فریجہ کے ہاتھ سے باسکٹ لے لی اور اس سے باتیں کرتا ہوا آہستہ آہستہ اس کے ساتھ ہٹ تک آیا۔ جبکہ فیضان، سمیرا اور ساحرہ کار سے اتر کر ارد گرد کا جائزہ لیتے پھر رہے تھے۔

ہٹ میں آنے کے بعد شہر یار نے اسے بیٹھنے کے لئے کرسی پیش کی اور خود بھی اس کے قریب ایک کرسی پر بیٹھ کر اس سے باتیں کرنے لگا۔ فیضان نے باہر سے ان

”ہاں، ابھی تو بہت وقت ہے۔“ اس نے دل ہی دل میں دہرایا اور سوچنے لگی کہ ابھی تو ساحرہ سے ملنے کے بہت سے مواقع میسر آئیں گے اور اس دوران میں وہ اسے فیضان کی قتلون مزاجی، اس کے نت نئے انفریز اور زندگی کے بارے میں اس کے غیر سنجیدہ رویے سے متعلق واقعات سناتی رہے گی اور باتوں باتوں میں اس کی ماں کے خفیہ عشق اور پھر اس کی خودکشی کے بارے میں بھی بتائے گی۔

اس کے پاس بہت سے ہتھیار پوشیدہ تھے..... جنہیں وقت پڑنے پر استعمال کرنا وہ خوب جانتی تھی! انہی ہتھیاروں سے وہ برسوں پہلے صائمہ کو تباہ کر چکی تھی۔ حالانکہ وہ بے گناہ تھی۔ مگر اس کے لئے محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز تھا۔



فریجہ نے پکنک کے لئے بڑے زور و شور سے تیاری کی۔ کھانے پینے کے لئے ایسی بہت سی چیزیں بنائیں جو فیضان کو بہت پسند تھیں۔ وہ ساحرہ اور اس کے بھائی کو دکھانا چاہتی تھی کہ ان کے ہاں کیا کچھ پسند کیا جاتا تھا اور یہ کہ اس کا بھائی کس قدر نفاست پسند اور ڈیماڈنگ تھا۔ کھانے پینے کے معاملے میں اس کی بنائی ہوئی چیزوں کا کس قدر عادی تھا!

ساحرہ کا بھائی، شہر یار اس سے دس سال بڑا تھا لیکن خاصا ہینڈسم آدمی تھا۔ فریجہ اسے دیکھ کر چونک سی گئی..... اس کے ذہن کے نہاں خانوں میں جیسے ایک دراز قد، گندمی رنگت اور وجاہت سے بھرپور مسکراتے ہوئے چہرے والے نوجوان کی تصویر ابھری، جسے وہ دل ہی دل میں پوجنے لگی تھی اور جسے کسی نے اس سے جھین لیا تھا۔ اسے یوں لگا جیسے اس لمحے اس کے سامنے شہر یار نہیں بلکہ عامر کھڑا تھا۔ پھر اس کے لب ہلے، وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ اس نے سنا، عامر، صائمہ سے کہہ رہا تھا کہ وہ اس سے بے انتہا محبت کرتا ہے۔ وہ سرتاپا کانپ سی گئی۔

یہ ایک اسے ہوش آیا، شہر یار تشویش زدہ سے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

”آپ ٹھیک تو ہیں؟“

اس کی آواز بھی بالکل عامر کی طرح گہری اور گونج دار سی تھی۔ چند لمحوں کے لئے اسے بالکل یوں محسوس ہوا تھا جیسے عامر اپنی عمر میں کچھ سالوں کے اضافے کے

دونوں کو آواز دی۔ شہریار نے کہا۔
”ہم ذرا ٹھہر کر آتے ہیں۔“

پھر وہ فریجہ سے مخاطب ہوا۔ ”میرا خیال ہے ایک ایک کپ چائے پینے کے بعد باہر مٹر گشت کرنے چلتے ہیں۔“
فریجہ کے جواب کا انتظار کئے بغیر وہ اٹھا اور باسکٹ سے چائے کا فلاسک اور دو کپ نکال لایا۔

چائے کا کپ دیتے وقت اس کا ہاتھ فریجہ کے ہاتھ سے مس ہو گیا۔ اس اچانک لمس نے فریجہ کے پورے جسم میں ایک سنسنی دوڑا دی۔ شہریار کی رفاقت میں اس وقت وہ خود کو پھر سے ایک نوجوان لڑکی کی طرح محسوس کر رہی تھی اور اب اسے کسی صائمہ کا ڈر بھی نہیں تھا جو عامر کی طرح شہریار کو اس سے چھین لے جاتی۔

اس کے بعد تمام وقت اس نے ان لوگوں کے ساتھ خوب انجوائے کیا۔ وہ سب پہاڑی کی دوسری طرف گئے۔ جاتے وقت وہ پہاڑی پر چڑھنے کے بعد دوسری طرف اترے اور واپسی میں گھوم کر جھیل کی طرف واپس آئے اور کچھ دیر تک جھیل کے کنارے بیٹھے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اور جھیل میں تیرتے راج ہنسوں کو دیکھ کر لطف اندوز ہوتے رہے۔

پوری دوپہر وہ ان لوگوں کے ساتھ ان کے ہلے گئے اور بھاگ دوڑ میں شریک رہی۔ فیضان اور سمیرا اسے دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ انہوں نے اپنی آپنی کو اس قدر سرگرم کبھی نہیں دیکھا تھا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد شہریار نے اس کے ساتھ چیزیں سمیٹتے ہوئے کہا۔
”آپ واقعی زبردست کک ہیں..... سنا تو بہت تھا لیکن آج ثابت بھی ہو گیا۔“
”آپ لوگ کسی روز رات کے کھانے پر آئیں نا۔“ اس نے اپنی تعریف پر خوش ہوتے ہوئے کہا۔ ”میں آپ کو اپنی پسندیدہ ڈشز بنا کر کھلاؤں گی۔ اگر آپ انگلیاں نہ چاٹتے رہ جائیں تو میرا نام نہیں۔“

”ہم ضرور آئیں گے۔“ شہریار نے فوراً کہا۔ ”لیکن اس شرط پر کہ اس کے بعد کسی روز آپ کو ہمارے ساتھ ڈنر پر کہیں باہر چلنا پڑے گا۔ کیونکہ میں نے سنا ہے

کہ دونوں بہن بھائی کی خاطر آپ نے خود کو صرف گھر اور گھر داری تک محدود کر رکھا ہے۔ یہ تو اپنے اوپر سراسر ظلم ہے۔ آخر آپ بھی ایک جیتی جاگتی انسان ہیں..... آپ کو اپنا خیال رکھنا چاہئے۔“

وہ سحر زدہ سی ہو گئی۔ زندگی میں پہلی بار اس نے کسی کے منہ سے اپنے لئے ایسی باتیں سنی تھیں..... اس نے تو کبھی اپنے بارے میں اس انداز سے سوچا ہی نہیں تھا کہ اس کی اپنی بھی کوئی زندگی تھی۔ ارمان تھے، خواہشات تھیں، اس کا بھی اپنا ایک گھر، محبت کرنے والا ایک شوہر اور پیارے پیارے بچے ہونے چاہئیں تھے۔

مگر اب بھی اتنی زیادہ دیر تو نہیں ہوئی تھی کہ اس کے یہ سارے ارمان پورے ہی نہ ہو سکتے ہوں۔ اس نے سوچا، اس کی عمر کچھ زیادہ تو ہو چکی تھی لیکن اتنی بھی زیادہ نہیں کہ وہ بوڑھی کہلاتی۔

وہ اب بھی ویسی ہی سلم اور اسمارٹ تھی جیسی نوجوانی میں ہوا کرتی تھی اور اب بھی اس کے اندر نوجوانوں جیسی پھرتی اور چستی تھی۔ کیونکہ اس نے تمام عمر خود کو بے حد مصروف رکھا تھا۔ شاید اسی لئے وہ اب تک بیماریوں کا شکار ہونے سے بھی بچتی ہوئی تھی۔

بیٹھے بیٹھے اس کا ذہن خوابوں کے تانے بانے بٹنے لگا..... دفعۃً ساحرہ کی آواز اس کے کانوں سے نکرائی۔

”بھائی! ہم آکس کریم کھانے جا رہے ہیں۔ آپ دونوں ہمارے ساتھ چلیں گے؟“

فریجہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔ وہ کچھ فاصلے پر کھڑی جواب کی منتظر تھی۔ اس وقت اسے ساحرہ کی مداخلت سخت ناگوار گزری تھی۔ اس کا خیال تھا کہ شہریار جانے سے انکار کر دے گا لیکن وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”میرا خیال ہے آپ کچھ دیر یہاں آرام کریں..... ہم لوگ ایک چکر لگا کر واپس آتے ہیں۔“ وہ اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ان تینوں کے پاس پہنچ گیا جواب ایک ساتھ کھڑے تھے۔

فریجہ دیکھتی ہی رہ گئی۔ اسے اس چالاک لڑکی پر سخت غصہ آ رہا تھا جو اپنے بھائی

کو بہانے سے بلا لے گئی تھی۔ وہ بھلا کب یہ برداشت کر سکتی تھی کہ اس کا بھائی ایک ایسی عورت میں دلچسپی لے جسے وہ ناپسند کرتی تھی۔ فریجہ سوچ رہی تھی کہ آخر لوگ اس کی محبت کے دشمن کیوں ہو جاتے ہیں؟..... کیوں اسے خود سے نفرت کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں؟

اسے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ آج وہ کیا منصوبہ دل میں لے کر اس پکنک پر آئی تھی! اسے تو آج فیضان کے ماضی کے بارے میں ساحرہ کو آگاہ کرنا تھا، اس کی آنکھیں کھولنی تھیں تاکہ وہ فیضان کے بارے میں اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر سکے۔ لیکن یہاں پہنچنے کے بعد تو گویا وہ سب کچھ بھول گئی تھی۔ ساری باتیں اس کی نظر میں غیر اہم ہو کر رہ گئی تھیں سوائے شہریار کے۔

کافی دیر اپنے خیالوں میں ڈوبے رہنے کے بعد اس نے گھڑی دیکھی، اس کے حساب سے ان چاروں کو گئے خاصی دیر ہو چکی تھی۔ وہ بے چین ہو کر ہٹ سے باہر نکل آئی۔ اس نے دیکھا، وہ سب واپس آ رہے تھے۔

سمیرا نے اسے دیکھا تو دوڑ کر اس کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک آئس کریم کپ تھا۔

”ہم تو آپ کے لئے آئس کریم نہیں لے رہے تھے کیونکہ آپ کو آئس کریم زیادہ پسند نہیں۔ لیکن شہریار صاحب نے اصرار کیا کہ ہمیں آپ کے لئے آئس کریم لے جانی چاہئے۔“ سمیرا نے کہا اور کپ اس کی طرف بڑھا دیا۔ ”جلدی سے کھا لیں ورنہ پگھل جائے گی۔“

فریجہ کا غصہ پل بھر میں ہوا ہو گیا۔ شہریار نے اس کا خیال جو رکھا تھا۔

”تھینک یو.....“ اس نے سمیرا کے ہاتھ سے کپ لے لیا۔

”کوئی ضروری نہیں کہ آپ اسے مروتا ضرور کھائیں۔“ سمیرا نے کہا۔ پھر ہنستے ہوئے بولی۔ ”یہ شہریار صاحب بھی کچھ عجیب ہیں، کہنے لگے ضروری نہیں کہ اگر وہ عام طور پر آئس کریم کھانا پسند نہیں کرتیں تو آج بھی نہ کریں۔ کبھی کبھی خصوصی حالات کے تحت انسانوں کے رویے اور عادات میں تبدیلیاں آ جاتی ہیں اور وہ خود بھی انہیں محسوس نہیں کر پاتا۔ آپ کو معلوم ہے آپ! ان صاحب کا خیال ہے کہ وہ

انسانوں کی نفسیات کو خود ان سے زیادہ بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔“

”شاید ان کا خیال درست ہو۔“ فریجہ نے آئس کریم سے بھرا چیمہ منہ میں لے جاتے ہوئے کہا۔ ”ضروری نہیں کہ انسان ہمیشہ لکیر کا فقیر رہے۔ کبھی کبھی منہ کا ذائقہ تبدیل کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔“

سمیرا نے آنکھیں پھیلا کر اس کی طرف دیکھا۔ ”لیکن آپ! آپ جیسی ہیں، ہمیں اسی طرح پسند ہیں..... ہم ہرگز یہ نہیں چاہیں گے کہ آپ کسی بھی وجہ سے خود کو تبدیل کریں۔“

تب تک وہ تینوں بھی ان کے قریب پہنچ گئے۔ فریجہ نے کہا۔ ”فرض کرو، اگر میں خود زندگی میں کوئی تبدیلی لانا چاہوں تو؟“

”فکر نہ کریں آپ! فیضان نے حسب عادت بات کو سمجھے بغیر درمیان میں دخل اندازی کی۔“ جلد ہی ایسا ہونے والا ہے۔“

یہ کہہ کر اس نے کن آنکھوں سے ساحرہ کی طرف دیکھا تو فریجہ کے لئے اپنے غصے اور حسد پر قابو رکھنا دشوار ہو گیا۔ اس نے بمشکل خود کو نارمل رکھا۔ اسے احساس نہیں تھا لیکن اس وقت شہریار اور ساحرہ دونوں بغور اس کے تاثرات نوٹ کر رہے تھے۔

واپسی میں وہ شہریار کے ساتھ پنجر سیٹ پر بیٹھی تھی جبکہ فیضان، سمیرا اور ساحرہ تینوں پیچھے بیٹھے تھے۔ شہریار خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ فریجہ بھی گم صم سی بیٹھی تھی۔ اس پر شہریار کے قرب کا نشہ طاری تھا۔ دو مرتبہ شہریار کا بازو اس کے بازو سے مس ہوا اور اس کے خون کی گردش تیز ہو گئی۔ جس لڑکی سے وہ نفرت کرتی ہے اس کے بھائی سے اس قدر چاہت؟ اس نے سوچا، شاید اس طرح ساحرہ کو برداشت کرنا اس کے لئے کچھ آسان ہو جائے!



چند روز بعد وہ فریجہ کی دعوت پر اپنی بہن کے ساتھ ان کے ہاں ڈنر پر آیا۔ فریجہ نے بڑی محنت سے خصوصی ڈشیں تیار کی تھیں۔ اس کا چہرہ اندرونی خوشی کے باعث متمتا رہا تھا جسے دوسروں نے شاید یہ سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہو گا کہ دیر تک کچن میں

بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

اس نے پوچھا۔ ”یہ شہریار اور سمیرا کہاں چلے گئے؟“
 ”وہ دونوں لان میں ٹہلنے گئے ہیں۔ شاید مزے مزے میں دونوں نے کچھ زیادہ
 ہی کھالیا۔“ فیضان نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔
 ”میں انہیں بلا کر لاتی ہوں۔ ورنہ کافی ٹھنڈی ہو جائے گی۔“ فریحہ نے کہا اور
 باہر لان کی طرف چل دی۔

لان میں گھر کی کھڑکیوں سے آنے والی ملگجی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی کیونکہ انہوں
 نے تیز روشنی کا انتظام کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی تھی۔ فریحہ نے ادھر ادھر
 نظر دوڑائی، وہ دونوں اسے ایک درخت کے نیچے نیم تار کی ٹیں کھڑے نظر آ گئے۔
 لیکن وہ دونوں جس طرح ارد گرد سے بے خبر ایک دوسرے میں کھوئے ہوئے
 تھے، اسے دیکھ کر فریحہ کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ اس نے پلکیں جھپکا کر دوبارہ
 غور سے دیکھا مگر وہ اس کا وہم نہیں، بلکہ حقیقت تھی۔ نیم تار کی ٹیں میں وہ ان دونوں
 کے ہیولے اچھی طرح پہچان سکتی تھی۔

ان دونوں کے بازو ایک دوسرے کے گرد حائل تھے اور سمیرا نے اپنا سر شہریار
 کے شانے پر رکھا ہوا تھا۔

درد کی ایک تیز اور بے رحم لہر اس کے دل کو کاٹتی ہوئی گزر گئی۔

ان کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ بہت پہلے ایک دوسرے کے قریب آ چکے
 تھے اور وہ بے خبر اپنے ہی خوابوں میں گم تھی!

اسے اپنا دل کنپیٹیوں میں دھڑکتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ وہ مٹھیاں بھینچ کر اپنی
 حالت پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی۔ ذرا سا غور کرنے پر یہ حقیقت فوراً ہی اس پر
 منکشف ہو گئی کہ شہریار کیوں اس کو اتنی اہمیت، اتنی توجہ دیا کرتا تھا؟ اس لئے نہیں کہ
 وہ اسے پسند کرنے لگا تھا بلکہ اس لئے کہ وہ فیضان اور سمیرا کی بڑی بہن اور ان کی
 سرپرست تھی! اس نے انتہائی چالاکی سے اپنا راستہ بنایا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ فریحہ
 کی خوشنودی حاصل کئے بغیر وہ سمیرا تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

مگر اس نے غلط راستہ اختیار کیا تھا، اسے سراسر دھوکا دیا تھا۔ اس کے ذہن کی

رہنے کے باعث ایسا ہے۔

سب اس روز بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ خوب باتیں ہو رہی تھیں۔ سبھی نے دل
 کھول کر اس کے پکائے ہوئے کھانوں کی تعریف کی تھی، سوائے ساحرہ کے۔ ہمیشہ
 کی طرح آج بھی وہ لئے دیئے سی تھی۔ جبکہ شہریار برابر باتوں میں حصہ لے رہا تھا۔
 فریحہ آج بھی اس کی توجہ کا مرکز تھی۔ کھانے کے بعد اس نے برتن اٹھانے اور
 پکین تک لے جانے میں اس کی مدد کی۔ وہ تینوں بیٹھے آپس میں باتیں کرتے رہے
 اور شہریار نے فریحہ کے ساتھ چائے بنانے میں اس کی مدد کی۔ اس کے بے حد منع
 کرنے کے باوجود وہ اس کا ہاتھ بناتا رہا۔ وہ بھلا ایسی عنایتوں کی کب عادی تھی؟
 وہ خود کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کر رہی تھی..... وہ جواب تک دوسروں کی زندگی جیتی
 آئی تھی، اپنے بارے میں خواب دیکھنے لگی تھی۔

شہریار اکثر ان کے ہاں آنے جانے لگا تھا۔ زیادہ تر ساحرہ اس کے ساتھ ہوا
 کرتی تھی لیکن کبھی وہ تنہا بھی آ جاتا تھا۔ فریحہ بے چین سی اس کے کچھ کہنے کی منتظر
 تھی۔ وہ اپنی عمر کا بڑا حصہ ضائع کر چکی تھی۔ اسے یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے اب
 اس کے پاس ضائع کرنے کے لئے وقت بالکل نہیں تھا۔ وہ شہریار سے خود بات
 کرنے کے لئے ہمت مجتمع کر رہی تھی۔

شہریار کے انداز سے یوں لگتا تھا کہ اس کے نزدیک اس کی اور فریحہ کی عمروں کا
 فرق کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ قدرے احترام کے ساتھ وہ اسے اس کے نام ہی سے
 مخاطب کیا کرتا تھا۔ اس کی انہی باتوں نے فریحہ کی امید اور حوصلے کو بہت بلند کر دیا
 تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ شاید وہ دل کی بات کہنے کا حوصلہ نہیں کر پا رہا اسی لئے اس
 نے خود پہل کرنے کا ارادہ باندھ لیا تھا۔

ایک ویک اینڈ پر فریحہ نے دونوں بہن بھائی کو ایک بار پھر ڈنر پر مدعو کر ڈالا۔
 فیضان اور سمیرا بڑی بہن کے رویے سے بہت خوش تھے۔ خاص طور سے فیضان کا
 خیال تھا کہ وہ محض اس کی خاطر اتنا تردد کرتی ہے۔

کھانے کے بعد فریحہ کافی بنانے چلی گئی۔ وہ چاروں ہال میں بیٹھ کر گپ شپ
 کرنے لگے۔ وہ جھٹ پٹ کافی بنا کر لے آئی۔ ہال میں صرف فیضان اور ساحرہ

تاریکیوں میں کہیں ایک بار پھر نفرت کا لاوا اُبلنے لگا..... کہیں دور اس کے کانوں میں بریک لگنے کی جڑا ہٹ سنائی دی۔ اس کا مطلب تھا کہ ایک اور دشمن کا خاتمہ! اس مرتبہ اس کے مقابل ایک نہیں بلکہ دو دشمن تھے۔ ایک بھائی اور ایک بہن..... جو کہ اس کی ساری متاع ہی لوٹ لینا چاہتے تھے۔ اس کی زندگی بھر کی کمائی فیضان اور سمیرا ہی تو تھے جن پر وہ دونوں اپنا اپنا تسلط جما لینا چاہتے تھے اور وہ ہرگز انہیں اس کی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔

فیضان اور سمیرا پر صرف اور صرف اس کا حق تھا۔ ان کی خاطر اس نے زندگی تچ دی تھی۔ اگر وہ کسی اور کے ہو گئے تو وہ بالکل تنہا رہ جائے گی اور وہ تنہائی کا یہ عذاب کیسے سہہ سکتی تھی؟ وہ لڑے گی اور اپنے دشمنوں کو شکست دے کر رہے گی۔ جیسا کہ وہ پہلے بھی ایک بار کر چکی تھی۔

اس کے دونوں بچے نادان تھے، نا سمجھ تھے۔ اسی لئے جھوٹی محبت کے جال میں پھنس گئے تھے۔ وہ محبت کی گہرائی اور گیرائی سے ناواقف تھے۔ ورنہ اس سے زیادہ کون ان سے محبت کر سکتا تھا؟ اس نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے سوچا۔ کچھ بھی ہو، اسے ان دونوں بہن بھائی کو اپنے گھر اور اپنی زندگی سے نکال باہر کرنا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ فیضان اور سمیرا کو وقتی طور پر دکھ تو ضرور ہوگا لیکن بالآخر وہ یہ حقیقت جان جائیں گے کہ وہ ان کی بھلائی چاہتی ہے..... اور یہ کہ صرف وہی ان سے سچی محبت کرتی ہے۔

دفعۃً شہریار نے گردن موڑ کر اس طرف دیکھا، جدھر وہ کھڑی تھی۔ شاید اس کی چھٹی جس نے اسے باخبر کر دیا تھا کہ کوئی انہیں دیکھ رہا تھا۔ اسی لمحے سمیرا نے بھی اسے دیکھ لیا، اس نے ایک جھٹکے سے خود کو چھڑایا اور شہریار سے دور ہٹ گئی۔

وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ان دونوں کے قریب پہنچی۔ سمیرا گردن جھکائے کھڑی تھی لیکن شہریار گہری نظروں سے فریج کے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شرمندگی یا پشیمانی کا شائبہ تک نہ تھا۔ فریج غصے اور تاسف سے سوچ رہی تھی کہ اس نے اس شخص کے بارے میں کس قدر غلط اندازے قائم کر لئے تھے۔ ”میں اپنے اور سمیرا کے بارے میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا تھا..... یہی

بتانے کے لئے میں سمیرا کو یہاں لایا تھا۔“ شہریار نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ فریج چند لمحوں تک سپاٹ سی نظروں سے اس کی طرف دیکھتی رہی، پھر اسی انداز میں سمیرا سے مخاطب ہوئی۔

”تم اندر جاؤ۔“

وہ تو جیسے اسی حکم کی منتظر تھی۔ فوراً وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ اس کے جانے کے بعد فریج نے پُرسکون لہجے میں شہریار سے پوچھا۔ ”کیا بات کرنا چاہتے تھے تم.....؟“

”میں سمیرا سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ وہ بھی مجھے پسند کرتی ہے۔“

”وہ نا سمجھ ہے اور کم عمر بھی۔“ فریج نے اسی پُرسکون انداز میں کہا۔

”میں مانتا ہوں کہ میرے مقابلے میں وہ بہت کم عمر ہے لیکن ایک سمجھ دار اور بالغ لڑکی ہے..... اپنی زندگی کے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق رکھتی ہے۔ پھر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اسے بہت خوش رکھوں گا، آپ کی طرح.....!“ آخری جملہ اس نے مسکراتے ہوئے ادا کیا تھا۔

فریج کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔ ”ہونہہ..... میری طرح!“ اس نے نفرت سے سوچا پھر اپنے اندر اُبلنے والے لاوے کو دباتے ہوئے کہا۔ ”تم دونوں کو ایک دوسرے سے متعارف ہوئے چند ہی ہفتے ہوئے ہیں۔ زندگی بھر کے فیصلے اتنی جلد بازی میں نہیں کئے جاتے۔“

”چند ہفتے تو بہت ہوتے ہیں فریج صاحبہ! کبھی کبھار تو اس طرح کے فیصلے محض چند لمحوں میں ہو جایا کرتے ہیں۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو فریج کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ اس پر طنز کر رہا تھا۔

”دیکھئے.....“ وہ اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر دوبارہ بولا۔ ”میں اس سے دس سال بڑا ضرور ہوں لیکن یہ فرق اتنی اہمیت نہیں رکھتا۔ بلکہ جس طرح سمیرا کی پرورش ہوئی ہے..... میرا مطلب ہے لاڈ پیار سے..... تو میرا خیال ہے کہ اسے مجھ جیسے کیئرنگ مہسبند کی ضرورت ہے۔ پھر میں برسرِ روزگار ہوں، بہت اچھی جاب پر ہوں۔ جلد ہی میری ترقی کا بھی امکان ہے اور بہت جلد میں اپنا مکان بنوانے اور

فیضان کے لہجے میں چھپی قطعیت کو محسوس کر کے اس کے اندر درد و کرب کی ایک لہری اُبھری۔ کل سمیرا کو وہ جس انداز میں شہریار کے ساتھ دیکھ چکی تھی، اس کے پیش نظر اس سے تو کچھ پوچھنے یا کہنے سننے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ گئی تھی۔ ساحرہ اور شہریار نے اس کے بھولے بھالے بہن بھائی کو مکمل طور پر اپنے سحر میں گرفتار کر لیا تھا۔

اب اسے ان کے جادو کا توڑ کرنا تھا۔ اپنے پیاروں کو ان کے سحر سے آزاد کرانا تھا اور اس مقصد کی خاطر وہ کچھ بھی کر گزرنے کو تیار تھی۔

”تم دونوں کی خوشی مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے۔ میں تو بس اس بات کا اطمینان چاہتی ہوں کہ تم دونوں آئندہ بھی خوش رہو۔“ اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”آپ اطمینان رکھیں آپ!..... انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔“ فیضان نے آگے بڑھ کر اس کے گلے میں بانٹیں ڈالتے ہوئے کہا تو وہ بے بسی سے مسکرا کر رہ گئی۔

ایک شام فیضان آفس سے گھر واپس آیا تو سمیرا کی بجائے ایک بار پھر ساحرہ اس کے ساتھ تھی کیونکہ سمیرا کو اس روز اپنی ایک کولیگ کی برتھ ڈے میں شرکت کرنی تھی۔ لہذا وہ آفس سے ہی ان کے گھر چلی گئی تھی۔

ساحرہ کو فیضان کے ساتھ دیکھ کر اس کے دل میں حسد کی ایک لہری اُبھری مگر اس نے حسب معمول پر وقار انداز میں مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔

”میں ذرا فریش ہو کر آتا ہوں۔“ اندر آنے کے بعد فیضان نے ساحرہ سے کہا اور اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ فریحہ نے ساحرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم بیٹھو، میں ذرا کچن سے ہو کر آتی ہوں۔“

ساحرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو میں بھی آپ کے ساتھ کچن میں چلوں؟“

”ہاں، ضرور چلو۔۔۔۔۔ آخر ایک دن تمہیں یہ سب سنبھالنا ہی ہے!“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو ساحرہ جھینپ گئی اور دل ہی دل میں اس بات پر خوش ہونے لگی کہ آخر کار فیضان کی بہن نے اسے قبول کر لیا تھا ورنہ اس کی چھٹی حس اسے یہ

گاڑی خریدنے والا ہوں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ آپ ہر پہلو سے اچھی طرح سوچ لیجئے، میں آپ کے جواب کا انتظار کروں گا۔“ اس نے اپنے مخصوص جادو اثر لہجے میں بات ختم کی اور مسکرائے لگا۔

فریحہ کو اس کے اسی لہجے اور اسی مسکراہٹ نے نہ جانے کن کن خوش فہمیوں میں مبتلا کر رکھا تھا۔ مگر اب وہ خوش فہمیوں کے جال سے باہر آ چکی تھی۔ لہذا اس نے واپسی کے لئے قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے، میں سوچوں گی۔“

اگلے روز اس نے فیضان سے اس موضوع پر بات کی۔ اس کے اندر طوفان اٹھ رہے تھے مگر چہرے پر بدستور طمانیت اور سکون کا ماسک چڑھا ہوا تھا۔

”فیضی! تمہارا کیا خیال ہے، کیا شہریار ہماری سمیرا کے لئے مناسب رہے گا؟“ یہ اندازہ تو اسے بہر حال ہو ہی چکا تھا کہ فیضان یقیناً اپنی بہن اور شہریار کے جذبات سے بے خبر نہیں ہوگا۔

فیضان، بڑی بہن کے براہ راست سوال پر ذرا گڑبڑایا، پھر سنبھل کر بولا۔

”کیوں نہیں آپ! صرف یہ بات اہم نہیں کہ وہ ساحرہ کا بھائی ہے..... وہ بہت اچھا انسان ہے، میں کئی سال سے اسے جانتا ہوں۔ بہت سلجھا ہوا اور ٹھنڈے مزاج کا مالک ہے..... میرا تو خیال ہے کہ ایسا شخص سمیرا کے لئے بہت موزوں رہے گا۔“

فیضان نے خلاف عادت بہت سنجیدہ اور محتاط انداز میں جواب دیا۔

”لیکن بدلے کی شادیاں عموماً زیادہ کامیاب نہیں رہتیں۔“ اس نے خدشہ ظاہر کیا۔

”ارے آپ!..... آپ بھی کس وہم میں پڑ گئیں؟“ فیضان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”ہم کوئی دولت و جائیداد یا پرانی دشمنی نکالنے کی خاطر بدلے کی شادی تھوڑا ہی کریں گے۔ آخر ہم تعلیم یافتہ اور ایک دوسرے سے محبت کرنے والے باشعور افراد ہیں۔“

”گویا تم اس رشتے پر پوری طرح رضامند ہو؟“

”عقل مندی کا تقاضا تو یہی ہے۔“ وہ ایک بار پھر سنجیدہ ہو گیا تھا۔

احساس دلاتی رہتی تھی کہ فریحہ نے اسے کچھ زیادہ پسند نہیں کیا تھا۔ حالانکہ اس کا رویہ ہمیشہ خوشگوار ہی ہوتا تھا۔ مگر پھر بھی اس کے دل میں فریحہ کی جانب سے ایک ناقابل بیان سی خلش تھی!

’شاید میں غلطی پر تھی۔‘ اس نے فریحہ کے پیچھے کچن میں داخل ہوتے ہوئے سوچا۔ ’فیضان یونہی تو اپنی بہن کی اتنی تعریفیں نہیں کرتا۔‘

”آج میں نے فیضان کے لئے پڑا بنایا ہے۔“ فریحہ نے اوون کھولتے ہوئے کہا۔

”اوہ.....“ ساحرہ نے ستائشی انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ ”آپ ان دونوں کے لئے کس قدر محنت کرتی ہیں؟ میں سوچتی ہوں کہ اگر آپ نہ ہوتیں تو ان دونوں کا کیا ہوتا؟“

”تب اللہ کوئی اور وسیلہ پیدا کر دیتا، جیسے اس نے میرے دل میں ان دونوں کے لئے اتنی محبت اور اتنی متا ڈال دی۔ ورنہ ان کی ماں کی ڈیٹھ کے وقت میں ایک کم عمر اور اُن میرڈ لڑکی تھی۔ کون سوچ سکتا تھا کہ ایک لڑکی اپنے سوتیلے بہن بھائی کے لئے یوں اپنی زندگی تاج دے گی؟“ آخری جملہ اس نے جتانے والے انداز میں ادا کیا تھا۔

”ان کی والدہ کیسی تھیں؟“ ساحرہ نے پوچھا۔

فریحہ نے کام کرتے کرتے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔ ”بہت اچھی، بہت خوبصورت تھیں وہ..... بالکل سمیرا کی طرح! سمیرا اپنی ماں سے بے حد مشابہ ہے۔ شکل و صورت میں بھی اور عادات و اطوار میں بھی کافی حد تک انہی کی طرح ہے۔ وہ بھی گھر کے کام کاج سے گھبراتی تھیں اور ذرا آرام طلب تھیں..... اس وقت بھی سارا کام میں نے ہی سنبھالا ہوا تھا۔“

”آپ کے پاس ان کی کوئی تصویر تو ضرور ہوگی؟“ ساحرہ نے اشتیاق سے پوچھا۔

فریحہ کے چہرے پر تناؤ سامنودار ہوا۔

”نہیں..... انہوں نے میرے والد کے ساتھ کچھ اچھا نہیں کیا تھا لہذا وہ نہیں

چاہتے تھے کہ ان کے بعد ان کی کوئی نشانی گھر میں باقی رہے..... انہوں نے بعد میں سب تصویریں ضائع کر دی تھیں۔“ اس نے سپاٹ سی آواز میں بتایا۔

ساحرہ حیرانی سے اس کی جانب دیکھتی رہ گئی۔ اس کی آنکھوں میں تجسس اور تشویش کی پرچھائیاں لہرا رہی تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ فریحہ سے مزید کوئی سوال کرتی، باہر سے فیضان کی آواز سنائی دی۔

”ارے بھی آپ دونوں خواتین کہاں غائب ہو گئیں؟“ وہ کچن کی جانب آتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

فریحہ نے نیچی آواز میں جلدی سے کہا۔ ”فیضان کے سامنے اس قسم کی کوئی بات مت پوچھنا۔“

”نہیں بھئی..... ساحرہ اور کچن میں؟ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟“ فیضان نے کچن کے دروازے سے اندر جھانکتے ہوئے کہا۔

ساحرہ نے گھور کر اس کی طرف دیکھا۔ فریحہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟ ساحرہ میرا ہاتھ بٹانے کے لئے میرے ساتھ آگئی تھی۔“

”واقعی.....؟“ فیضان نے شرارت سے آنکھیں پھیلائیں۔ ساحرہ نے ایک بار پھر اسے گھورا اور چائے کی ٹرے اٹھاتے ہوئے بولی۔

”ہنورا سے..... ہر وقت جو کمر مت بنے رہا کرو۔“

فیضان ہنستے ہوئے ایک طرف ہو گیا اور وہ ٹرے لے کر باہر نکل گئی۔ فریحہ اس کے ریمارکس پر دل ہی دل میں بیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔ مگر وہ اس کے دل میں شک و شبہ کا بیج بو کر اس کے تجسس کو ہوا دے چکی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ شہریار سے آج کی اس ادھوری سی گفتگو کا ذکر ضرور کرے گی۔

فریحہ کو اس کے لئے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد شہریار بھی وہاں آن پہنچا۔

”تم اس وقت کہاں سے آرہے ہو بھئی؟“ فریحہ نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

”مجھے آفس میں کچھ ایکسٹرا کام نمٹانا تھا، اس لئے ابھی سیدھا وہیں سے چلا آ رہا ہوں۔“ اس نے فریحہ کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ ”آیا تو میں ساحرہ کو ساتھ لے

جانے کے لئے تھا لیکن اب آپ کے ہاتھ کی مزے دار چائے پی کر ہی جاؤں گا۔“
 ”چائے پلائے بغیر تو میں تمہیں جانے بھی نہیں دوں گی۔“ فریجہ نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے آگے بڑھ کر فون ریسیو کیا، دوسری طرف فیضان کا کوئی دوست تھا۔ اس نے فیضان کو بلایا اور خود چائے بنانے کے لئے کچن کی طرف چل دی۔ فیضان اپنے دوست سے بات کرنے لگا۔

چند منٹ بعد جب وہ چائے لے کر واپس آئی تو دیکھا کہ فیضان تب تک فون پر مصروف تھا اور وہ دونوں بہن بھائی سر جوڑے اپنی باتوں میں مصروف تھے۔ وہ دل ہی دل میں مسکرائی۔ گویا ساحرہ نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے بھائی کو وہ بات بتا دی تھی جس نے اسے تجسس میں ڈال دیا تھا..... اس نے کن آنکھوں سے شہریار کے تاثرات کا جائزہ لیا مگر وہ کوئی اندازہ لگانے میں ناکام رہی۔ فیضان اپنی بات ختم کر کے ان کے پاس آ گیا۔ ساحرہ کہنے لگی۔
 ”بھیا! آپ چائے پییں، تب تک ہم ذرا لان میں ٹہلتے ہیں پھر گھر واپس چلیں گے۔“

یہ کہہ کر وہ فیضان کو لے کر وہاں سے چلی گئی۔ فریجہ نے سوچا۔ ”یہ لڑکی کتنی چالاکی سے اپنے بھائی کے لئے میدان صاف کر گئی تاکہ وہ کھل کر اس سے بات کر سکے۔“

”اب آپ کو چاہئے کہ سمیرا کو بھی چند اچھی اچھی کھانے پینے کی چیزیں بنانا سکھا ہی دیں۔“ وہ اس کے لائے ہوئے اسٹیکس پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے بولا۔
 فریجہ نے اس کی بات پر ایک اُداس سی مسکراہٹ کے ساتھ گردن جھکا لی۔ وہ غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

”آپ شاید اُداس ہو گئیں۔ مگر آپ مجھ پر اعتبار کریں۔ میں اسے بہت خوش رکھوں گا۔ اسی طرح ساحرہ بھی فیضان کا اور آپ کا بہت خیال رکھے گی۔ ہم آپ کی خوشیاں چھیننا نہیں بلکہ آپ کو مزید خوشیاں دینا چاہتے ہیں۔“ اس نے جھک کر فریجہ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

اس کے لمس نے فریجہ کے جسم میں کپکپی سی دوڑا دی۔ کچھ ہی دنوں پہلے تک یہی لمس اس کے لئے باعث راحت تھا۔ اسے پا کر وہ سر سے پاؤں تک سرشار ہو جایا کرتی تھی۔ مگر اب یہ اس کے لئے اذیت اور الجھن کا باعث تھا کیونکہ شہریار کے ساتھ اس کی محبت نفرت میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اس کے جذبات بدل چکے تھے اور اب وہ اس کے لئے ایک دشمن کی طرح تھا۔ اس نے فوراً اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کے نیچے سے کھینچ لیا۔

”میں نے ان دونوں کو زمانے کے سرد و گرم سے بچائے رکھنے کی پوری کوشش کی ہے۔“ وہ آہستگی سے بولی۔ ”انہیں نہ تو ماں کا پیار نصیب ہو سکا نہ ہی باپ کی شفقت۔ ہر ایک اس صورت حال کے لئے ان کی ماں کو قصور وار ٹھہراتا ہے مگر میں سمجھتی ہوں کہ اس میں اس کا اتنا زیادہ قصور نہیں تھا۔ وہ بہت کم عمر اور نادان تھی، شاید اسی لئے بہک گئی.....!“

اس نے موقع پاتے ہی شہریار کے ذہن میں بدگمانیوں اور دوسوں کا زہر بھرنے کی کوشش کی۔ وہ بہت توجہ سے اس کی بات سن رہا تھا اور اس کے آگے بولنے کا منتظر تھا۔

وہ ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہنے لگی۔ ”مرد بہت خود غرض اور ظالم مخلوق ہے..... وہ بھی ایک مرد کے بہکاوے میں آگئی تھی جو مسلسل اسے اس کے عمر رسیدہ شوہر سے بے وفائی پر مجبور کر رہا تھا۔ پھر.....“ اس نے ایک جھرجھری لیتے ہوئے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

”پھر.....؟“ شہریار نے اس کی طرف جھکتے ہوئے بے چینی سے پوچھا۔
 ”شہریار.....!“ وہ اپنا ہونٹ کاٹتے ہوئے کہنے لگی۔ ”میں نے ان دونوں کو اس سارے قصے کے بارے میں کبھی کچھ نہیں بتایا۔ ان سب لوگوں سے بھی ملنا جلنا چھوڑ دیا جو اس ٹریجڈی سے واقف تھے کہ کہیں یہ سب باتیں ان کی شخصیت اور ان کے مستقبل پر اثر انداز نہ ہو جائیں..... معلوم نہیں تمہیں یہ سب باتیں بتا کر میں صحیح کر رہی ہوں یا غلط؟“

اس نے الجھے ہوئے انداز میں کہا پھر یکا یک شہریار کی آنکھوں میں جھانکتے

ہوئے کہنے لگی۔ ”یہ بتاؤ کہ اگر تم میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے؟ اگر تمہارے علم میں ماضی کے کچھ تلخ اور سنگین حقائق ہوتے۔۔۔ ایسے حقائق جن کا تعلق ان دونوں کی ماں کے ماضی سے ہے۔۔۔؟“

”میں اس شخص کو سب کچھ بتا دیتا جو سیرا سے شادی کرنے کا خواہش مند ہوتا۔“
 ”فرض کرو۔۔۔ فرض کرو، تمام حقائق جاننے کے بعد سیرا اور فیضان کی طرف سے تمہارے جذبات بدل جاتے ہیں تو پھر۔۔۔؟“ اس نے بیجان زدہ سے لہجے میں پوچھا۔

”خدا کے سوا دنیا کی کوئی بھی طاقت سیرا کے بارے میں میرے جذبات و احساسات نہیں بدل سکتی!“ شہریار نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔ ”یوں بھی والدین کی غلطیوں کی سزا اولاد کو ملے، یہ کہاں کا انصاف ہے؟“
 فریحہ نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے سر ہلایا۔ اس کے انداز سے یوں ظاہر ہو رہا تھا گویا وہ شہریار کے اصرار پر سب کچھ بتانے پر مجبور ہو چکی تھی۔

”میرے والد نے انہیں اپنے بیڈروم میں رنگے ہاتھوں ایک شخص کے ساتھ پکڑا تھا۔ ایسی حالت میں وہ کوئی بہانہ بنانے کی پوزیشن میں نہیں تھیں لہذا انہیں اپنے گناہ کا اعتراف کرنا پڑا۔ اس وقت انہوں نے یہ اعتراف بھی کیا تھا کہ وہ کوئی پہلا شخص نہیں تھا۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے کہ ان کی شخصیت میں کوئی ٹیڑھا پن، کوئی گڑبڑ پیدا ہو گئی تھی۔ انہوں نے اپنے آرام اور تحفظ کی خاطر ایک عمر رسیدہ شخص کے ساتھ شادی تو کر لی تھی مگر۔۔۔۔۔“

”اس کے بعد ان کے ساتھ کیا ہوا تھا؟“ اسے خاموش پا کر شہریار نے محتاط انداز میں سوال کیا۔

”انہوں نے خود کو ختم کر ڈالا تھا۔ شاید ان کے احساسِ جرم اور شرمندگی نے انہیں خودکشی پر مجبور کر دیا تھا۔“

چند لمحوں تک مکمل خاموشی طاری رہی۔ پھر اس نے ہمت کر کے شہریار کے چہرے پر نظر ڈالی۔ وہ بالکل پُر سکون نظر آ رہا تھا۔ بالآخر وہ اس سے مخاطب ہوا۔

”اب آپ تمام انڈیشوں کو دل سے نکال دیں اور بالکل مطمئن ہو جائیں۔“ اس

نے پُر سکون اور ہموار لہجے میں کہا۔ ”آپ نے ان دونوں کے لئے بہت دکھ جھیلے ہیں، آپ بلاشبہ ایک عظیم عورت ہیں۔۔۔۔۔ اب سیرا کی ذمہ داری مجھے اٹھانے دیجئے۔ انشاء اللہ میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔۔۔۔۔ اور میرا وعدہ ہے کہ سیرا کو اپنی ماں کی کمزوری کا کبھی علم نہیں ہو سکے گا۔ کم از کم میری طرف سے تو نہیں۔۔۔۔۔ آپ یوں سمجھ لیں جیسے آپ نے یہ راز کسی کو بتایا ہی نہیں تھا۔“
 ”یعنی تمہیں ان باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا؟“

”ہرگز نہیں۔۔۔۔۔ مجھے سیرا پر اور اپنی محبت پر پورا بھروسہ ہے۔ میں عمر میں اس سے کچھ بڑا ضرور ہوں مگر اتنا زیادہ بھی نہیں کہ جتنے اپنی دوسری شادی کے وقت آپ کے والد تھے۔“ پھر اس نے فریحہ کی طرف دیکھتے ہوئے ممنونیت سے کہا۔ ”لیکن مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھے یہ سب کچھ بتا دیا، اب میں سیرا کا بہت، بہت زیادہ خیال رکھوں گا۔“

تو گویا ساری محنت رائیگاں ثابت ہوئی تھی؟ اُس ڈھیٹ شخص پر تو ان باتوں کا الٹا ہی اثر ہوا تھا۔۔۔۔۔ اس نے جھنجھلاہٹ کے عالم میں اتنی سختی سے مٹھیاں بھینچیں کہ اس کے ناخن، ہتھیلیوں میں گڑ کے رہ گئے۔

”اور فیضان اور ساحرہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟“ اس نے خود کو پُر سکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”اپنی بہن کے مستقبل کے لئے تم کیا فیصلہ کرو گے؟ ان سب باتوں کے علاوہ میں تمہیں بتا دوں کہ فیضان بہت لا ابا لی اور کھلنڈرا سالڑکا ہے۔ اب تک نہ جانے کتنی لڑکیوں سے اس کی دوستی رہ چکی ہے؟ معلوم نہیں ساحرہ کے بارے میں وہ کس حد تک سنجیدہ ہے؟“

شہریار کے ہونٹ بھینچ گئے۔ ”ساحرہ بہت سمجھ دار لڑکی ہے، وہ فیضان کو سنبھال لے گی۔۔۔۔۔ آپ کو شاید عجیب سا لگتا ہو کہ میں نے ساحرہ کو اس قدر آزادی دی ہوئی ہے کہ اس کی کسی بات پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ تو حقیقت یہ ہے کہ مجھے اس پر بھرپور اعتماد ہے اور پھر میں نے فیضان کے بارے میں اپنی تسلی کرنے کے بعد ہی اسے اس قدر رعایت دی ہے۔“

پھر اس نے کھوجتی ہوئی نظروں سے فریحہ کی جانب دیکھا۔ ”کیا آپ چاہتی ہیں

کہ میں ساحرہ کو یہ سب باتیں بتا دوں؟“
 ”نہیں پلیز..... اس بے چاری کے ذہن پر یہ بوجھ مت ڈالنا۔ تمہاری بات اور ہے۔ پھر ایک لڑکی کے دل میں شوہر کی محبت کے ساتھ اس کی عزت بھی ہونی چاہئے..... تم سمجھ رہے ہو ناں؟“

شہریار نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ ”آپ واقعی بہت اچھی ہیں۔“
 ایک وقت تھا کہ اس کے یہ الفاظ فریجہ کو فرش سے عرش پر پہنچا دیتے۔ مگر اس وقت اسے ان الفاظ سے کوئی خوشی نہیں ہوئی تھی۔ وہ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی۔ نفرت کی آگ میں جل رہی تھی۔ کیونکہ ہارنا تو اس نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ اگلے روز اتوار تھا۔ فریجہ نے ناشتے کے برتن سمیٹتے ہوئے پوچھا۔

”یہ بتاؤ کہ آج دوپہر کھانے میں کیا بنایا جائے؟“

فیضان اخبار دیکھ رہا تھا، سمیرا میگزین کی ورق گردانی کر رہی تھی، فریجہ کی بات سن کر فوراً بولی۔

”ہائے آپ!..... بہت دنوں سے آپ کے بنائے ہوئے زرگی کو فتنے نہیں کھائے۔ آج تو وہی بنالیں۔ سچ مزہ آجائے گا۔“

فریجہ نے پیار سے اس کی طرف دیکھا، وہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں چہرہ ٹکائے بڑے مصوم سے انداز میں اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ یہ اس کا مخصوص انداز تھا۔ بچپن سے اس کی یہی عادی تھی۔ اپنی کوئی بات منوانے کے لئے وہ یہی انداز اختیار کیا کرتی تھی اور فریجہ نے کبھی اس کی کوئی فرمائش رد نہیں کی تھی۔ وہ تو اپنی خوشی سے ان دونوں کے لاڈ اٹھایا کرتی تھی۔

مگر جلد ہی سب کچھ بدلنے والا تھا۔ اس کے دل میں ایک کسک سی ابھری۔ ان دونوں کی شادیوں کے بعد وہ بالکل تنہا رہ جائے گی۔ تنہائی اور تنہائی..... انہی دو باتوں سے وہ ساری عمر خوف زدہ رہی تھی اور اب اس کا یہی خوف کسی عفریت کی مانند اسے نگٹنے کے لئے تیار کھڑا تھا۔

لیکن وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی کمزوری کبھی کسی پر ظاہر ہو۔ جلد ہی اس نے خود کو سنبھالا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ سجاتے ہوئے بولی۔

”ٹھیک ہے..... لیکن آج تمہیں میرا ہاتھ بنانے کے لئے کچن میں آنا پڑے گا۔ کیونکہ اب تمہیں تھوڑی بہت گھرداری سیکھ لینی چاہئے۔ ورنہ اپنا گھر کیسے سنبھالو گی؟ ویسے بھی شہریار اور ساحرہ کا یہی خیال ہے کہ میں نے لاڈ پیار میں تم دونوں کو خاصا بگاڑ دیا ہے۔“

”ان دونوں کی یہ مجال کہ ہماری آپنی کے بارے میں ایسا ویسا خیال رکھیں۔“
 فیضان نے درمیان میں دخل اندازی کرتے ہوئے کہا۔ ”ویسے سویٹ ڈش کے بارے میں کیا فیصلہ ہوا؟“

فریجہ نے مصنوعی غصے سے اسے گھورا۔ ”تم دونوں نے مجھے بڑا تنگ کر رکھا ہے۔ دونوں کی شادیاں ہو جائیں تو مجھے کچھ تو سکون ملے۔“

”آپنی..... یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟“ سمیرا نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے کہا۔
 ”کوئی دوسرا سننے تو واقعی یہی سمجھے کہ آپ ہم سے عاجز ہیں۔“ اس نے بچوں کی طرح منہ پھلایا تھا۔

فریجہ نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے اداس لہجے میں کہا۔ ”تو پھر کیا کہوں؟ دل کو بہلانا بھی تو ہے..... آخر ایک دن تم مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ گی اور کیا خبر کہ فیضان کی بیوی میرے ساتھ رہنا پسند کرے یا نہیں؟“

فیضان اٹھ کر اس کے قریب چلا آیا اور اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر جذباتی لہجے میں بولا۔

”آپ ہمیں ایسا سمجھتی ہیں آپنی کہ ہم آپ کو اکیلا چھوڑ دیں گے؟“
 فریجہ نے ہاتھ بڑھا کر اس کے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔ ”میں تو بس یہ چاہتی ہوں کہ تم دونوں ہمیشہ خوش رہو۔“

انہیں ایک دوسرے سے جدا کرنے کی کوشش کی تو بری طرح ناکام ہو چکی تھی اب اس کے ذہن میں ایک اور منصوبہ ترتیب پا رہا تھا۔ یہ اندازہ تو اسے ہو چکا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے معاملے میں بے حد سنجیدہ تھے اور اتنی آسانی سے ایک دوسرے سے دستبردار ہونے والے نہیں تھے۔ لہذا دونوں شادیوں کو مزید روکنے کی مزید کوئی کوشش اسے ساحرہ اور شہریار کی نظروں میں مشکوک بنا سکتی تھی۔ کیونکہ وہ

دونوں بہن بھائی بہت ہوشیار اور چالاک تھے۔

اب اس نے دل پر جبر کر کے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ دونوں شادیوں کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنے گی۔ خوشی خوشی اپنے ہاتھوں سے دونوں شادیاں انجام دے گی۔ لیکن شادیاں ہو جانے کے بعد انہیں ایک دوسرے سے علیحدہ کروا دے گی۔ کس طرح؟ یہ سوچنے کے لئے بہت وقت پڑا تھا۔

اپنی اپنی شادیوں کی ناکامی کے بعد وہ دونوں دوبارہ اس کی طرف لوٹ آئیں گے۔ اس تلخ تجربے سے گزرنے کے بعد ان کی سمجھ میں یہ بات اچھی طرح آ جائے گی کہ صرف ان کی بڑی بہن وہ واحد ہستی ہے جو دنیا میں ان کی ہدم اور غم گسار ہے۔ یہی ایک ایسا طریقہ تھا جس کے ذریعے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انہیں اپنے پاس رکھ سکتی تھی، ان پر اپنا تسلط قائم رکھ سکتی تھی۔ محبت کے ریشی دھاگوں میں باندھ کر۔ تاکہ وہ پھر کبھی کہیں نہ جاسکیں۔



چند روز بعد اس نے اپنی نئی اسکیم پر کام شروع کر دیا۔ کیونکہ شہریار نے اپنے ایک دوست اور اس کی بیگم کو ساحرہ کے ساتھ ان کے گھر بھیجا تھا۔ وہ لوگ باقاعدہ شہریار کا رشتہ لے کر آئے تھے۔ فریحہ نے فیضان کے مشورے سے اس روز یہ رشتہ منظور کر لیا تھا اور ان لوگوں کا منہ بھی میٹھا کروا دیا تھا۔

پھر اس نے ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے فیضان اور سمیرا کے کہنے سے پہلے ہی اس رات یہ فیصلہ انہیں سنا دیا تھا کہ دو روز بعد وہ لوگ فیضان کا رشتہ لے کر ساحرہ اور شہریار کے گھر جائیں گے۔ تاکہ دونوں طرف سے رسی کا رروائی پوری ہو جائے اور پھر جلد از جلد شادی کی تاریخ طے کر دی جائے۔

تمام رسی کا رروائیاں سادگی کے ساتھ انجام پا گئیں۔ شادی کی تاریخ ایک ماہ بعد کی مقرر کی گئی تھی۔ شہریار کا کہنا تھا کہ دونوں شادیوں میں بے جا رسموں اور دیگر فضولیات سے پرہیز کیا جائے اور صرف دوست احباب کو مدعو کر کے سادگی کے ساتھ محدود پیمانے پر ان تقاریب کا اہتمام کیا جائے کیونکہ عزیز واقارب سے تو وہ دونوں بہن بھائی اپنا تعلق ختم کر چکے تھے اور اب اس تعلق کو بحال کرنے کے خواہش

مند بھی نہیں تھے۔ تقریباً یہی صورت حال دوسری طرف بھی تھی۔ فریحہ خود بھی یہی چاہتی تھی۔ لہذا شہریار کی تجویز مان لی گئی۔

سب باتیں تو بہت جلد اور بہت آسانی سے طے پا گئی تھیں۔ اب اسے اپنے اصل منصوبے پر کام شروع کرنا تھا۔

فیضان اور سمیرا کے ساتھ شاپنگ کر کے وہ بظاہر بہت خوشی خوشی گھر واپس آئی تھی۔ اس روز انہوں نے شادیوں کی پہلی شاپنگ کی تھی۔ اس لئے فیضان اور سمیرا تو خوش تھے ہی مگر وہ تو گویا خوشی سے پھولی نہیں سمار ہی تھی۔

”میں تو نہ جانے کب سے اس دن کے انتظار میں تھی۔“ اس نے میز پر رکھے ہوئے ڈھیر سارے بڑے بڑے شاپرز پر نظر ڈالتے ہوئے خوشی سے معمور لہجے میں کہا اور پھر دوسرے ہی لمحے اس کے چہرے پر تفکر کی پرچھائیں نمودار ہوئی۔ ”لیکن جب سے میں شہریار کے فلیٹ پر ہو کر آئی ہوں، ایک بات مجھے برابر پریشان کئے جا رہی ہے کہ سمیرا اس دو کمروں کے تنگ اور گھٹے ہوئے فلیٹ میں کیسے رہ پائے گی؟ یہ تو بچپن سے بڑے اور کشادہ گھر میں رہنے کی عادی ہے۔“

”آپ فکر نہ کریں آپ! کچھ ہی دنوں بعد وہ بڑا فلیٹ لے لے گا۔ جلد ہی اس کی پروموشن ہونے والی ہے۔“ فیضان نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”وہ تو جب ہوگی تب ہوگی۔ پھر وہ پیسہ جمع کرے گا اور چند سال بعد جب لے گا تو فلیٹ ہی لے گا۔ جو موجودہ فلیٹ سے کچھ بہتر ضرور ہوگا۔ مگر مکان وہ پھر بھی نہیں خرید سکتا۔“

اس نے سمیرا کے دھواں دھواں ہوتے چہرے پر نظر ڈالی اور پیار سے اس کی ٹھوڑی چھوتے ہوئے کہنے لگی۔

”تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں..... اس کا ایک حل ہے میرے ذہن میں، وہ یہ کہ ہم کسی طرح شہریار کو اس بات پر راضی کر لیں کہ وہ یہاں ہمارے ساتھ آ کر رہے۔ اس طرح سمیرا کو بہت سہولت رہے گی۔ یہاں رہ کر اسے اپنی جاب بھی چھوڑنے کی ضرورت نہیں۔“ اس نے فیضان سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

فیضان نے پُر خیال انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

”آئیڈیا تو اچھا ہے۔ لیکن شہریار مشکل سے ہی اس بات پر رضامند ہوگا۔“
”ہم تو اسے اس بات پر قائل کرنے کی کوشش کریں گے ہی۔ لیکن سمیرا بہتر طور پر یہ بات اس سے منوا سکتی ہے۔“ اس نے کہا۔ ”اگر یہ میری تجویز پر عمل کرنا چاہے تو.....“

”میں بھلا ایسی مفید تجویز پر کیوں عمل کرنا نہیں چاہوں گی؟“ سمیرا نے ساری گفتگو کے دوران پہلی بار لب کشائی کرتے ہوئے کہا۔
”تب ٹھیک ہے..... میں کل شام کو اسے فون کر کے یہاں بلا لیتی ہوں۔“ اس نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

اگلی شام، شہریار ان سب کے درمیان بیٹھا تھا اور فریجہ اپنے مخصوص شیریں لہجے میں اسے ایک ساتھ رہنے کے لئے بے شمار فوائد گنوا رہی تھی۔
”اس گھر میں اتنی جگہ ہے کہ ہم سب یہاں بڑے آرام سے رہ سکتے ہیں۔ پھر تم اور سمیرا کیوں تکلیف اٹھاؤ؟ تم اپنا فلیٹ چھوڑ دینا، اس طرح کرائے کی بھی بچت ہو گی اور یہاں رہتے ہوئے سمیرا اپنی جاب بھی جاری رکھ سکے گی۔ اس طرح تم جلد ہی اپنا علیحدہ گھر خریدنے کے قابل ہو جاؤ گے اور اس عرصے میں سمیرا کھانا پکانا بھی سیکھ لے گی۔ تاکہ بعد میں تمہیں میری طرح کے مزے دار کھانے کھلا سکے۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں، اور کیا.....“ فیضان نے بھی گرہ لگائی۔

”شہریار نے سامنے بیٹھی سمیرا کی طرف دیکھا، اس نے مسکراتے ہوئے دھیرے سے اثبات میں گردن ہلا دی۔

”آپ لوگوں نے تو مجھے گھیرنے کا پورا بندوبست کر کے یہاں بلایا ہے۔“
شہریار نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”میں اپنی پسپائی کا اعلان کرتا ہوں۔“ اس نے ہنستے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

اس کا جواب سن کر فریجہ اور سمیرا کے چہرے چمک اٹھے اور فیضان آگے بڑھ کر اس سے لپٹ گیا۔

”تھینک یو یار شہریار! آخر دوست کس کے ہو؟“ اس نے شہریار کی پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا۔

”دیکھو بھئی، میں بہت سادہ لوح انسان ہوں۔ تم تو جانتے ہو۔“ اس نے فیضان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”میں اس تجویز پر عمل کرنے کے لئے اس لئے رضامند ہو گیا کہ میں نے خواخواہ کے کوپلیکسز نہیں پال رکھے۔ اگر آپ سب کی خوشی اسی میں ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ سمیرا کی خوشی اور آرام میرے لئے سب سے مقدم ہے۔“

فریجہ کھل کر مسکرائی۔ اس نے اپنے منصوبے کا پہلا مرحلہ بڑی کامیابی کے ساتھ سر کر لیا تھا۔ یہ وہ منصوبہ تھا جس کے گرد اس کی پوری دنیا گھوم رہی تھی۔
اس سے پہلے اس نے شہریار کو صائمہ کی کہانی سنا کر سمیرا سے بدظن کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کی یہ کوشش کامیاب نہیں ہوئی تھی۔ اب اسے سمیرا کو شہریار سے بدظن کرنے کی کوشش کرنی تھی۔

ایک صبح سمیرا نیچے اتری تو فریجہ ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ لگا رہی تھی۔ فیضان تب تک ناشتے کے لئے نہیں پہنچا تھا۔ اسے ناشتے کے لئے بار بار آوازیں دینی پڑتی تھیں مگر وہ ہمیشہ لیٹ ہو جاتا تھا۔

ڈائننگ ٹیبل پر ایک سفید لفافہ رکھا ہوا تھا۔ فریجہ نے کہا۔
”یہ کہیں سے تمہارا لیٹر ہے، کل سہ پہر ایک کوریئر سروس والا دے گیا تھا۔ لیکن مجھے تمہیں دینا یاد ہی نہیں رہا۔“

”میرا لیٹر؟“ سمیرا نے لفافے کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ ”اس پر بھیجنے والے کا نام اور پتہ تو لکھا ہی نہیں ہے۔“
”کھول کر دیکھ لو۔“ فریجہ نے سرسری سے انداز میں کہا اور سمیرا کے لئے چائے بنانے لگی۔

سمیرا نے لفافہ کھول کر اس کے اندر رکھا ہوا پرچہ نکالا اور پڑھنے لگی۔ جوں جوں وہ پڑھتی جا رہی تھی اس کے چہرے کی رنگت زرد پڑتی جا رہی تھی۔
”کیا ہوا جان.....؟“ فریجہ نے اس کی حالت دیکھتے ہوئے تیزی سے پوچھا۔

”خیریت تو ہے..... تم اتنی پریشان کیوں ہو گئیں؟“

سمیرا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی جانب دیکھا، اس کے ہونٹوں سے سرگوشی کی سی آواز برآمد ہوئی۔ ”ایسا نہیں ہو سکتا..... یہ..... یہ جھوٹ ہے۔“

”مجھے دکھاؤ.....“ فریحہ نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے وہ پرچہ لے لیا۔ وہ کسی سستے سے رائٹنگ پیڈ کا کاغذ تھا اور اس پر ٹیڑھی میڑھی لکھائی میں مختصر سا مضمون درج تھا۔

”تمہارا خیال ہے کہ تم شہریار کے متعلق سب سے زیادہ جانتی ہو۔ لیکن ایک لڑکی ہے جو اس کے متعلق تم سے زیادہ جانتی ہے..... وہی لڑکی جس نے اچانک شہریار کے آفس سے ملازمت چھوڑ دی تھی کیونکہ وہ ماں بننے والی تھی۔ کیا تم جاننا چاہو گی کہ اس کے بچے کے باپ کا کیا نام ہے؟“

”ایسے گمنام خطوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔“ فریحہ نے یہ کہتے ہوئے اس پرچے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ ”تم اس کا اتنا زیادہ اثر مت لو۔“

سمیرا نے اُداسی سے اس کی طرف دیکھا۔ ”میرا خیال ہے کہ یہ خط عمرانہ احمد نے لکھا ہے۔ وہ آفس میں شہریار کے ساتھ کام کرتی تھی۔ میں نے سنا تھا کہ وہ شہریار پر بہت مہربان تھی۔ پھر اچانک وہ ملازمت چھوڑ کر چلی گئی تھی۔“

ایک مرتبہ اس نے شہریار سے پوچھا تھا کہ اس سے پہلے بھی اس کی زندگی میں کوئی نہ کوئی لڑکی تو ضرور آئی ہو گی؟ تو شہریار نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا کہ جو گزر چکا وہ میرا ماضی تھا اور اب میرے حال اور مستقبل پر صرف تمہارا اختیار ہو گا۔

”ہر شخص کا اپنا ایک ماضی ہوتا ہے۔“ فریحہ نے گویا شہریار کی بات کو دوسرے الفاظ میں دہرایا۔ سمیرا نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔ ”پھر وہ ایک مرد ہے اور عمر بھی اچھی خاصی ہے، لہذا یہ بات کوئی اتنی زیادہ.....“

”میں اس سے یہ بات معلوم کر کے رہوں گی۔“ سمیرا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

”بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔“ فریحہ نے تیزی سے کہا۔ ”تمہاری شادی میں صرف بیس دن رہ گئے ہیں۔ اس موقع پر ایسی باتیں چھیڑنے کا مطلب سمجھتی ہو؟ اور

تمہارا کیا خیال ہے..... کہ تمہارے پوچھنے پر وہ سب کچھ سچ سچ بتا دے گا؟“

”مگر میں بالکل خاموش نہیں رہ سکتی۔“ سمیرا کراہی۔

”رہ سکتی ہو۔“ فریحہ نے حتمی لہجے میں کہا۔ ”تمہیں حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے اس خط کو بھول جانا ہو گا۔ کسی سے اس بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہنا۔ سمجھیں؟“

”آپ نے کتنی آسانی سے یہ بات کہہ دی۔“ سمیرا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”مگر میرے لئے یہ بات بہت مشکل ہے کیونکہ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔“

”میری بات سنو.....“ فریحہ نے اسے پکارتے ہوئے کہا۔ ”میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔ میں اس لڑکی کو تلاش کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔ کیا نام بتایا تھا تم نے؟“

”عمرانہ احمد۔“

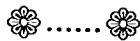
”ہاں، عمرانہ احمد..... میں کسی نہ کسی طرح اسے ڈھونڈ نکالوں گی۔ اگر وہ کہہ دیتی ہے کہ یہ سب جھوٹ ہے، کسی کی شرارت ہے تب تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا ناں؟“

”ہاں..... اگر ایسا ہو جائے تو..... لیکن آپ اتنے بڑے شہر میں اسے کیسے تلاش کریں گی؟“ سمیرا نے بے یقینی سے کہا۔

”ڈھونڈنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے، لگن سچی ہونی چاہئے۔ اور پھر کبھی ایسا ہوا ہے کہ تمہاری آپنی نے تم سے کوئی وعدہ کیا ہو اور اسے پورا نہ کیا ہو؟“

سمیرا نے آنسو بھری آنکھوں سے اسے دیکھا اور پھر مسکرا دی۔

”چلو اب تم اچھے بچوں کی طرح ناشتہ کرو اور اوپر جا کر تیار ہو جاؤ۔ ورنہ آفس سے لیٹ ہو جاؤ گی۔“ فریحہ نے پُر سکون لہجے میں کہا۔ اس کا مقصد پورا ہو چکا تھا!



سمیرا نے استعفیٰ دینے کی بجائے آفس سے ایک ماہ کی چھٹی لے لی تھی۔ مگر اس کی چھٹیاں شروع ہونے میں ابھی پانچ چھ دن باقی تھے۔ ساحرہ نے بھی ایسا ہی کیا تھا، اس نے بھی فی الحال ملازمت نہ چھوڑنے کا فیصلہ کیا تھا اور اسے اس بات کی ترغیب دینے والی ہستی بھی فریجہ تھی۔

خط کو وہ پھاڑ کر پھینک چکی تھی لہذا خط اور لفافے کے ذریعے کسی قسم کی تحقیقات کا امکان باقی نہیں رہا تھا۔ رہ گیا عمرانہ احمد کا مسئلہ..... تو اس سلسلے میں اس نے یہ سوچا تھا کہ چند دنوں کے بعد وہ سمیرا سے کہہ دے گی کہ اس نے عمرانہ احمد کو تلاش کر لیا تھا اور اس نے شہریار کو بے قصور قرار دیا ہے۔ شادی کے بعد جب سمیرا کو شہریار سے چھٹکارا دلانے کا وقت آئے گا تو وہ کہے گی کہ پہلے اس نے جھوٹ بولا تھا تا کہ بہن کو خوشیاں مل سکیں۔ لیکن درحقیقت عمرانہ احمد نے اس بات کا اقرار کیا تھا کہ شہریار ہی اس کا محبوب تھا اور وہی اس کے بچے کا باپ تھا۔ لیکن اس نے عمرانہ کو محبت کے نام پر دھوکا دیا تھا۔

ایک شام، جب وہ اور سمیرا اکیلی تھیں، اس نے سمیرا سے کہا۔
”سمیرا..... میں نے عمرانہ احمد کو تلاش کر لیا۔“

سمیرا نے بری طرح چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

”میں نے شہریار کے آفس فون کر کے وہاں کے منیجر سے اس کا ایڈریس اور فون نمبر معلوم کر لیا۔“ فریجہ نے کہا۔

”لیکن انہوں نے آپ کو یہ ساری انفارمیشن کس طرح فراہم کر دی؟“ سمیرا نے انتہائی حیرت سے پوچھا۔

فریجہ ہنسی۔ ”میں نے انہیں بتایا کہ میں عمرانہ کی بہت پرانی دوست ہوں۔ کافی

عرصہ پہلے والدین کے ساتھ ملک سے باہر چلی گئی تھی، حال ہی میں وطن واپس آئی ہوں اور عمرانہ سے ملنا چاہتی ہوں لیکن اس کا ایڈریس اور فون نمبر مجھ سے گم ہو گیا ہے۔ صرف اس آفس کا نام یاد رہ گیا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ یہاں جاب کرتی تھی۔ اس کے بعد میں نے بڑی لجاجت سے ان سے درخواست کی کہ وہ عمرانہ کا ایڈریس اور فون نمبر بتا دیں۔ انہوں نے ذرا تامل کے بعد مجھے اس کا ایڈریس اور فون نمبر لکھوا دیا۔ شاید وہ میرے مہذب انداز اور التجائیہ لہجے سے پسچ گئے تھے۔“

”پھر کیا ہوا.....؟“ فریجہ ذرا خاموش ہوئی تو سمیرا نے بے تابی سے پوچھا۔

”پھر میں نے سوچا کہ پہلے مجھے فون کر کے دیکھنا چاہئے۔ فون کرنے پر عمرانہ کی والدہ سے بات ہوئی۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں عمرانہ کی دوست ہوں۔ آفس میں اس کی کو لیگ تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ عمرانہ کی تو شادی ہو چکی ہے اور وہ علیحدہ گھر میں رہتی ہے۔ میں نے ان سے بھی عمرانہ کا ایڈریس اور فون نمبر معلوم کیا اور گھر جانے کی بجائے پہلے اسے فون کرنے کا فیصلہ کیا۔ فون عمرانہ ہی نے ریسیو کیا، میں نے معذرت کے ساتھ مناسب انداز میں ساری تفصیل اسے بتائی تو اس نے کہا کہ یہ سراسر جھوٹ ہے، آپ کو کسی نے گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ میرا شہریار صاحب کے ساتھ کوئی افیئر نہیں تھا۔ میری شادی اچانک طے پا گئی تھی۔ اس لئے میں نے جاب چھوڑ دی تھی۔ اور میں اپنے گھر میں بہت خوش ہوں۔“

سمیرا اب سانس روکے اس کی بات سن رہی تھی۔ بات ختم ہونے پر اس نے ایک گہری سانس لی اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ ایک لمحے بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور فریجہ کے گلے میں بائیں ڈال کر اس سے پٹ گئی۔

فریجہ نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

”تم نے دیکھا میں نے اس لئے تم سے کہا تھا کہ فی الحال شہریار سے کوئی بات مت کرنا..... جن سے محبت کی جاتی ہے، ان پر اعتماد بھی رکھا جاتا ہے۔ ذرا سوچو، شہریار کو اس بات سے کتنا دکھ ہوتا؟ بہت ممکن تھا کہ وہ تم سے بدگمان بھی ہو جاتا۔“
”آپ کے بغیر میں کیا کروں گی آپ!“ سمیرا نے آنسوؤں سے بھیگی ہوئی آواز میں کہا۔

تقریب کا اہتمام انہوں نے اپنے گھر کے طویل و عریض ہال میں ہی کیا تھا۔ کیونکہ مہمانوں کی تعداد بہت زیادہ نہیں تھی، مختصر سی تقریب تھی۔

سمیرا کو رخصت ہو کر فی الحال شہریار کے فلیٹ پر جانا تھا اور دو روز بعد اسی گھر میں لوٹ آنا تھا جہاں اس کا سجا سجا کرہ اس کا اور شہریار کا منتظر تھا۔

سمیرا دلہن بن کر پارلر سے واپس آ چکی تھی۔ نکاح ہو چکا تھا۔ فریج کا دل جیسے کوئی مٹھی میں لے کر مسلے دے رہا تھا۔ ریکارڈ پر بجتے ہوئے رخصتی کے گیت اس کے دماغ پر ہتھوڑے کی طرح برس رہے تھے۔ اس نے بمشکل خود کو سنبھالا ہوا تھا۔

بالآخر سمیرا کی رخصتی کی گھڑی آن پہنچی۔ شہریار کے پہلو میں کھڑی سمیرا کے حسین چہرے پر نظر جمانا مشکل ہو رہا تھا اور فریج کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے شہریار اس کا دولہا نہیں بلکہ کوئی ڈاکو تھا جو اس کی معصوم اور حسین بہن کو اس سے چھین کر لے جا رہا تھا۔

رخصتی کا وقت آیا تو اس کے پاس دل کی بھڑاس نکالنے کا بہانہ موجود تھا۔ سمیرا کو گلے لگا کر وہ خوب روئی اور اسے بھی رُلا لیا۔ پاس کھڑا ہوا شہریار کہنے لگا۔

”سمیرا صرف دو روز کے لئے آپ سے جدا ہو رہی ہے اور آپ اتنا رو رہی ہیں؟ اگر یہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو رہی ہوتی تو آپ کیا کرتیں؟“

”اس سے پہلے تو ہم کبھی رات بھر کے لئے بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے۔ پھر یہ وقت ہی کچھ ایسا ہوتا ہے۔“ فریج نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

”ہمارے لئے تو یہ آج سے پرانی ہو چکی۔ اب تو تم ہی اس کے سب کچھ ہو۔“

”ایسی بات نہیں ہے۔“ شہریار نے آگے بڑھ کر اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ”سمیرا پر آپ کا اب بھی اتنا ہی حق ہے جتنا پہلے تھا اور میں نے آپ کے ساتھ رہنے کا جو وعدہ کیا تھا اس پر قائم ہوں۔ آپ مجھے فیضان کی طرح ہی سمجھیں۔“

”تم سب کی خوشی ہی میری خوشی ہے۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔

سمیرا رخصت ہو گئی اور اس کے جاتے ہی سب مہمان بھی رخصت ہو گئے۔ چاروں طرف سناٹا چھا گیا اور اس کا دل وحشت سے بھر گیا۔ فیضان اور ساحرہ اپنے

”میں تو چاہتی ہوں کہ جب تک میری زندگی ہے تم میرے ساتھ رہو۔“ فریج نے کہا۔ ”اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم کس حد تک اس سے اپنی بات منوا سکتی ہو..... اور وہ کس حد تک تم سے محبت کرتا ہے۔“

سمیرا اس سے علیحدہ ہوئی اور سوچتی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

”اور ایک کام کی بات میں تمہیں بتا دوں کہ یہ سب کچھ شادی کے ابتدائی دنوں میں ہی ممکن ہوتا ہے..... یعنی ایک فریق دوسرے پر کس حد تک اثر انداز ہو سکتا ہے۔ پھر ساری عمر یہی معاملہ چلتا رہتا ہے۔“ فریج نے ٹھہر ٹھہر کر اسے سمجھایا۔

سمیرا نے اس کی بتائی ہوئی ایک ایک بات ذہن نشین کر لی۔ کیونکہ وہ دنیا میں سب سے زیادہ اسی پر اعتماد کرتی تھی اور اسی کو چاہتی تھی..... شاید شہریار سے بھی زیادہ۔



بالآخر فیضان کی شادی کا دن آن پہنچا۔ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق یہ لوگ فیضان کے چند دوستوں کو لے کر شہریار کے فلیٹ پر جا پہنچے جہاں فیضان اور ساحرہ کا نکاح ہوا، پھر مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا اور ساحرہ رخصت ہو کر ان کے گھر آ گئی۔

ساحرہ دلہن بن کر بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ فیضان کے پہلو میں بیٹھی ساحرہ کی مسکراہٹ فریج کے دل کو سانپ بن کر ڈس رہی تھی۔ فیضان کا چہرہ بھی پھول کی طرح کھلا ہوا تھا اور وہ بات بات پر ہنس رہا تھا۔ لیکن آج اسے فیضان کی ہنسی بھی اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

ساحرہ کو جلد عروسی میں پہنچانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں ساری رات انگاروں پر لٹتی رہی..... اس کا لاڈلا اور چہیتا بھائی ایک جادوگر کی مٹھی میں قید ہو گیا تھا!

’زیادہ دنوں کی بات نہیں ہے۔‘ اس نے خود کو تسلی دی۔ ’میں جلد ہی اپنے معصوم بھائی کو اس جادوگر کی قید سے آزاد کرالوں گی۔‘

اگلے روز سمیرا کی رخصتی تھی اور فیضان اور ساحرہ کی دعوتِ ولیمہ بھی..... اس

کمرے میں جا چکے تھے، وہ کسی بھنگی ہوئی روح کی طرح سنسان گھر میں چاروں طرف چکراتی پھر رہی تھی۔ اس کے دل کو کسی طرح قرار نہیں آ رہا تھا۔ اضطراب کے عالم میں اس کی دونوں منٹھیاں کبھی کھل رہی تھیں اور کبھی بند ہو رہی تھیں۔

اس کا بس چلتا تو وہ کسی بھی طرح ان دونوں بہن بھائی کو اپنی زندگی میں داخل ہونے سے روک دیتی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ان دونوں کو شوٹ کر ڈالے جو اس کی زندگی کی سب سے قیمتی متاع لوٹ کر لے گئے تھے۔ آج اسے اپنا دامن بالکل خالی محسوس ہو رہا تھا۔

اگلے روز شہریار نے ایک اچھے سے ہوٹل میں دعوتِ ولیمہ کا انتظام کیا تھا جس میں ان سب کے دوست اور کو لیگز بھی شامل تھے۔ سمیرا آج بھی بہت خوبصورت لگ رہی تھی جبکہ اس کے پہلو میں بیٹھا شہریار اپنی تمام تر وجاہت اور خوش لباسی کے باوجود فریج کو آج بھی لٹیرا اور ڈاکو نظر آ رہا تھا اور ساحرہ ایک حسین ناگن۔

ایک روز بعد سمیرا اور شہریار ان کے گھر، ان کے ساتھ رہنے کے لئے آ گئے تھے۔ پھر دو روز کے بعد وہ چاروں ایک ہفتے کے لئے شمالی علاقہ جات کی سیر کے لئے روانہ ہو گئے تھے اور وہ گھر پر بالکل تنہا رہ گئی۔

سمیرا نے اسے اپنے ساتھ لے جانے کے لئے بہت اصرار کیا تھا مگر وہ جانے پر راضی نہیں ہوئی۔ وہ باقاعدہ اس سے ناراض ہو گئی تھی اور اس نے بڑی مشکل سے اسے سمجھایا تھا کہ اس کا ساتھ جانا کسی طور مناسب نہیں تھا۔

وہ روانہ تو ایک ساتھ ہوئے تھے لیکن لاہور پہنچ کر دونوں جوڑے ایک دوسرے سے الگ ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنا اپنا پروگرام مختلف انداز میں سیٹ کر رکھا تھا۔ یہ تجویز شہریار کی تھی۔ کیونکہ ان کی نئی نئی شادی ہوئی تھی اور وہ ہنی مون ٹرپ پر نکلے ہوئے تھے لہذا ایک ساتھ گھومتے پھرتے وہ فطری طور پر ایک دوسرے سے جھجک محسوس کرتے کیونکہ ان کے درمیان رشتوں کی نوعیت ہی کچھ ایسی تھی۔ پروگرام کے مطابق آخری دن پھر انہیں لاہور کے ایک ہوٹل میں یکجا ہونا تھا اور وہاں سے واپس کراچی۔

فریجہ کی زندگی کا یہ ہفتہ بے حد تنہا اور حد درجہ طویل تھا۔ گھر کی دیرانی اور خاموشی

اس کے اعصاب پر اثر انداز ہو رہی تھی۔ دن رات وہ سوچوں میں ڈوبی رہتی اور بے اختیاری کے عالم میں اس کھڑکی پر جا کھڑی ہوتی اور سڑک کو تکتے لگتی۔ ہر بار اسے بریکوں کی آواز اور مرنے والی کی وحشت زدہ چیخ سنائی دیتی تھی مگر وہ کھڑکی سے ہٹنے کی بجائے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر اور آنکھیں سختی سے پھپھپے وہیں دیر تک کھڑی رہتی۔

اس کے دن رات اسی سوچ میں گزر رہے تھے کہ ان شادیوں کو کیسے ختم کرایا جائے؟ کیسے اپنے لاڈلوں کو ایک جادوگر اور ایک جادوگرنی کے قبضے سے آزاد کرایا جائے؟ وہ خود اپنی اس خواہش کی اسیر بن کر رہ گئی تھی۔

اس ایک ہفتے کے دوران وہ مزید دہلی ہو گئی تھی۔ آنکھیں اندر دھنس گئی تھیں اور ان کے گرد حلقے اور زیادہ گہرے ہو گئے تھے۔ کھانا پکانا اور کھانا تقریباً اس نے چھوڑ رکھا تھا۔

بے قراری کے عالم میں کبھی وہ فیضان کے کمرے میں جاتی اور کبھی سمیرا کے کمرے میں دونوں کمرے فیضان اور شہریار نے مل کر بڑی خوبصورتی سے سجائے تھے اور ریفرنشڈ کرواتے تھے۔

ان کمروں سے باہر نکلتی تو اس کی یہ خواہش اور شدت اختیار کر جاتی کہ ان شادیوں کو کیسے توڑا جائے؟

خیالات اس کے ذہن میں آتے جاتے رہتے تھے مگر وہ ابھی تک کوئی منصوبہ بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی لیکن اس نے اپنے آپ سے وعدہ کر رکھا تھا کہ انہیں اپنے گھر سے نکال کر رہے گی جو انتہائی دیدہ دلیری سے اس کے گھر اور اس کے پیاروں پر قابض ہو گئے تھے۔ یہ کام اسے بہت جلد انجام دینا تھا۔

جب وہ چاروں اپنے اپنے ہنی مون ٹرپ سے گھر لوٹے تو بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ فریجہ نے اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ دروازے پر ان کا استقبال کیا تھا۔ فیضان اور سمیرا اپنی اپنی خوشیوں میں مگن تھے۔ انہوں نے فریجہ کی جسمانی حالت میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کو محسوس نہیں کیا اور آگے بڑھ کر اس سے لپٹ گئے۔

لیکن ساحرہ کی باریک بین نظروں سے اس کی حالت چھپی نہیں رہ سکی۔ اس کی

کیوں ساحرہ؟“ فیضان نے شکم سیر ہونے کے بعد آسودہ سے انداز میں کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔ ”ایسا کھانا تو صرف ہماری آپلی ہی بنا سکتی ہیں۔“ ساحرہ نے بادل ناخواستہ مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا اور سوچنے لگی کہ فریجہ کا بنایا ہوا کھانا بلاشبہ بہت عمدہ ہوتا ہے۔ مگر وہ روز روز تو ایسا کھانا کھانے کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ اس طرح تو ان کے اخراجات بہت بڑھ جائیں گے۔ جبکہ انہیں مستقبل کے لئے کچھ نہ کچھ سیونگ بھی ضرور کرنی تھی۔ اسے اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ فریجہ کھانے پینے پر بہت زیادہ خرچ کرتی تھی۔ مگر وہ فی الوقت کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں تھی لہذا اس نے صبر سے کام لینے کا فیصلہ کیا تھا۔

”آپ مجھے بھی گھر کے کام بتا دیجئے گا پلیز!“ اس نے فریجہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”آپ اکیلی سب کام کریں گی، یہ تو مجھے اچھا نہیں لگے گا۔“ ”تم فکر مت کرو..... میں ان سب کاموں کی عادی ہوں۔“ فریجہ نے شیریں لہجے میں کہا۔ ”اپنوں کے لئے کام کر کے مجھے دلی خوشی ملتی ہے۔ تم اپنی جاب کرتی رہو گی۔ وہی بہت ہے۔“

اس طرح تو آپ ہم سب کی عادتیں بگاڑ دیں گی۔“ شہریار نے گفتگو میں دخل اندازی کرتے ہوئے کہا۔ ”میرا بھی یہی خیال ہے کہ ان دونوں خواتین کو کچن کے کاموں میں تو آپ کا ہاتھ ضرور بٹانا چاہئے۔“

”اور آپ دونوں حضرات مزے سے ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھے رہیں۔“ سمیرا نے اس کی تجویز پر جل بھن کر کہا۔ کیونکہ کام سے تو اس کی جان جاتی تھی، لیکن صرف گھر کے کام سے۔ ورنہ آفس جاب تو وہ بڑی ذمہ داری سے کر رہی تھی۔ ”بھئی کچن کا کام تو ہم نہیں کر سکتے۔ لیکن جو کام ہمارے کرنے کے ہیں وہ ہم ضرور کریں گے۔“ شہریار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مثلاً؟“ سمیرا نے پوچھا۔ ”مثلاً میں نے نوٹ کیا ہے کہ گھر کی کئی چیزیں اور کئی حصے مرمت طلب ہیں، میں جلد از جلد ان کاموں کو نمٹانے کی کوشش کروں گا اور میں بازار سے سودا سلف بھی لا سکتا ہوں۔“

نظریں چند ہی لمحوں میں اس کا جائزہ لے چکی تھیں۔ فیضان سے علیحدہ ہوتے ہوئے فریجہ نے اس کی جانب دیکھا تو اس سے نظریں ملتے ہی ساحرہ کی ریزہ کی ہڈی میں سردی کی ایک لہریں دوڑ گئی۔ وہ آنکھیں کسی دشمن کی آنکھیں تھیں..... جو وحشت بھرے انداز میں اسے گھور رہی تھیں!

یہ ایک ساحرہ کا جی چاہا کہ فیضان کا ہاتھ پکڑے اور اسے یہاں سے کہیں دور لے جائے۔ وہ شادی سے پہلے بھی دو ایک مرتبہ فریجہ کے بارے میں ایسی کیفیت کا شکار ہو چکی تھی لیکن فیضان کی محبت اس کی ہر کیفیت پر غالب آگئی تھی اور پھر فریجہ کے نارمل اور خوشگوار رویے کو دیکھتے ہوئے اس نے اس بات کو اپنا وہم سمجھ کر جھٹک دیا تھا۔

اس وقت بھی فریجہ کی آنکھوں کا وہ لمحاتی تاثر سوائے ساحرہ کے کوئی بھی محسوس نہیں کر سکا تھا اور وہ بالکل نارمل انداز میں آگے بڑھ کر پہلے ساحرہ اور پھر شہریار سے ملی۔

”میرا خیال ہے یہ پوچھنے کی تو قطعی ضرورت نہیں کہ تم لوگوں کا ٹرپ کیسا رہا؟ کیونکہ یہ تو تم سب کے چہروں پر لکھا ہے۔“ اس نے انتہائی خوش دلی سے کہا تو ساحرہ کے علاوہ سب ہنسنے لگے کیونکہ وہ ابھی تک اس شاک سے سنبھل نہیں سکی تھی۔ ”آپلی..... وہاں کا موسم اور وہاں کے مناظر اتنے حسین تھے کہ میں آپ کو کیا بتاؤں۔“ سمیرا نے بچوں کے سے انداز میں کہا۔

”چلو، اب تم سب فریش ہو کر آ جاؤ، کھانا تیار ہے۔“ فریجہ نے کہا تو فیضان نے نعرہ لگایا۔

”آپلی زندہ باد!“ اور اوپر والے کمرے کی طرف چل دیا۔ فریجہ نے اس کی طرف رخ کر کے کہا۔ ”زیادہ دیر مت لگا دینا فیضی! کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔“

کھانا واقعی بہت مزے دار تھا۔ سب نے اس کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا مع ساحرہ کے۔

”اس پورے ٹرپ کے دوران کسی بھی ہوٹل میں ہمیں ایسا کھانا نہیں مل سکا.....“

سمیرا بے اختیار ہنس پڑی۔ اس کی آنکھوں میں چمکتے جگنو دیکھ کر فریجہ کو یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ پوری طرح شہریار کی محبت میں ڈوب چکی تھی۔ اس کا پھول کی طرح کھلا ہوا چہرہ دیکھ کر اس کا دل حسد کے جذبات سے بھر گیا۔ میز کے نیچے گود میں رکھے ہوئے اس کے دونوں ہاتھوں کی منٹھیاں بھینچ گئیں۔

کیا وجہ تھی کہ اسے کسی مرد کی محبت نصیب نہیں ہو سکی تھی؟ اس کے کانوں نے کبھی اپنے لئے محبت کے بیٹھے بول نہیں سنے تھے۔ کبھی کسی مرد نے اس سے شادی کی خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا۔ زندگی کے دو مختلف مرحلوں پر دو مرد اس کے دل کو بھائے تھے مگر دونوں مرتبہ اس کی یہ پسندیدگی اور چاہت یک طرفہ ہی رہی پہلا صائمہ کی زلفوں کا اسیر تھا تو دوسرا اس کی بہن کا.....!

”اس میں بھلا بننے کی کیا بات ہے؟“ شہریار کی گونج دار آواز اسے خیالوں کی دنیا سے باہر کھینچ لائی۔ ”آخر آپ کی اپنی بھی کوئی زندگی ہے۔ اپنے لڑکپن سے اب تک وہ تم دونوں میں اُلجھی رہیں۔ اب تو انہیں آزادی ملنی چاہئے کہ وہ کہیں باہر نکلیں، لوگوں سے ملیں جلیں۔“

سمیرا نے ناک چڑھا کر شوہر کی طرف دیکھا۔ ”آپنی اپنے بچن میں کسی کا آنا پسند نہیں کرتیں۔“

”لیکن مجھے یقین ہے کہ تم کسی میں شمار نہیں ہوتیں۔“ شہریار نے لفظ ”کسی“ پر زور دیتے ہوئے حتیٰ لہجے میں کہا۔

فریجہ مسکرائی، شہریار نے اسے سمیرا کے دل میں غلط فہمی پیدا کرانے کے لئے ایک نکتہ فراہم کر دیا تھا۔

وہ مذاق کے سے انداز میں بولی۔ ”سمیرا! مان لو کہ اب شہریار ہی تمہارا باس ہے۔ اور فیضان کے لئے تو ساحرہ کو ہی آرڈر جاری کرنے پڑیں گے۔ کیونکہ اس بے چاری میں تو ”باس“ والی خصوصیات بالکل نہیں ہیں۔“

ساحرہ ایک دم چوکنہ ہو گئی۔ فریجہ بڑی ہوشیاری سے شوہروں اور بیویوں کے درمیان غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کیا وہ اپنے بہن بھائی پر یہ ثابت کرنا چاہتی تھی کہ وہ اور شہریار حاکمانہ طبیعت کے مالک تھے؟

وہ نرم لہجے میں بولی۔ ”میں حکم چلانے کی بجائے میاں بیوی کے درمیان دوستی پر یقین رکھتی ہوں۔“

”تم لوگ تھکے ہوئے ہو۔ اب جا کر آرام کر لو۔“ فریجہ نے اچانک ہی بات ختم کر دی۔



”آپنی! کل آفس سے واپس آتے ہوئے میں نے ایک دکان کی شو وینڈو میں ایک بہت پیارا سوٹ دیکھا۔“ سمیرا نے رات کے کھانے کے بعد بچن میں فریجہ کے ساتھ برتن دھلواتے ہوئے کہا۔ شہریار کی ہدایت تھی کہ وہ شام کو آفس سے آنے کے بعد کام کاج میں فریجہ کی مدد کیا کرے تاکہ اس کا بوجھ کچھ ہلکا ہو اور سمیرا کو گھر کے کام کاج کی کچھ عادت ہو جائے۔

سمیرا اس بات سے بہت جزبہ ہوئی کیونکہ اس نے اب تک گھر کے کسی کام کو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا۔ مگر شہریار کی ناراضگی کے خیال سے سمیرا کو اس کی بات ماننی پڑی تھی۔ پھر وہ سمجھتی تھی کہ اس کا کہنا صحیح تھا، اب وہ ایک شادی شدہ لڑکی تھی۔ اسے گھریار کی ذمہ داریوں کا شعور ہونا چاہئے تھا۔

فریجہ نے اس کی بات سن کر برتن خشک کر کے رکھتے ہوئے کہا۔

”اچھا..... پھر؟“

”آپنی! میرا جی چاہ رہا ہے کہ میں وہ سوٹ خرید لوں۔ پچھلے دو ماہ سے میں نے ایک بھی نیا سوٹ نہیں خریدا۔“ سمیرا نے کہا۔

”چندا! یہ بات اب تمہیں شہریار سے کہنی چاہئے۔ وہ تمہارا شوہر ہے۔“ فریجہ نے جواب دیا۔

”مجھے معلوم ہے ان کا جواب.....“ سمیرا نے منہ بنااتے ہوئے کہا۔ ”تمہارے پاس ابھی شادی کے اتنے سارے سوٹ موجود ہیں، پھر فضول خرچی کی کیا بات ہے؟ ہمیں اپنا گھر بنانے کے لئے خود پر تھوڑا کنٹرول رکھنا پڑے گا۔“

”جب تمہیں اس کا جواب معلوم ہے تو پھر تم واقعی اپنی خواہشات کو محدود کر لو۔“ فریجہ نے پُر سکون انداز میں کہا۔

”اتنی سردی ہو رہی ہے شہریار! بس تھوڑی دیر اور.....“ وہ منمنائی۔
 ”جی نہیں، بس فوراً بستر چھوڑ دیجئے..... سلپنگ بیوٹی!“ شہریار نے آگے بڑھ کر اس کے اوپر سے کمبل اتار دیا۔ سیرا نے اس کا ہاتھ کھینچ کر اسے بیڈ پر گرا دیا اور جلدی سے اس کے اوپر کمبل ڈال کر اسے جکڑ لیا۔

”دیکھو سیرا! یہ تم اچھا نہیں کر رہیں.....“ اس نے خود کو چھڑانے کی جدوجہد کرتے ہوئے کہا اور پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ سیرا اس کی طرف دیکھتے ہوئے شرارت سے ہنس رہی تھی۔ شہریار نے اس کی طرف تنبیہی انداز میں انگلی اٹھائی اور مسکراتے ہوئے بولا۔ ”میں کہے دیتا ہوں..... اس وقت مجھے مت چھیڑو.....“

”میں تو چھیڑوں گی۔“ سیرا نے چڑانے والے انداز میں کہا۔
 ”خدا کے لئے سیرا! اب تو تم بڑی ہو جاؤ..... ویسے تمہاری آپنی نے تمہیں جی بھر کے بگاڑا ہے۔“ شہریار نے تنگ آتے ہوئے کہا۔ ”اگر تمہارے تیور یہی رہے تو ہم دونوں نوکری سے نکال دیئے جائیں گے اور اپنا گھر بنانے کا منصوبہ ہوا میں تحلیل ہو جائے گا۔“

”ایک تو آپ ہر وقت اپنا گھر، اپنا گھر..... کی رٹ لگائے رکھتے ہیں۔ بن جائے گا وہ بھی۔ ایسی جلدی بھی کیا ہے؟ یہ بھی تو اپنا گھر ہے۔ آپنی تو دل سے چاہتی ہیں کہ ہم ہمیشہ یہیں رہیں۔“ سیرا نے کہا۔

”اور تم ہمیشہ ان کی محتاج بنی رہو۔ خود کچھ نہ کرو۔“ شہریار نے ذرا سخت لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا پھر رسائیت سے اسے سمجھانے لگا۔ ”میں مانتا ہوں کہ وہ ہمارے ساتھ بہت مخلص ہیں، پچھلے دو ڈھائی ماہ میں انہوں نے ہمارے لئے بہت کچھ کیا ہے لیکن ہمیں خود بھی اپنے لئے کچھ کرنا چاہئے..... یہ گھر درحقیقت فیضان اور ساحرہ کا ہے، ہمارا نہیں۔ جلد یا بدیر ہمیں یہاں سے چلے جانا ہے۔“

”لیکن میں الگ گھر کیسے سنبھالوں گی؟“ سیرا نے تقریباً روہانسا ہوتے ہوئے کہا۔ ”میں نے کبھی گھر کے کام کاج نہیں کئے۔ مجھے تو ان کے نام سے وحشت ہوتی ہے۔“

”یہ بھی کوئی بات ہوئی آپنی!“ اس نے چڑ کر کہا۔ ”میں اتنا تعاون تو کر رہی ہوں..... خود بھی جاب کرتی ہوں اور پھر یہاں رہنے سے ہماری کتنی بچت ہو رہی ہے۔ مگر شہریار تو چاہتے ہیں کہ میں کچھ خرچ نہ کروں۔“

”تمہاری آسانی کی خاطر ہی تو میں نے تمہارے یہاں رہنے کی تجویز پیش کی تھی۔“ فریحہ نے کہا۔

”کھانا پکانا سیکھو، یہ کرو، وہ کرو..... ہر وقت بس حکم چلاتے رہتے ہیں۔“ اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ ”اور بھائی کو دیکھو، اپنی بیگم کو کچن کا رخ تک نہیں کرنے دیتے، نہ ہی آپ انہیں کچھ کہتی ہیں۔“

فریحہ دھیرے سے مسکرائی۔ ”میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ یہ دونوں بہن بھائی ہم سب کو انگلیوں پر نچا کر رکھیں گے۔“

سیرا نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔ اسی لمحے باہر سے شہریار کی آواز آئی۔
 ”سیرا! کچن کا کام ختم ہو جائے تو صبح کے لئے میری بلیک پیٹ اور دھاریوں والی شرٹ استری کر دینا..... میں اب اوپر جا رہا ہوں۔“

سیرا نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر غصیلے انداز میں باہر کی جانب دیکھا۔ پھر فریحہ کی طرف دیکھنے لگی۔ گویا کہہ رہی ہو۔ ”آپنی! آپ نے سچ ہی کہا تھا..... یہ شخص تو واقعی پورا ڈکٹیٹر ہے۔“



صبح سیرا کی آنکھ کھلی تو شہریار شاہور لے کر آچکا تھا اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا اپنے بالوں کو برش کر رہا تھا۔ سیرا نے وال کلاک پر نظر ڈالی اور دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ موسم اچھا خاصا سرد تھا اور اس کا گرم گرم بستر سے نکلنے کو بالکل جی نہیں چاہ رہا تھا۔

”یہ شہریار معلوم نہیں کیسے اتنی صبح ہی صبح بستر سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے سوچا۔“

”اٹھ جائیے ملکہ عالیہ! دن نکل آیا ہے اور ہمیں وقت پر اپنے اپنے آفس بھی پہنچنا ہے۔“ شہریار آئینے میں اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

انہیں چلانا چھوڑ دے تاکہ وہ اپنی اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کر سکیں۔ آخر اب ان دونوں کی شادی ہو چکی تھی اور وہ پریکٹیکل لائف میں قدم رکھ چکے تھے۔ لیکن وہ یہ باتیں فریجہ سے نہیں کہہ سکتا تھا اور نہ ہی فیضان سے۔ صرف سمیرا کو ان کا احساس دلا سکتا تھا اور وہ بھی بہت آہستہ آہستہ..... غیر محسوس انداز میں۔

وہ نیچے پہنچا تو ساحرہ ڈانٹنگ نیبل پر چائے کا کپ آگے رکھے بیٹھی تھی۔ اس نے عجیب سی نظروں سے بھائی کی طرف دیکھا۔ ”میرا خیال ہے اب وہ سمیرا کو یہ سمجھا رہی ہوں گی کہ اس موسم میں اسے کس طرح اپنا خیال رکھنا چاہئے!“ اس نے نیچی آواز میں کہا۔

شہریار ایک کرسی کھینچ کر بہن کے پاس بیٹھ گیا۔ ”کیا بات ہے سسر! بہت تپتی ہوئی لگ رہی ہو؟“

”ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ فیضان کو نصیحت کر رہی تھیں کہ رات کو موٹے کپڑے پہن کر سویا کرے اور صبح صبح کمرے کی کھڑکیاں نہ کھولا کرے۔ وہ ان دونوں کو بالکل بچوں کی طرح ٹریٹ کرتی ہیں۔“ ساحرہ نے بد مزگی سے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ وہ دونوں اب تک بچے ہی ہیں.....“

”کوئی بچہ نہیں ہیں۔“ ساحرہ نے تیزی سے اس کی بات کاٹی۔ ”مگر وہ انہیں بڑا ہونے کا موقع دیں تب ناں۔ انہوں نے تو اس طرح دونوں کو اپنا عادی بنا رکھا ہے جس طرح لوگ کسی نشے کے عادی ہوتے ہیں۔“

شہریار نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ساحرہ نے اس سے پہلے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی تھی۔ لہذا وہ سمجھتا تھا کہ وہ بہت خوش اور مگن ہے۔

”وہ کسی بری نیت سے ایسا نہیں کرتیں۔ بس یہ ہے کہ وہ ان دونوں سے اتنی محبت کرتی ہیں کہ ان کے اچھے برے کے بارے میں سوچنا نہیں چھوڑ سکتیں۔ شاید یہ ان کی مجبوری ہے۔“ شہریار نے فریجہ کی طرف داری کی۔

”یہی تو بات ہے..... میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ ایک غیر متوازن اور اینارل شخصیت ہیں..... ان کی نظروں میں کوئی ایسی بات ہے جو کبھی کبھی مجھے لرزا دیتی ہے..... مجھے ان کا رویہ مصنوعی سا لگتا ہے ورنہ وہ دل سے ہماری خیر خواہ نہیں

”لیکن کبھی نہ کبھی تو ہمیں اپنی ذمہ داریاں سنبھالنی ہوں گی۔ اور جب وقت آئے گا تو تم خود بہ خود سب کچھ کرنا سیکھ جاؤ گی۔ مگر خدا کے لئے اس وقت تو اٹھ جاؤ!“ اس نے ایک بار پھر اس کے اوپر سے مکمل کھینچا۔

اس مرتبہ وہ فوراً اٹھ بیٹھی کیونکہ واقعی دیر ہو رہی تھی اور اب شہریار کو غصہ بھی آ سکتا تھا اور اس بات سے وہ بچنے کی کوشش کرتی تھی۔ ہمیشہ بحث کے دوران خطرہ محسوس کرتے ہی ہتھیار ڈال دیتی تھی۔ شہریار کو اس کی یہی ادا پسند تھی اور وہ یہ بات جانتی تھی۔

”میں گاڑی باہر نکالتا ہوں تب تک تم تیار ہو کر نیچے آ جاؤ تاکہ جلدی سے ناشتہ کیا جاسکے۔“ اس نے حکم جاری کیا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ جونہی اس نے دروازہ کھولا، فریجہ کو وہاں کھڑا دیکھ کر حیران رہ گیا۔

بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔ ”آپ.....؟“

فریجہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”السلام علیکم اور صبح بخیر!“

”وعلیکم السلام۔“ اس نے ذرا گڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”سمیرا اٹھ گئی؟“ اس نے کمرے کے اندر جھانکتے ہوئے کہا۔ پھر اسے کمرے کے وسط میں کھڑا دیکھ کر آگے بڑھی۔ ”میں تمہارے لئے یہ کوٹ لائی ہوں، آج اسے پہن کر آفس جانا۔ اتنی ٹھنڈ ہو رہی ہے اور تم کوئی گرم کپڑا پہنے بغیر یونہی نکل جاتی ہو..... جبکہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہیں کتنی جلد ٹھنڈ لگ جاتی ہے۔“

”ارے آپ! آپ تو اسے بالکل چھوٹی سی بچی سمجھتی ہیں۔“ شہریار نے کہا۔ ”سردی لگے گی تو خود کچھ پہن لے گی۔“

”میں اسے تم سے زیادہ جانتی ہوں۔ یہ بہت بے پرواہ لڑکی ہے۔ اس کا خیال مجھ ہی کو رکھنا پڑتا ہے۔ تم نے اس کو بیمار پڑتے نہیں دیکھا لیکن میں رات رات بھر اس کے لئے جاگی ہوں..... لہذا احتیاط علاج سے بہتر ہے۔“ وہ مسکرائی۔

شہریار کوئی جواب دیئے بغیر بیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ فریجہ ان کا بے حد خیال رکھتی تھی مگر وہ کبھی کبھی اس کی بے وقت اور بے جا مداخلت پر جھنجھلا جایا کرتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ فریجہ، سمیرا اور فیضان کی انگلی پکڑ کر

ہیں۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے ہم اس گھر میں آکر ان کے قیدی بن چکے ہیں اور قید بھی ایسی جس سے رہائی ممکن نظر نہیں آتی۔“ ساحرہ بہت دھیمی آواز میں بات کر رہی تھی۔

”اس طرح نہیں سوچتے ساحرہ! ہم یہاں کسی کی قید میں نہیں ہیں، اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ جب چاہیں یہاں سے جاسکتے ہیں۔“ شہریار نے بزرگانہ انداز میں اسے سمجھایا۔

”ہم یہاں سے کبھی نہیں نکل پائیں گے۔ آپ دیکھ لیجئے گا۔ اور میں تو اس بارے میں ایک لفظ منہ سے نہیں نکال سکتی۔ فیضان کبھی یہ گھر نہیں چھوڑے گا۔ انہوں نے ان دونوں کو اپنا محتاج بنا رکھا ہے اور وہ اسی میں خوش ہیں۔ اور ہم دونوں ان سے بندھے ہوئے ہیں۔“

شہریار سوچتی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”میرا خیال ہے تم فیضان کی بہن سے کچھ زیادہ ہی نفرت کرنے لگی ہو۔ اسی لئے منفی انداز میں سوچ رہی ہو۔ یہاں رہنے میں ہمارا بھی تو فائدہ ہے۔“

”یہی تو آپ کی خام خیالی ہے..... آپ سمجھ نہیں رہے ہیں بھیا! یہ بھی ان کی کوئی سازش ہے۔ آپ کا خیال ہے کہ یہاں رہنے سے ہماری بہت بچت ہو رہی ہے اور وہ دونوں مستقبل کی خاطر سیونگ کر رہے ہیں، تو ایسا نہیں ہے۔ سمیرا آپ کے علم میں لائے بغیر ہر ہفتے اپنے لئے دو چار نئے سوٹ خرید لاتی ہے۔ وہ مجھ سے بھی یہ بات چھپاتی ہے لیکن میں نوٹ کر لیتی ہوں۔ اور فیضان بھی انتہائی فضول خرچ ہے۔ اپنے علاوہ میرے لئے بھی غیر ضروری چیزیں خرید خرید کر ڈھیر لگاتا رہتا ہے..... اور وہ انہیں کبھی منع نہیں کرتیں بلکہ انہیں شہ دیتی رہتی ہیں۔ وہ کبھی نہیں چاہیں گی کہ وہ دونوں اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکیں۔“

”ایسی بات نہیں ہے۔ سمیرا نے مجھے خود بتایا ہے کہ وہ برابر سیونگ کر رہی ہے اور ایک روز مجھے سر پرانز دے گی۔“ شہریار نے مدافعانہ انداز میں کہا۔

وہ ہنسی سے ہنسی۔ ”سر پرانز تو ایک روز آپ کو ضرور ملے گا..... کیونکہ ہم نے اپنی زندگیوں کے بارے میں فیصلہ کرنے میں بہت جلد بازی سے کام لیا ہے۔ ہم بہت

بڑی مشکل میں گرفتار ہو چکے ہیں۔ آپ میری بات لکھ لیں کہ اگر کبھی فیصلے کا وقت آیا تو وہ دونوں ہمیں چھوڑ دیں گے لیکن اپنی بہن کو نہیں چھوڑیں گے۔“

ساحرہ کی باتیں سن کر اس کے جسم میں کپکپی سی دوڑ گئی۔

”اب تم فضول قسم کی باتیں کر رہی ہو..... فریخہ ان کی زندگیوں میں غیر ضروری حد تک مداخلت کرتی ہیں مگر وہ اپنی محبت میں ایسا کرتی ہیں۔“

ساحرہ سر جھکا کر اپنا ہونٹ کاٹنے لگی۔ ”بھیا! مجھے ان سے اور ان کے گھر سے بہت خوف آتا ہے۔“ وہ خوف زدہ سے انداز میں بولی۔ ”میں یہاں رہنا نہیں چاہتی، مجھے یہ گھر بھی ان ہی کی طرح پراسرار اور آسیب زدہ سا لگتا ہے۔ یہاں کے در و دیوار سے مجھے اُداسی اور وحشت سی ٹپکتی دکھائی دیتی ہے۔“ اس نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔

شہریار نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ سامنے سے سمیرا اور فریخہ آگے پیچھے آتی دکھائی دیں۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی ماں اپنی چھوٹی سی بچی کو سکول کے لئے تیار کرانے کے بعد اب اسے ناشتہ کروانے کے لئے لا رہی ہو۔

”تم بیٹھو سمیرا!“ فریخہ نے کہا۔ ”میں جلدی سے تم سب کے لئے ناشتہ لاتی ہوں۔ اور یہ فیضان اب تک نیچے نہیں اُترا۔ یہ لڑکا روزانہ لیٹ ہو جاتا ہے۔“ اس نے لاڈ بھرے انداز میں کہا اور کچن میں چلی گئی۔ سمیرا اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی اور کرسی گھسیٹ کر اطمینان سے اس پر بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر بچوں کی سی معصومیت پھیلی ہوئی تھی۔



ان کی شادی کو تین ماہ سے زیادہ عرصہ ہو چکا تھا۔ ساحرہ ان دنوں فریخہ سے کھانا پکانا سیکھنا چاہتی تھی مگر فریخہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی بہانہ تراش کر اسے کچن سے روانہ کر دیتی تھی۔ مثلاً یہ کہ تم آفس سے تھکی ہوئی آئی ہو یا یہ کہ میں اتنی خود غرض نہیں ہوں کہ تمہاری چھٹی کا دن کچن میں ضائع کرادوں..... یا فیضان تمہیں ابھی آوازیں دینا شروع کر دے گا اور کھانا مجھ ہی کو بنانا پڑے گا یا پھر یہ کہ آج بہت گرمی ہے، پھر کسی دن سیکھ لینا وغیرہ وغیرہ۔

ایک روز اس نے پُر احتجاج انداز میں فیضان سے کہا۔
 ”فیضان! میں کھانا پکانا اور دوسرے کام سیکھنا چاہتی ہوں تاکہ آپ کی کچھ مدد کر سکوں لیکن وہ مجھے کچھ کرنے ہی نہیں دیتیں۔“

”تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟ تمہیں تو خوش ہونا چاہئے کہ تمہیں آپنی جیسی محبت کرنے اور خیال رکھنے والی نند ملی ہے۔ تمہارے پاس جو وقت ہے وہ تم سارے کا سارا مجھے دیا کرو۔ کچن انہیں سنبھالنے دو۔ تم مجھے سنبھالو۔“ اس نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

فیضان سے اسے اسی قسم کے جواب کی توقع تھی۔ مگر وہ بات کی تہہ تک پہنچ چکی تھی۔ فریہ کے اس رویے کے پیچھے جو مقصد پنہاں تھا وہ اسے سمجھ گئی تھی۔ لہذا اس نے اس کے خلاف اپنے طور پر اسٹینڈ لینے کا فیصلہ کیا تھا، وہ بھی بلا تاخیر۔
 اگلی شام وہ خاموشی سے کچن میں کام کرتی فریہ کے پاس پہنچی اور فوراً ہی مطلب کی بات شروع کر دی۔

”میں دیکھ رہی ہوں آپ کی مسلسل مصروف رہتی ہیں اور آپ کی صحت بھی گزرتی جا رہی ہے۔ آپ کو اپنے آرام کے لئے بھی وقت نکالنا چاہئے۔“
 ”میں مصروفیت میں خوش رہتی ہوں۔ بیکار بیٹھوں تو شاید بیمار پڑ جاؤں۔“ فریہ نے کام کرتے ہوئے جواب دیا۔

”میں بیکار بیٹھنے کو کب کہہ رہی ہوں! میں تو یہ کہہ رہی ہوں کہ آپ کو اپنی مصروفیت میں کچھ کمی کرنی چاہئے اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب کوئی آپ کا ہاتھ بنائے۔“

”لیکن میں نے تو کبھی کسی سے کام کی زیادتی یا اپنی تھکن کی شکایت نہیں کی۔“
 فریہ نے حتی الامکان اپنے لہجے کو ہموار رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”آپ کسی سے کچھ نہیں کہتیں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم بھی آپ کا خیال نہ رکھیں! کم از کم آپ اتوار کے دن کا چارج مجھے سونپ دیں، میں سب سنبھال لوں گی۔ آپ اس دن چھٹی کیا کریں..... اور ہاں، اس دن میں سنڈے بازار سے آپ کو ہفتے بھر کا سودا سلف بھی لا دیا کروں گی۔ اس طرح آپ باہر کے کاموں سے بھی

بچ جائیں گی۔ میں بھیا کے ساتھ ان کی گاڑی میں چلی جایا کروں گی اور سب سامان لا دیا کروں گی۔ آپ یقین کریں، میں اور بھیا بہت اچھی شاپنگ کر لیتے ہیں..... میرا مطلب ہے، با کفایت شاپنگ!“

ساحرہ خاموش ہوئی تو فریہ نے با آواز طریقے سے سانس اندر کی طرف کھینچی..... گویا وہ اپنے غصے پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔

”میرا خیال ہے کہ میں تمام معاملات بہت اچھے طریقے سے چلا رہی ہوں۔ میرے بہن بھائی کا بھی یہی خیال ہے، انہوں نے کبھی مجھ سے میرے اختیارات چھیننے کی کوشش نہیں کی۔“

”آپ کے اختیارات کوئی نہیں چھین رہا۔“ ساحرہ نے پُرسکون رہنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”میں تو اپنا فرض نبھانا چاہتی ہوں۔ آخر میں اس گھر کی بہو ہوں۔“

”تم اس گھر کی بہو ہو اور تمہارا فرض یہ ہے کہ مجھے اس گھر سے بے دخل کر ڈالو۔ مجھے اس بات کا احساس دلاؤ کہ میں با کفایت اور اچھی شاپنگ نہیں کر سکتی، کھانے پینے پر بے تحاشا پیسہ خرچ کرتی ہوں۔“ اس وقت اچانک محل کا دامن فریہ کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور نفرت کے جذبات اس پر حاوی ہو گئے۔

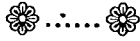
ساحرہ اپنی جگہ ساکت کھڑی رہ گئی۔ اس نے پہلی مرتبہ فریہ کو غصے میں دیکھا تھا بلکہ غصہ کیا، وہ تو جنون کی سی کیفیت میں نظر آ رہی تھی۔

وہ غصے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہنے لگی۔

”تم اور تمہارا بھائی ایک ہنستے بستے گھر کو توڑنے کی کوششوں میں مصروف ہو..... تم لوگ صرف اور صرف اپنے متعلق سوچتے ہو۔ میرے بھائی کو ایک محبت اور ایثار کرنے والی بیوی کی ضرورت تھی۔ تم نے کبھی اس سے محبت نہیں کی، کبھی اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ تم تو بس جس وقت سے اسے ملی ہو، اسے بدلنے کی کوششوں میں مصروف ہو۔“

فریہ اس وقت بالکل جنونی کیفیت کے زیر اثر تھی۔ اس کی آنکھوں سے گویا چنگاریاں سی پھوٹی محسوس ہو رہی تھیں۔ بات کرتے ہوئے منہ سے کف اُڑتا جا رہا

ساحرہ کو اس پر رحم آنے لگا۔ وہ دھیمے لہجے میں بولی۔
 ”آپ کی طبیعت شاید ٹھیک نہیں ہے۔ آپ کو آرام کی شدید ضرورت ہے۔ میں
 اور سمیرا گھر سنبھال لیں گی۔ ضرورت پڑی تو میں آفس سے چھٹی کر لوں گی۔ پلیز،
 سمجھنے کی کوشش کریں۔“
 ”یہ لڑکی تو مجھے پوری طرح بے دخل کر کے سارے گھر پر قبضہ جمانا چاہتی ہے۔
 لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ اس نے سوچا۔“
 ”تمہیں میرا کتنا خیال ہے اور میں.....“ وہ شرمندہ سے لہجے میں کہنے لگی۔ ”مجھے
 واقعی کچھ آرام کی ضرورت ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے پتہ نہیں تمہیں کیا کچھ
 کہہ دیا! مجھے معاف کر دینا۔ مجھے احساس ہو رہا ہے کہ اب میں سارا کام تمہا نہیں
 سنبھال سکتی مجھے تم سے اور سمیرا سے بھی کچھ مدد لینا چاہئے!“
 وہ ایک ہاتھ سے سر تھامے کچن سے باہر نکل آئی۔ خیالات اس کے ذہن کی
 تاریکیوں میں چگاڑوں کی مانند پھڑپھڑا رہے تھے۔ اسے حرکت میں آنا تھا.....
 فوری طور پر!



تھا اور اس کے استخوانی ہاتھ بالکل کسی پرندے کے پنجوں کی طرح مزے ہوئے
 تھے۔

”آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟“ ساحرہ نے بے اختیار پوچھا، اس وقت اسے اپنی
 آواز اجنبی سی محسوس ہوئی تھی۔ ”کیا بھیا اور میں اپنے اپنے لائف پارٹنر سے محبت
 نہیں کرتے؟..... دشمن ہیں ان کے.....؟“

”تم کیا جانو، محبت کسے کہتے ہیں؟“ وہ غرائی۔ ”محبت سراسر قربانی کا نام ہے،
 کسی کے لئے خود مٹ جانے کا نام محبت ہے۔“
 ساحرہ نے خود کو سنبھالا۔ وہ اس عورت سے خوف زدہ ہونا نہیں چاہتی تھی لیکن ہو
 رہی تھی۔

”یہاں آپ غلطی پر ہیں۔“ اس نے نچل کے ساتھ کہا۔ ”ہر چیز کی ایک حد ہوتی
 ہے۔ آپ محبت کی شدت میں خود غرض ہو چکی ہیں۔ اس میں کسی دوسرے کی
 شراکت برداشت نہیں کر سکتیں۔ لیکن آپ یہ تو سوچیں اگر میں اور بھیا نہ ہوتے تو
 کوئی دوسرے دو افراد ہوتے! آپ ہمیشہ ہمیشہ تو ان دونوں کو اپنے پلو سے باندھ کر
 نہیں رکھ سکتیں۔“

ساحرہ کی بات سن کر اس کی آنکھوں میں ایک شعلہ سا لپکا تھا، چند لمحوں تک وہ
 اسے گھورتی رہی پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور رفتہ رفتہ اس کے چہرے کے
 تاثرات نارمل ہوتے چلے گئے۔ دونوں ہاتھوں کی بچھی ہوئی مٹھیاں کھل گئیں اور
 جب بولی تو اس کی آواز پہلے کی طرح پرسکون ہو چکی تھی۔

”تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو..... میں تم سے یا تمہارے بھائی سے جیلس نہیں ہوں۔
 میں تو بس یہ چاہتی ہوں کہ میرے دونوں بچے خوش رہیں۔“
 ”لیکن اب وہ بچے نہیں رہے۔“ ساحرہ کو ایک دم غصہ آ گیا۔ ”اب وہ دونوں
 شادی شدہ افراد ہیں۔“

فریحہ نے ایک ہاتھ سے اپنا سر تھام لیا۔ ”ہاں..... اب وہ بچے نہیں رہے، میں
 جانتی ہوں۔ انہیں میری ضرورت نہیں..... پہلے صرف میں ہی ان کے لئے سب
 کچھ تھی اور اب میں کوئی نہیں۔“ اس نے انتہائی شکستہ لہجے میں کہا۔

ان کے لئے کچھ کریں۔ میری تجویز تو یہ ہے کہ انہیں کچھ دنوں کے لئے شہر سے باہر کسی رشتے دار یا دوست کے پاس بھیج دیا جائے کیونکہ گھر پر رہتے ہوئے تو یہ کام کرنے سے باز نہیں رہ سکیں گی۔“

ساحرہ خاموش ہوئی تو سب کی نظریں چند لمحوں کے لئے میز کے سرے پر بیٹھی فریحہ کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔ بالآخر شہریار نے اس خاموشی کو توڑا۔

”یہ تو بہت اچھا آئیڈیا ہے..... آپ کو مکمل طور پر چھٹیاں منانی چاہئیں۔ لیکن کیا کوئی ایسی جگہ ہے جہاں آپ جانا چاہتی ہوں؟“

فریحہ نے بڑی مشکل سے اپنا لقمہ نگلتے ہوئے کہا۔ ”میں کہیں جانا نہیں چاہتی۔ میں نے ساحرہ سے ایسی کوئی بات نہیں کی.....“

”یہ تجویز تو ساحرہ کی ہے لیکن آپ واقعی کام کی زیادتی اور ڈپریشن کا شکار ہیں۔“ شہریار نے کہا۔

”لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں اپنا گھر چھوڑ کر کسی اور کے گھر جاؤں۔“ فریحہ کی آواز میں تلخی کھلی ہوئی تھی۔ ”میرے کہنے کا مطلب صرف اتنا تھا کہ مجھے گھر کے کاموں میں تھوڑی بہت مدد کی ضرورت ہے۔ ساحرہ نے شاید اس کا دوسرا مطلب نکال لیا۔ حالانکہ میں نے اسے بتایا تھا کہ میں کام کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

بیکار رہنے سے تو میں پوری طرح بیمار پڑ جاؤں گی۔“

ساحرہ کا چہرہ اس کی بات سن کر دھواں دھواں ہو گیا۔ فیضان نے اس کی کیفیت بھانپتے ہوئے اس کی سائیڈ لی۔

”یہ تو آپ کی وجہ سے ایسا کہہ رہی تھی آپ! لیکن آپ کہیں جانا نہیں چاہتیں تو کوئی آپ سے اصرار نہیں کرے گا۔“

”مجھے یقین ہے کہ ایسا ہی ہو گا.....“ فریحہ نے کہا۔ ”لیکن مجھے یہ بات سخت ناپسند ہے کہ مجھ سے پوچھے بغیر میرے بارے میں فیصلے کئے جائیں۔“ اس کے

چہرے پر چھائی زردی کچھ اور گہری ہو گئی تھی۔

ایک لمحے تک بالکل خاموش طاری رہی، پھر سمیرا اپنی جگہ سے اٹھی اور اپنی بانہیں فریحہ کے گلے میں ڈال کر اپنا شفق رنگ رخسار اس کے زرد رخسار سے ملا دیا اور پیار

ساحرہ گم صم سے انداز میں اس کے پیچھے کچن سے باہر آ گئی۔ وہ فریحہ کو اس کے کمرے کی جانب جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ اس عورت سے اب اسے خوف آنے لگا تھا۔

کچھ دیر پہلے وہ اپنے دل میں اس کے لئے ہمدردی اور رحم کے جذبات محسوس کر رہی تھی لیکن اب ایک بار پھر اس پر ناپسندیدگی اور نفرت کے جذبات غالب آ رہے تھے۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ ایک دم فریحہ کا مفاہمت پر اتر آنا، اس سے معذرت کرنا، سر پر ہاتھ رکھ کر ناتوانی اور غائب دماغی کا اظہار کرنا اداکاری کے سوا کچھ نہیں تھا!

ورنہ درحقیقت وہ اندر ہی اندر نفرت کی آگ میں جل رہی تھی۔ اپنی اس آگ میں وہ دوسروں کو بھی جلا کر خاکستر کر سکتی تھی۔ وہ بار بار فیضان اور سمیرا کے لئے ”میرے بچے، میرے بچے“ کے الفاظ ادا کرتی تھی۔ اس کا واضح مطلب یہی تھا کہ وہ ان دونوں کو صرف اپنی ملکیت سمجھتی تھی۔ اس کا یہ احساس اس قدر شدید تھا کہ وہ یقینی طور پر ذہنی عدم توازن کا شکار ہو چکی تھی۔ وہ فیضان اور سمیرا کو مکمل طور پر زیر تسلط رکھنے کے لئے کچھ بھی کر سکتی تھی..... ان دونوں کی شادیاں بھی ختم کر سکتی تھی!

اگر وہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس سلسلے میں کیا کیا جائے؟

لہذا فی الحال اس نے اپنے ہوشیار اور محتاط رہنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

”ہم سب بہت خود غرض ہو گئے ہیں۔“ ساحرہ نے رات کے کھانے کے دوران اچانک کہا۔ ”ہم میں سے کسی کو بھی اس بات کا ساس نہیں کہ آپ کو کس قدر کام کرنا پڑتا ہے۔ ان کی صبح کتنی رونا جا رہی ہے۔ یہ کسی سے کچھ کہتی بھی تو نہیں ہیں..... لیکن ان تو انہوں نے مرے سامنے اس بات کو تسلیم کر ہی لیا۔ ہمیں چاہئے کہ

دونوں کی سپورٹ بھی حاصل تھی۔ وہ جانتی تھی کہ فیضان اس کے مقابلے میں ہمیشہ فریجہ کی حمایت کرے گا۔

”میرا خیال ہے، اب ہمیں اس بات کو بھول جانا چاہئے۔“ ساحرہ نے دھیمی آواز میں کہا۔ وہ سخت خفت محسوس کر رہی تھی۔

”میرا بھی یہی خیال ہے۔“ فریجہ نے متانت سے کہا۔ ”مجھے یقین ہے کہ تم نے یہ سب کچھ اچھی نیت سے کہا ہو گا۔ لیکن ہمارے ہاں کے طور طریقے ذرا مختلف ہیں..... یہ پتہ کھیر تو اب تک کسی نے چکھی ہی نہیں۔ لو شہریار! میں نے خاص طور سے تمہارے لئے بنائی ہے۔“

شہریار نے کھیر لینے کے لئے اپنی پلیٹ آگے بڑھا دی اور آفس میں پیش آنے والے کسی پُر لطف واقعے کا ذکر کرنے لگا۔ موضوع تبدیل ہو چکا تھا لیکن میرا اب تک بہن سے چپکی ہوئی بیٹھی تھی اور فیضان بار بار متشکری نظروں سے بہن کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ساحرہ کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ فریجہ گردن اونچی کئے، ہمیشہ کی طرح پُر سکون انداز میں بیٹھی تھی

رات کو اپنے کمرے میں جانے کے بعد ساحرہ نے فیضان کے سامنے اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی۔

”فیضی! میں نے آج شام آپ سے صرف یہ کہا تھا کہ اتوار کے دن کام میں سنبھال لیا کروں گی۔ اس طرح آپ کو آرام کے لئے پورا ایک دن مل جایا کرے گا اور میں ہفتے بھر کا سودا سلف بھی لا دیا کروں گی..... لیکن وہ ناراض ہو گئیں اور مجھ پر چلانے لگیں۔ حالانکہ میں نے تو ان کے آرام کے خیال سے ایسا کہا تھا کیونکہ مجھے ان کی طبیعت ٹھیک نہیں لگتی۔“

فیضان اپنی سیاہ چمک دار آنکھوں سے اسے گھورنے لگا۔

”آپ کبھی کسی پر نہیں چلائیں..... میں اس بات پر یقین نہیں کر سکتا۔“

”تو کیا میں تم سے جھوٹ بول رہی ہوں؟“ ساحرہ نے کہا۔ ”سچ تو یہ ہے کہ وہ تم دونوں کی شادیوں سے خوش نہیں ہیں۔ وہ ہمیشہ تم دونوں کو اپنا محتاج رکھنا چاہتی

سے کہنے لگی۔

”ہم آپ کو بھلا کس طرح خود سے دور بھیج سکتے ہیں؟ آپ کے بغیر تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اگر میں نے کھانا پکانا شروع کر دیا تو سب بد ہضمی کا شکار ہو جائیں گے اور خود میں بھی شاید بیمار پڑ جاؤں گی۔“

”یہ تمہاری زیادتی ہے سمیرا!“ شہریار نے ترش لہجے میں کہا۔ ”اب تمہیں ساحرہ کو کھانا پکانا اور گھر چلانا سیکھ لینا چاہئے۔ آپ ہی ہم سب کی غلام نہیں ہیں۔“

سمیرا نے محسوس کیا کہ شہریار کی بات سن کر فریجہ کے جسم میں تناؤ سا آ گیا تھا۔ اس نے اپنے شوہر کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

”آپ ہمارے اور آپ کے تعلق کو کبھی نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ آپ کے اور ساحرہ کے درمیان وہ قربت اور انڈر اسٹینڈنگ نہیں ہے جو ہم تینوں کے درمیان موجود ہے۔ آپ نے ہمارے لئے اتنا کچھ کیا ہے کہ ہم ان کے بغیر اپنی زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کیوں بھائی؟“ وہ خاموش اور مضطرب بیٹھے فیضان سے مخاطب ہوئی۔

”بااگل ٹھیک کہا تم نے۔“ فیضان نے دھیرے سے جواب دیا۔

”میرا خیال ہے کہ یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں جتنا ہم نے اسے بنا دیا ہے۔“ شہریار نے بیوی کی بات پر کوئی تبصرہ کئے بغیر کہا۔ ”ہم آپ کی مدد کے لئے کوئی ملازمہ بھی تو رکھ سکتے ہیں۔“

”مجھے کسی ملازمہ کی ضرورت نہیں۔ اگر میں چاہتی تو بہت پہلے کوئی ملازمہ رکھ چکی ہوتی۔ میں اپنا کام خود کرنے کی قائل ہوں۔ میں تو صرف یہ چاہتی ہوں کہ ساحرہ کبھی کبھار میری تھوڑی بہت مدد کر دیا کرنے۔ کیونکہ اب میں جلد تھک جاتی ہوں۔ مگر یہاں تو ذرا سی بات کا مسئلہ کھڑا ہو گیا۔“ فریجہ نے ناگواری سے کہا۔

سب کی نظریں بے اختیار ساحرہ پر مرکوز ہو گئیں اور اس کا چہرہ مارے خفت کے سرخ پڑ گیا۔ فریجہ نے بڑی ہوشیاری سے سب کی نظروں میں اسے برا بنا دیا تھا اور خود ہمیشہ کی طرح اچھی بن گئی تھی۔

اس کے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بج اٹھی تھی۔ وہ جان گئی تھی کہ فریجہ سے اس کا کوئی مقابلہ نہیں تھا۔ وہ کبھی اس سے جیت نہیں سکتی تھی کیونکہ اسے بہن، بھائی

ہیں اور تم اور سیرا اس بات سے خوش رہتے ہو کہ وہ تم دونوں کو پانچ سال کے بچوں کی طرح ٹریٹ کرتی ہیں۔ تم دونوں زندگی بھر اپنے لئے کچھ نہیں کر پاؤ گے۔“

ساحرہ کو غصہ آ گیا تھا۔

”ہاں، میں کبھی کچھ نہیں کر پاؤں گا۔“ فیضان کو بھی غصہ آ چکا تھا۔ ”تمہارے حکم کا غلام بننے سے تو لاکھ درجے بہتر ہے کہ میں ان کا محتاج رہوں۔ تمہیں تو ہر وقت میری کسی نہ کسی بات، کسی نہ کسی کام پر اعتراض رہتا ہے۔“

ساحرہ اپنا ہونٹ کاٹنے لگی۔ وہ فیضان سے بے حد محبت کرتی تھی اس لئے ذرا ذرا سی بات پر اسے ٹوکتی رہتی تھی۔

”تم میری بات چھوڑو.....“ اس نے آہستگی سے کہا۔ ”لیکن کیا تم نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ آپ بیمار ہیں..... ذہنی طور پر.....“

”اچھا..... تو یعنی میری پوری فیملی پاگل ہے؟“ وہ چلا آیا۔ ”اوکے..... اب میں تمہیں دکھاؤں گا کہ میں کتنا بڑا پاگل ہوں۔“

”فیضان.....!“ وہ خوف زدہ انداز میں چلائی۔ کیونکہ وہ آندھی و طوفان کی مانند کمرے سے باہر نکل چکا تھا۔ ”فیضان! میری بات سنو.....“ وہ اسے پکارتی رہ گئی مگر وہ پورچ میں کھڑی موٹر بائیک اشارت کر کے اتنی تیزی سے روانہ ہوا کہ وہ دیکھتی رہ گئی۔

وہ اسے دیکھنے کے لئے ہال کی کھڑکی کی طرف بھاگی لیکن وہاں فریج پہلے سے موجود تھی۔ اس نے سوالیہ نظروں سے ساحرہ کی طرف دیکھا۔

”کیا یہ فیضان تھا.....؟“ اس نے تشویش سے پوچھا۔ ”اور وہ چیخنے کی آواز تمہاری تھی؟ میں نے سوچا کہ.....“ اس نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ شاید یہ اس کے تصور کی کارفرمائی تھی! مگر جب اس نے دیکھا کہ اس کی دشمن اس کے قریب پریشان کھڑی تھی تو اسے اپنا خیال تبدیل کرنا پڑا تھا۔

”جب وہ اس طرح سے موٹر سائیکل کو ریس دیتا ہے تو میں بے حد پریشان ہو جاتی ہوں۔“ اس نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔ ”کیا تمہیں شہریار نے اس کی ماں کے بارے میں کچھ بتایا تھا؟“

ساحرہ بے حد اپ سیٹ تھی۔ اس نے انکار میں سر ہلایا۔

”نہیں..... کیا کوئی کوئی خاص بات ہے؟“

فریج نے اپنا ہاتھ ہونٹوں پر رکھ لیا۔

”میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتی..... تمہیں پریشان دیکھ کر مجھے یوں لگا جیسے شہریار نے مجھ سے وعدہ خلائی کرتے ہوئے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے۔ اس لئے تم فیضان کے رویے پر اتنی اپ سیٹ ہو۔“

ساحرہ نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتی تھی؟

”پلیز، آپ مجھے بتائیں کہ بات کیا ہے؟“ اس نے اصرار کیا۔

فریج نے اپنا سر ہلایا۔ ”اس بات کا نہ جانتا ہی تمہارے حق میں بہتر ہو گا۔“ یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

ساحرہ اپنی جگہ ساکت کھڑی رہ گئی۔ دوسروں کو الجھن میں گرفتار کر کے شاید فریج کو بہت لطف آتا تھا۔ اس نے سوچا اور اوپر اپنے بیڈ روم کی طرف چل دی۔ وہ اپنے بھائی سے اسی وقت بات کرنا چاہتی تھی لیکن وہ بھی اپنے بیڈ روم میں جا چکا تھا۔ لہذا ساحرہ نے اس وقت اسے ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

وہ سر جھکائے، سوچوں میں گم شہریار کے بیڈ روم کے آگے سے گزر رہی تھی کہ اچانک بیڈ روم کا دروازہ کھلا اور شہریار باہر نکلا۔ ساحرہ ٹھک کر رہ گئی۔

وہ بہن کے نزدیک آ کر کہنے لگا۔

”کیا بات ہے ساحرہ؟ تم کچھ پریشان نظر آ رہی ہو..... ابھی کچھ دیر پہلے میں نے تمہارے چلائے کی آواز سنی تھی۔ تم شاید فیضان کو پکار رہی تھیں۔ پھر میں نے اس کی موٹر بائیک کی آواز سنی تھی۔ کیا معاملہ ہے؟ میں یہی جاننے کے لئے اس وقت باہر نکلا تھا۔“

”مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے بھیا! کیا سیرا جاگ رہی ہے؟“

”نہیں، وہ سوچکی ہے۔ کیوں، کیا بات ہے؟“

”آپ ذرا میرے کمرے میں آ جائیں۔ وہیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔“

”تم اس کے غصے کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان مت ہو..... کچھ دیر بعد وہ نارمل ہو کر واپس آ جائے گا۔ دراصل یہ پوری فیملی بڑی پٹی (Touchy) ہے۔“ شہریار نے فیضان کے رویے کے بارے میں سن کر کہا۔

”اور فیضان کی والدہ سے متعلق وہ کون سی ایسی بات ہے جس کا معلوم نہ ہونا ہی میرے حق میں بہتر ہے؟“ ساحرہ نے پوچھا۔

شہریار کچھ پریشان سا نظر آنے لگا۔

”تمہیں کس نے بتایا.....؟“

”ظاہر ہے انہی محترمہ نے بتایا.....“ ساحرہ نے جواب دیا پھر کہنے لگی۔ ”میں فیضان کو ان ہی کے متعلق کچھ بتا رہی تھی لیکن وہ میری پوری بات سننے سے پہلے ہی ناراض ہو گیا اور چیخ چیخ کر یہ کہتے ہوئے باہر نکل گیا کہ اب وہ مجھے دکھائے گا کہ وہ کتنا بڑا پاگل ہے۔ پھر وہ زوردار آواز میں موٹر سائیکل اسٹارٹ کر کے انتہائی تیز رفتاری سے روانہ ہو گیا۔ انہوں نے بھی فیضان کو موٹر سائیکل پر جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ فیضان کا یہ رویہ کسی خاص بات کی نشان دہی کرتا ہے۔ انہوں نے ایسا کیوں کہا؟ پھر انہوں نے فیضان کی والدہ کا ذکر کیا..... اس طرح وہ مجھے کیا سمجھانے کی کوشش کر رہی تھیں؟ اتنا تو میں جانتی ہوں کہ ان کی کوئی بات مطلب سے خالی نہیں ہوتی۔“

شہریار اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا۔ ”میں وہ بات تمہیں بتانا مناسب نہیں سمجھتا۔“

”لیکن میں وہ بات جاننا چاہتی ہوں۔“ ساحرہ نے اپنے بھائی کے چہرے کی طرف دیکھا تو اسے وہاں کچھ عجیب سے تاثرات نظر آئے۔ جیسے اس کے تذبذب کے پیچھے کوئی بہت پر اسرار اور دکھ پہنچانے والی بات تھی۔ لیکن وہ ہر قیمت پر سچائی جاننا چاہتی تھی۔

”بات..... یہ ہے ساحرہ کہ..... ان دونوں کی والدہ کچھ اچھے کردار کی مالک نہیں تھیں۔“ شہریار نے بے چینی سے ہاتھ ملتے ہوئے رک رک کر بتایا۔ ”میں کیسے تمہیں بتاؤں؟ بات بڑی شرم ناک ہے۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ وہ اپنے شوہر سے

وفادار نہیں تھیں۔ چوری چھپے وہ دوسرے مردوں سے ملتی تھیں!“ وہ بہن کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہا تھا۔

”اوہ.....“ ساحرہ نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”اب سمجھی! پیاری آپنی نے یہ کہانی آپ کو کب سنائی تھی؟ شادی سے پہلے..... ہے ناں؟“

شہریار نے الجھی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تو وہ غصے سے پھٹ پڑی۔

”تو اس طرح انہوں نے یہ شادیاں رکوانے کی کوشش کی تھی جو کامیاب نہیں ہو سکی اور اب وہ ہمارے ذہنوں میں یہ بات ڈالنے کی کوشش کر رہی ہیں کہ اپنی ماں کی طرف سے ان دونوں کو کچھ اچھے اثرات ورثے میں نہیں ملے اور اس وقت فیضان کے اس طرح ٹمبر ٹوڑ کرنے کا تعلق بھی ان کی ماں کے برے کردار سے ہے.....!“

”وہ سمجھتی ہیں کہ انتہا پسندی کے اثرات فیضان کو اپنی ماں سے ورثے میں ملے ہیں۔ کیونکہ جب ان کے شوہر پر ان کی حقیقت کا انکشاف ہوا اور انہوں نے سختی کے ساتھ ان سے باز پرس کی تو انہوں نے خودکشی کر لی تھی۔“ شہریار نے کہا۔

”ایسا کس طرح ہو سکتا ہے بھیا؟ میں نے تو اس سے زیادہ احمقانہ بات آج تک نہیں سنی..... اور سچ پوچھیں، مجھے اس ساری کہانی پر ہی یقین نہیں۔“ ساحرہ نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

”کچھ دیر پہلے کھانے کی میز پر جو کچھ ہوا وہ کیا قصہ تھا؟ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ سکا۔“ اچانک شہریار نے سوال کیا۔

ساحرہ نے شروع سے ساری بات اسے بتائی پھر کہا۔ ”اب بتائیں، ان باتوں سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ یہی ناں کہ ہمارے دلوں میں دراڑ پڑ جائے اور یہ شادیاں ٹوٹ جائیں۔“ اس نے آخر میں کہا۔

”میرا خیال ہے کہ تم ان کے بارے میں کچھ زیادہ ہی سخت رویہ اختیار کر رہی ہو۔“ شہریار نے کہا۔ ”انہوں نے اس وقت ان دونوں کی پرورش کی ذمہ داری سنبھالی تھی جب وہ بیس سال کی تھیں۔ ان دونوں کی خاطر انہوں نے شادی بھی نہیں

کی اور ان کے ہر دکھ سکھ کا خیال رکھا۔ اب اگر وہ ان کی ذرا ذرا سی بات پر ان کے لئے فکر مند ہو جاتی ہیں تو یہ فطری سی بات ہے۔“

”اگر آج آپ مجھ سے لڑتے وقت ان کی وہ کیفیت دیکھ لیتے تو ایسا نہ کہتے۔ میں بہت پہلے اصل حقیقت کا اندازہ لگا چکی ہوں۔ انہوں نے اپنی شخصیت پر جو نقاب چڑھا رکھا ہے اس کی وجہ سے انہیں پہچانا اتنا آسان نہیں۔“ ساحرہ نے اپنی انگلیاں مروڑتے ہوئے کہا۔ وہ اپنے خوف اور اندیشوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔

شہریار اس کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ شاید وہ اس کی باتوں پر غور کر رہا تھا۔

”بھیا! فیضان اب تک واپس نہیں آئے!“ ساحرہ نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔ ”معلوم نہیں انہیں اتنا غصہ کیوں آ گیا؟“

”آجائے گا..... تھوڑی دیر میں جب اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا تو وہ واپس آ جائے گا۔“ شہریار نے اسے تسلی دی پھر کہنے لگا۔ ”زیادہ برائیوں ہوا کہ آج ہی تمہارا اس سے جھگڑا ہو گیا اور آج ہی وہ اپنی جاب کی وجہ سے کچھ پریشان تھا۔ جس جگہ میں نے اسے لگایا تھا، مینجمنٹ نے آج اسے وہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ لگا دیا، کوئی وجہ بتائے بغیر۔ اس لئے وہ خاصا اپ سیٹ تھا۔“

”اچھا.....! لیکن انہوں نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟“ ساحرہ نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

”وہ تمہیں ضرور بتاتا لیکن شاید اسے موقع ہی نہیں مل سکا۔“

”بے چارے فیضان!“ ساحرہ نے تاسف آمیز لہجے میں کہا۔ ”ایک تو وہ پہلے ہی پریشان تھے اور میں نے انہیں مزید پریشان کر دیا۔ شاید میں ان کے لئے ایک اچھی بیوی ثابت نہیں ہو سکی۔ آپ نے بھی مجھ سے یہی کہا اور فیضان بھی یہی سمجھتے ہیں کہ میں ان کو اپنی مرضی کے مطابق چلانا چاہتی ہوں۔ شاید انہیں ایک ایسی بیوی کی ضرورت تھی جو مکمل طور پر ان پر ڈیپنڈ کر سکتی۔ تاکہ انہیں اپنے بڑے پن اور اہمیت کا احساس رہتا۔“

”بیکار کی سوچوں کو ذہن میں جگہ مت دو۔“ شہریار نے نرمی سے کہا۔ ”تم نے

زبردستی تو اس کے ساتھ شادی نہیں کی، اس نے خود تمہیں پسند کیا تھا۔ رفتہ رفتہ اسے عقل آ جائے گی۔“

”نہیں آئے گی۔ اگر ہم اسی ماحول اور اسی گھر میں رہتے رہے تو انہیں کبھی کسی بات کی سمجھ نہیں آئے گی۔“ ساحرہ نے روہانے لہجے میں کہا۔ ”مجھے تو یہاں اپنی اور آپ کی شادی بھی خطرے میں نظر آتی ہے۔ کسی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔“

شہریار اس کی بات سن کر سوچ میں پڑ گیا۔ وہ دونوں بہن بھائی ہمیشہ ایک دوسرے کے بہت قریب رہے تھے۔ ان کے درمیان جو تعلق تھا بہت گہرا اور مضبوط تھا۔ یہ ضرور تھا کہ وہ دونوں اس فیملی کی طرح اپنی محبت کا جاو بے جا اظہار کرنے کے قائل نہیں تھے لیکن شہریار ہمیشہ بہن کی بات کو بہت اہمیت دیتا تھا۔ عمر میں چھوٹی ہونے کے باوجود وہ اس کی معاملہ فہمی اور پیش بینی کا قائل تھا۔

اس وقت بھی اسے یقین تھا کہ ساحرہ بلا جواز اتنی بڑی بڑی باتیں نہیں کہہ سکتی۔ اس نے پوچھا۔

”تم کیا سمجھتی ہو کہ اس گھر سے دور ہو جانے کے بعد ہمارے حالات تبدیل ہو جائیں گے؟..... اور فریجہ کا کیا ہو گا؟ اس کے بہن بھائی اسے تنہا یہاں تو نہیں چھوڑیں گے۔“

”میں سمجھتی ہوں کہ یہاں سے نکلنے کے بعد حالات ہمارے حق میں کافی حد تک تبدیل ہو جائیں گے۔ یہ گھر ایک طرح سے آپ کی سلطنت ہے، اور یہاں رہنے والے افراد ان کے محکوم ہیں۔ یہاں رہتے ہوئے ان کے اثر سے باہر نکلا نہیں جا سکتا۔ یہاں سے جانے کے بعد خواہ وہ ہمارے ساتھ رہیں یا نہ رہیں لیکن ان کا اثر باقی نہیں رہ سکے گا۔“ ساحرہ نے کہا۔

شہریار نے اس کی بات سن کر تقریبی انداز میں سر ہلایا اور کہنے لگا۔

”ایک تجویز ہے میرے پاس..... ہماری فرم اسلام آباد میں اپنی ایک برانچ قائم کر رہی ہے۔ مجھے وہاں کا چارج سنبھالنے کی پیشکش ہوئی ہے۔ اگر میں یہ پیشکش قبول کر لیتا ہوں تو مجھے یہاں سے اپنی مرضی کے چند افراد ساتھ لے جانے کی اجازت ہوگی۔ اس طرح میں فیضان کا نام بھی اس لسٹ میں دے سکتا ہوں۔ میں

نے ابھی اس سلسلے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔“
 ساحرہ کی آنکھیں ایک دم چمک اٹھیں۔ مگر ایک ہی لمحے بعد ان کی چمک معدوم
 پڑ گئی۔ ”فیضان نہیں مانیں گے۔“ اس نے مایوسی سے کہا۔ ”یہاں سے نکلنا اس قدر
 آسان نہیں ہوگا بھیا!“

اسی وقت فیضان کی موٹر بائیک کی آواز سنائی دی۔ وہ تقریباً ایک گھنٹے بعد واپس
 آیا تھا۔ شہریار، ساحرہ کے سر پر ہاتھ رکھتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔
 فیضان کمرے میں داخل ہوا تو وہ دوڑ کر اس کی ہانہوں میں سما گئی۔ فیضان نے
 اسے اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا۔ اس کا غصہ ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔

فریحہ اب تک جاگ رہی تھی۔ اسے بھی فیضان کے آنے کی خبر ہو چکی تھی۔ اس
 کے اوپر آ جانے کے بعد وہ اپنے کمرے سے نکلی اور ہال کے وسط میں کھڑی ہو کر
 اس کے بیڈ روم کی طرف گھورنے لگی۔ یکا یک اسے ان دونوں کے ہنسنے کی آواز سنائی
 دی۔ اس کا جسم ایک دم تن سا گیا۔

یہ وہی بیڈ روم تھا جس میں اس کے ابو اور صائمہ رہتے تھے۔ وہ اُس وقت بھی
 یہیں کھڑی ہو کر ان دونوں کی ہنسی کی آوازیں سنا کرتی تھی۔ یہ آوازیں سن کر نفرت
 کی لہریں اس کی رگ رگ میں دوڑنے لگتی تھیں۔

وہ سوچ رہی تھی کہ ساحرہ نے ایک بار پھر بازی جیت لی تھی۔ اس کا مطلب تھا
 کہ اب اسے کوئی اور ترکیب آزمانی تھی۔ تاکہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے دور کیا
 جاسکے۔

وہ بے چینی کے عالم میں ٹہلنے لگی اور سوچنے لگی کہ فیضان کو اس لڑکی سے کیسے
 چھٹکارا دلایا جائے؟

کچھ ہی دیر بعد ایک نیا منصوبہ اس کے شیطانی ذہن میں جنم لے چکا تھا۔ اس
 کے ذہن میں ایک بھاری اور کھردری سی آواز گونج رہی تھی۔ یہ آواز اس پلمبر کی تھی
 جو کل دوپہران کا گیزر ٹھیک کرنے آیا تھا۔

”آپ کا گیزر بہت پرانا ہو چکا ہے، اب آپ کو نیا گیزر لے لینا چاہئے۔“ اس
 نے گیزر کا معائنہ کرتے ہوئے اس سے کہا تھا۔ ”یہ تو پورے کا پورا زنگ سے ناکارہ

ہونے کے قریب ہے اور کسی وقت بھی آپ کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔
 اگر کبھی کسی وجہ سے آپ کے علاقے کی گیس چلی گئی اور آپ اسے بند کرنا بھول
 گئیں تو دوبارہ گیس آنے پر اس سے گیس لیک ہونا شروع ہو جائے گی۔ اگر اس
 وقت ہاتھ روم میں کوئی موجود ہوا تو اسے پتہ بھی نہیں چلے گا اور وہ اپنی جان سے
 جائے گا۔ اس لئے خیال رکھئے گا، ابھی تو میں اسے ٹھیک کر دیتا ہوں۔ لیکن آئندہ
 اس میں کوئی گڑبڑ ہو تو آپ اسے تبدیل کروائیں۔“

وہ ہاتھ روم میں گئی اور وہاں لگے پرانے فیشن کے زنگ آلود گیزر کو گھورنے لگی۔
 یہ گیزر اس وقت لگوایا گیا تھا جب اس کی عمر تقریباً گیارہ بار سال تھی۔ تب سے اب
 تک یہ کام دیتا چلا آرہا تھا حالانکہ اس کی حالت کافی خراب ہو چکی تھی۔

یہ گھر کافی بڑا اور پرانا بنا ہوا تھا۔ چلی منزل پر بنا ہوا یہ ہاتھ روم بھی کافی کشادہ
 تھا اور گیزر بھی اس کے اندر ہی ایک کونے میں تھا۔ اس میں نہانے کا ٹب بھی بنا ہوا
 تھا۔ یہاں ایک چھوٹا سا روشن دان بھی ہوا کرتا تھا لیکن اس کا پٹ ٹوٹ جانے پر کسی
 وقت کیلیں ٹھونک کر اسے بند کر دیا گیا تھا۔ لہذا دروازہ بند کرنے کے بعد ہاتھ روم
 بالکل ایئر ٹائٹ ہو جاتا تھا۔

یہ مکان تقریباً چھ سو گز پر بنا ہوا تھا۔ چلی منزل پر دو کشادہ بیڈ رومز اور ایک بہت
 بڑا ہال تھا جو ڈرائنگ روم اور ڈائننگ روم کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ
 اس منزل پر ٹی وی لائونج، کچن، اسٹور روم اور ایک بڑا ہاتھ روم تھا۔ اسی ہاتھ روم
 میں گیزر لگا ہوا تھا۔

اوپر والی منزل پر چار بیڈ رومز تھے اور ہر دو بیڈ رومز کے درمیان ایک ایک انچ
 ہاتھ موجود تھا۔ لیکن ان میں گرم پانی نہیں آتا تھا۔ لہذا گھر کے سب افراد نہانے کے
 لئے نیچے والا ہاتھ روم استعمال کیا کرتے تھے۔

فریحہ شروع سے چلی منزل کے ایک بیڈ روم میں رہتی تھی کیونکہ یہاں سے وہ
 سارے گھر پر نظر رکھ سکتی تھی۔ یوں بھی بہت کم عمری سے سارا گھر اسی کے اندر تھا۔
 فیضان اور سمیرا کو ان باتوں سے کوئی مطلب نہ تھا، ان کے سب کام خود بخود ہو جایا
 کرتے تھے اس لئے انہوں نے اپنے لئے اوپر والے بیڈ رومز میں سے دو بیڈ رومز

پند کئے تھے۔

ساحرہ کو یہ پرانا اور بوسیدہ سا گھر ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ اسے یہاں کے درو دیوار سے ویرانی سی ٹپکتی دکھائی دیتی تھی۔ گھر بڑا ضرور تھا لیکن یہاں کی ہر چیز پرانی اور خستہ حال تھی۔ اسے یہ مشترکہ باتھ روم والا سٹم بھی ناپسند تھا مگر فی الحال وہ اسی پر اکتفا کرنے پر مجبور تھی۔

جب فریجہ کو اس پلمبر کے کہے ہوئے الفاظ یاد آئے، اسی لمحے ایک خیال اس کے تاریک ذہن میں بجلی کے کوندے کی مانند لپکا تھا۔ اس نے سوچا اگر وہ ساحرہ کے باتھ روم میں جانے کے بعد باہر سے گیس والو بند کر کے دوبارہ کھول دے تو پلمبر کے کہنے کے مطابق کیزر بجھ جائے گا اور والو دوبارہ کھولنے پر اس میں سے گیس لیک ہونے لگے گی..... اور پھر ساحرہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کے راستے سے ہٹ جائے گی۔ اس لڑکی کو مر جانا چاہئے تھا۔ وہ اسی قابل تھی۔

اسے کسی ایسے موقع کا انتظار تھا جب وہ اور ساحرہ گھر پر اکیلی ہوتیں۔ وہ جانتی تھی کہ جب گھر پر کوئی نہیں ہوگا تو ساحرہ موقع سے فائدہ اٹھا کر باتھ روم میں کھس جائے گی تاکہ سکون کے ساتھ باتھ ٹب میں لیٹ کر گرم پانی کا لطف لے سکے۔ اس دوران وہ چہرے پر ماسک وغیرہ بھی لگایا کرتی تھی۔

فریجہ کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ ایک روز آفس سے آنے کے بعد فیضان کو اسپورٹس کلب جانا تھا اور سمیرا کی ایک پرانی دوست نے اس کی اور شہریار کی دعوت کی تھی، انہیں وہاں جانا تھا۔

سب کے جانے کے بعد وہ کچن میں چلی گئی اور سالن بھونسنے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ ساحرہ اس وقت اپنے کپڑے وغیرہ نکال رہی ہوگی اور باتھ روم میں جانے کے لئے نیچے آتی ہی ہوگی۔

اس کا خیال درست تھا۔ ذرا دیر بعد اس نے دیکھا کہ ساحرہ اپنے کپڑے اور تولیہ وغیرہ لے کر باتھ روم میں جا رہی تھی۔ کپڑے باتھ روم میں رکھنے کے بعد وہ دوبارہ اوپر جاتی نظر آئی۔

”شاید کوئی چیز بھول گئی ہے۔“ اس نے دل میں سوچا اور چولہا بند کر کے کچن سے

باہر نکل آئی۔

اپنے کمرے میں جا کر اس نے کمرے کا دروازہ بند کر لیا اور خود کو آنے والے وقت کے لئے تیار کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس وقت وہ ساحرہ کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی اس وجہ سے بھی وہ کمرے میں بند ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ اس کی ساری توجہ باتھ روم کا دروازہ بند ہونے اور پھر بولٹ چڑھائے جانے کی آواز سننے پر مرکوز تھی۔ اس وقت اسے ایک لمحہ گزارنا مشکل ہو رہا تھا۔ بالآخر کچھ دیر بعد اسے باتھ روم کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور دروازہ کھول کر دبے قدموں باہر نکل آئی۔

باتھ روم کا دروازہ بند تھا۔ وہ بے آواز طریقے سے چلتی ہوئی باتھ روم کی پچھلی طرف پہنچی جہاں گیس والو لگا ہوا تھا۔ باتھ بڑھا کر اس نے والو بند کر دیا اور چند سیکنڈ بعد دوبارہ اسے کھول دیا۔

اس کا رروائی کے بعد وہ اسی بے آواز طریقے سے چلتی ہوئی اپنے کمرے میں واپس آئی اور بیڈ کے اوپر بیٹھ کر دونوں بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹ لئے اور کان لگا کر باتھ روم کی طرف سے کوئی آواز سننے کی کوشش کرنے لگی۔

وقت اسے بہت سست رفتاری سے آگے سرکتا محسوس ہو رہا تھا۔ اور ایک ڈیڑھ منٹ گزرنے کے بعد اسے اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا..... وہ پانی پینے کے ارادے سے کچن میں پہنچی تو باتھ روم کی طرف سے اسے گیس کی ہلکی سی بو محسوس ہوئی۔ اس کا مطلب تھا کہ موت کا کھیل شروع ہو چکا تھا اور جلد ہی اس کا دشمن انجام کو پہنچنے والا تھا.....!

پانی پینے کے بعد وہ ہال میں پہنچی تو سامنے سے شہریار بیڑھیاں اترتا نظر آیا۔ وہ ٹھٹھک کر اسے دیکھنے لگی۔

”ہیں..... تم کیسے آگئے؟“ اس نے بے ساختہ پوچھا۔

”ارے آپ! کچھ مت پوچھیں۔ بہت برا ہوا ہمارے ساتھ..... بلکہ اصل میں

سمیرا کے ساتھ برا ہوا۔“ شہریار نے جواب دیا۔

”کیا واقعی؟ کچھ بتاؤ تو سہی، میرا تو دل گھبرانے لگا ہے۔“ وہ واقعی پریشان ہو

گئی تھی۔

”ہوایہ کہ یہاں سے کچھ دور جانے کے بعد میں نے ایک بیکری پر گاڑی روکی تاکہ ہم سمیرا کی دوست کے لئے کیک اور مٹھائی وغیرہ خرید لیں۔ جونہی سمیرا نیچے اتری، ایک سوزوکی والا سڑک کے کنارے پر جمع پانی کے چھینٹے اڑاتا گزر گیا اور اس بے چاری کا سارا ڈریس خراب ہو گیا۔ اس کے بعد ہم اپنا جانا ملتوی کر کے گھر واپس آ گئے تاکہ سمیرا نہا دھو کر دوسرا سوٹ پہن لے تو ہم دوبارہ روانہ ہوں۔“

شہریار نے ابھی اپنی بات ختم ہی کی تھی کہ اس نے قدموں کی آہٹ پر سر اٹھا کر کہا، وہ ساحرہ تھی جو سیڑھیاں اتر کر نیچے آ رہی تھی۔ فریج کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا تھا۔

”اگر یہاں تھی..... تو پھر ہاتھ روم میں کون تھا؟ کون تھا اس گیس سے بھرے ہاتھ روم میں.....؟“

ساحرہ کی نظر اس کے چہرے پر پڑی۔ فریج اس کی طرف یوں دیکھ رہی تھی جیسے اس نے کوئی جھوٹ دیکھ لیا ہو۔

”کیا ہوا آپ؟“ ساحرہ نے حیرت سے پوچھا۔

”وہ..... وہ..... ہاتھ روم میں کون ہے؟“ اس نے ہاتھ روم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”سمیرا ہے..... اسے دوبارہ نیار ہو کر جانا تھا اس لئے.....“

اسے ساحرہ کی آواز کہیں دور سے آتی محسوس ہوئی تھی۔ چند لمحوں تک تو وہ اپنی جگہ منجمد سی کھڑی رہ گئی..... پھر اسے ہوش آیا اور وہ چلتی ہوئی ہاتھ روم کی طرف بھاگی۔

”سمیرا..... سمیرا.....!“ وہ گلا پھاڑ پھاڑ کر چلانے کے ساتھ ساتھ ہاتھ روم کے دروازے پر ککے برسانے لگی۔

”جواب دو سمیرا! جواب دو.....“

اندر مکمل خاموشی طاری تھی۔ بے اختیار وہ اپنے لاغر سے جسم کو دروازے سے ٹکرائے لگی۔ پھر کسی نے اسے دونوں شانوں سے پکڑ کر پیچھے کھینچا، یہ شہریار تھا۔

گیس کی بو اب چاروں طرف پھیل چکی تھی۔ شہریار نے اپنے شانے سے دروازے پر چند ضربیں لگائیں تو بولٹ زنگ آلود اسکرپوز سمیت اکٹڑ گیا۔ وہ فوراً ہاتھ روم کے اندر گھس گیا اور چند لمحوں کے بعد بے ہوش سمیرا کو بڑے تولیے میں لپیٹے، کندھے پر اٹھائے کھانٹا ہوا باہر نکلا۔

تمام کھڑکیاں دروازے کھول دو اور گیس والو بند کر دو فوراً.....“ شہریار سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے چلایا اور سمیرا کو اوپر بیڈ روم میں لے گیا۔

ساحرہ گیس والو بند کرنے کے لئے فوراً باہر کی طرف بھاگی اور وہ لرزتے ہاتھوں سے کھڑکیاں اور دروازے کھولنے لگی۔ پھر وہ سیڑھیاں طے کر کے گرتی پڑتی اوپر پہنچی۔ شہریار، سمیرا کو بیڈ پر لٹا کر کمبل اوڑھا رہا تھا۔

سمیرا آنکھیں بند کئے بے حس و حرکت پڑی تھی۔ اس کا چہرہ بالکل سفید ہو رہا تھا۔

”کیا یہ مر گئی.....؟“ فریج نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سینہ پکڑ رکھا تھا۔

”شہریار، سمیرا کو ہلانے لگا۔“ ”سمیرا! اٹھو..... سمیرا! آنکھیں کھولو.....“ وہ اسے جھنجھوڑ رہا تھا۔

دفعۃً سمیرا کے پپوٹوں میں ذرا سی حرکت پیدا ہوئی۔ فریج بے اختیار اس کی طرف بڑھی تو شہریار نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا اور کہنے لگا۔

”جلدی سے گرم گرم بلیک کافی بنا کر لائیں۔ اور ساحرہ! تم ڈاکٹر کو فون کرو..... جلدی!“

جب فریج نے اپنی جگہ سے کوئی حرکت نہیں کی تو وہ چلا آیا۔

”کیا کر رہی ہیں آپ؟..... سنبھالیں اپنے آپ کو..... جلدی سے جائیں اور اس کے لئے کافی لے کر آئیں تاکہ میں چچے سے اس کے حلق میں ڈالوں۔“

وہ ہوش میں آئی اور جلدی سے کچن کی طرف دوڑی۔ بڑی مشکل سے اس نے جلدی جلدی کافی بنائی اور واپس اوپر پہنچی۔ شہریار نے چچے کی مدد سے کافی اس کے حلق میں ڈالی تو سمیرا نے آنکھیں کھول دیں۔ ہوش میں آتے ہی وہ کھانسنے لگی۔

سمیرا نے ساحرہ کی مدد سے کپڑے پہن لئے تھے۔ ڈاکٹر اسے دیکھ کر جا چکا تھا اور اب وہ دوا لینے کے بعد سوچتی تھی۔ اس کے سونے کے بعد ساحرہ اور شہریار نیچے چلے آئے تھے۔ ان دونوں کے اعصاب بھی اس واقعے سے بری طرح متاثر ہوئے تھے۔ انہیں فیضان کا انتظار تھا۔

”تم نے گیس والو اچھی طرح بند کر دیا تھا ناں؟“ شہریار نے بہن سے پوچھا۔ وہ دونوں ہال میں بیٹھ گئے تھے۔

ساحرہ نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ کہنے لگا۔ ”کل میں دن کی روشنی میں اس کیزر کو چیک کروں گا۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اگر آپ کی بو محسوس نہ ہوتی تو کیا ہوتا؟“ اس نے جھر جھری لیتے ہوئے کہا۔

ساحرہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے تقریباً نیم دراز تھی۔ اس وقت وہ بہت تھکی تھکی بلکہ بیمار سی لگ رہی تھی۔ حقیقت یہ تھی کہ وہ اندر ہی اندر اپنے خوف پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس نے فریج کے بیڈ روم کی طرف نظر دوڑائی جس کا دروازہ بند تھا۔

”کیا آپ کو اس سارے معاملے میں کوئی عجیب سی بات محسوس نہیں ہوئی؟“ اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

شہریار نے الجھی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا؟“

”آخر ہم بھی تو وہیں موجود تھے، ہمیں تو اتنی جلدی گیس کی بو محسوس نہیں ہوئی! اس کے علاوہ میں نے اوپر سے انہیں باتھ روم کی پچھلی طرف سے آتے ہوئے دیکھا تھا، ان کا انداز بھی اس وقت کچھ چوروں جیسا تھا۔ مجھے یہ سوچ کر حیرانی بھی ہوئی کہ نہ جانے وہ کیا کرتی پھر رہی تھیں؟ اور جب انہوں نے مجھے سیڑھیوں سے نیچے آتے دیکھا تو اس وقت ان کی حالت بالکل ایسی ہو گئی تھی جیسے انہوں نے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو.....“

”میں اب بھی تمہارا مطلب نہیں سمجھ سکا۔“

”انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ باتھ روم میں میرے بجائے سمیرا جا چکی ہے۔ وہ یہی

شہریار نے زبردستی اسے کافی پلائی تو اس کی حالت ذرا سی سنبھلی۔

”اب تم کیسا محسوس کر رہی ہو؟“ شہریار نے اس سے پوچھا۔

”مجھے بہت چکر آرہے ہیں۔“ اس نے منمناتی ہوئی آواز میں کہا۔

”اوہ.....“ فریج نے ایک گہری سانس لی۔ ”اگر مجھے گیس کی بو محسوس نہ ہوتی تو.....“ اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور بے اختیار جھر جھری لی۔ ”مجھے تو پہلے ہی اس کیزر کی طرف سے دھڑکا لگا رہتا تھا۔“

”کیزر کو بھی دیکھ لیں گے۔ مگر ابھی تو خدا کا شکر ادا کریں۔“ شہریار نے کہا۔ ٹھنڈے موسم کے باوجود اس کی پیشانی پر پسینہ چمک رہا تھا۔

”مجھے بڑے زور کی کپکپی محسوس ہو رہی ہے۔“ فریج نے دونوں بازو سینے کے گرد لپیٹتے ہوئے کہا۔ ”اگر یہ ٹھیک ہے تو میں اپنے کمرے میں جا کر لیٹ جاؤں؟“

”ہاں، آپ جائیں..... میں اور ساحرہ اسے دیکھ لیں گے۔ ڈاکٹر صاحب بھی آنے والے ہوں گے۔“ شہریار نے کہا تو وہ چلی آئی۔

بیڈ پر لیٹ کر اس نے سر سے پاؤں تک کبل اوڑھ لیا تھا لیکن اس کے باوجود کافی دیر تک اس کی کپکپی دور نہیں ہو سکی تھی۔

”آج تو میں نے اپنی بچی کو مار ہی ڈالا تھا.....“ اس نے کپکپاتے ہوئے خود سے کہا۔ پھر اس کے ذہن میں وہی نفرت اور غصے کی تند لہر اُبھری۔ ”اور جس کو مارنا چاہتی تھی وہ چڑیل بن گئی!“

اسے سمیرا اور شہریار کے آنے کا بالکل پتہ نہیں چلا تھا..... کیونکہ وہ اس وقت اپنے کمرے میں بند تھی اور اس کی ساری توجہ باتھ روم کی طرف تھی۔ کسی دوسری آواز کی طرف اس کا دھیان جا ہی نہیں سکتا تھا۔ پھر چونکہ سمیرا اور شہریار کو دوبارہ جانا تھا اس لئے شہریار نے گاڑی بھی باہر ہی کھڑی چھوڑ دی تھی۔ ورنہ شاید گاڑی کے اندر لانے کی آواز اسے سنائی دے جاتی۔

”اس ساحرہ..... اس جادوگرنی کی وجہ سے آج میری سمیرا جان سے جانے والی تھی۔ اس نے دانت پیستے ہوئے سوچا۔“ مگر میں بھی دونوں بہن بھائی کو چھوڑ دوں گی نہیں۔“

سمجھ رہی تھیں کہ ہاتھ روم کے اندر میں ہوں اور گھر میں کوئی اور موجود نہیں۔“ ساحرہ نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”میں نے آپ سے کہا تھا ناں کہ وہ ذہنی مریضہ ہیں اور ہم دونوں سے شدید نفرت کرتی ہیں۔ وہ ہمیں اپنی زندگی سے نکال دینا چاہتی ہیں خواہ اس کے لئے انہیں کچھ ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔“

”تم پاگل ہو گئی ہو۔“ شہریار نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا۔
 ”میں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں بھیا! آپ سمجھنے کی کوشش کریں۔“ اس نے روہانے لہجے میں کہا۔

”تم منفی انداز میں کیوں سوچنے لگی ہو ساحرہ؟“ شہریار نے اپنے اندر ابھرنے والے خوف کو دباتے ہوئے کہا۔

”اگر آپ نے میری بات پر یقین نہیں کیا تو کچھ بہت برا ہو سکتا ہے۔ وہ ایک نارمل انسان نہیں ہیں، ذہنی مریضہ ہیں اور خطرناک بھی۔“
 شہریار کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ مگر وہ بہن کی بات کو مکمل طور پر جھٹلا بھی نہیں سکتا تھا، اس کی بات کانٹے کی طرح شہریار کے ذہن میں چبھ رہی تھی۔

”میرا خیال ہے کہ میں اسلام آباد جانے والی پیشکش قبول کر ہی لوں۔ تم کسی طرح فیضان کو راضی کرنے کی کوشش کرو۔“

”اس کا مطلب ہے کہ آپ نے میری بات پر یقین کر لیا؟“
 ”میں ابھی اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کل میں گیزر کا جائزہ لے کر کسی گڑبڑ کا اندازہ لگانے کی کوشش کروں گا۔۔۔۔۔“ شہریار نے کہا۔

”بھیا! انہوں نے ایک روز پہلے گیزر ٹھیک کرنے کے لئے کسی پلبر کو بلایا تھا۔ اس نے گیزر کو چیک کر کے کہا تھا کہ یہ زنگ کی وجہ سے بالکل گل چکا ہے اور بہت غیر محفوظ ہو گیا ہے۔ جلد از جلد اسے تبدیل کروالینا چاہئے۔ اس نے بتایا تھا کہ اس کے سسٹم میں بھی خرابی ہو چکی ہے اور اگر کبھی کسی وجہ سے گیس چلی گئی اور اس کا والو بند نہیں کیا گیا تو دوبارہ گیس آنے پر یہ چونکہ بجھ چکا ہو گا لہذا اس میں سے گیس لیک ہونا شروع ہو جائے گی اور اندر کوئی موجود ہو تو وہ بچ نہیں پائے گا۔ میں نے

خود اپنے کانوں سے یہ سب کچھ سنا تھا۔“

شہریار بڑے غور سے بہن کی بات سن رہا تھا۔

”اس کا مطلب ہے کہ باہر سے گیس والو بند کر کے دوبارہ کھول دیا جائے تو ہاتھ روم میں گیس بھر سکتی ہے۔“ اس نے ساحرہ کے خاموش ہوتے ہی کہا۔

”اور میں نے انہیں دبے قدموں ہاتھ روم کی پچھلی طرف سے آتے دیکھا تھا۔ گیس والو اسی طرف ہے۔“ ساحرہ نے نیچی آواز میں کہا۔

شہریار نے سوچتی ہوئی سی نظروں سے بہن کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”کیا تم فیضان کو یہ بات بتاؤ گی؟“

ساحرہ کا چہرہ لٹک گیا۔ اس نے آہستہ سے نفی میں سر ہلایا۔

”نہیں۔۔۔۔۔ میں نہیں بتا سکتی۔ ابھی ایک دن پہلے تو ہماری لڑائی ہو چکی ہے۔“

اس بات پر تو قیامت ہی آ جائے گی۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ یہ دونوں بہن بھائی پرستش کی حد تک انہیں چاہتے ہیں؟“

شہریار نے قہقہی انداز میں سر ہلایا۔

”ٹھیک ہے! اس مسئلے سے ہم اب دونوں کو ہی نمٹنا ہے۔ حقیقت جو بھی ہو لیکن

تم بہر حال میرے لئے بہت قیمتی ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ اس گھر سے نکلنا تمہارے لئے بہت ضروری ہے۔“

ساحرہ نے محبت سے بھائی کی طرف دیکھا۔

”ہم دونوں ہی ایک دوسرے کی بات اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ جبکہ یہ لوگ

بہت الجھی ہوئی طبیعتوں کے مالک ہیں۔“

”لیکن محبت کرنے والے بھی ہیں۔“ شہریار نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ”میں اب

سمیرا کے پاس جا رہا ہوں۔ فیضان تو اب تک آیا نہیں۔“

”آپ جائیں۔ میں یہیں بیٹھ کر ان کا انتظار کرتی ہوں، بس آتے ہی ہوں

گے۔“

شہریار نے سر ہلایا اور سیڑھیاں طے کر کے اوپر چلا گیا۔ ساحرہ اسے اوپر جاتے

ہوئے دیکھتی رہی۔ جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو اس نے اپنی آنکھیں موند کر

فریحہ نے وہ رات بے چینی کے عالم میں کچھ سوتے اور کچھ جاگتے گزاری تھی لیکن صبح ہونے سے پہلے وہ کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔ رات کے پچھلے پہر اچانک اسے اپنی ایک غلطی کا احساس ہوا تھا۔ اسے یاد آیا کہ پرسوں دوپہر جب پلمبر کیزر ٹھیک کرنے آیا تھا اس وقت ساحرہ گھر پر موجود تھی۔ لہذا اس نے پلمبر سے اس کی تمام گفتگو ضرور سنی ہوگی کیونکہ وہ اس وقت نیچے ہی موجود تھی۔

اس روز ساحرہ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی اس لئے وہ آفس سے چھٹی لے کر جلدی گھر آگئی تھی اور فریحہ کو اس بات کا خیال نہیں رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اگر اس نے پلمبر کی باتیں غور سے سنی تھیں تو وہ اس پر شک کر سکتی تھی کہ اس نے جان بوجھ کر کیزر میں کوئی گڑبڑ کی تھی۔ وہ حد سے زیادہ چالاک لڑکی تھی۔

”اس چڑیل کو بھی اس روز ہی جلدی گھر آنا تھا۔“ فریحہ نے نفرت سے سوچا۔ لیکن پھر اس نے اپنے آپ کو تسلی دی کہ وہ چاہے کچھ بھی سمجھتی رہے، لیکن اس کے خلاف کوئی بات ثابت نہیں کر سکتی تھی۔

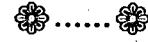
”فیضی!“ اس نے ناشتے کے بعد فیضان کو مخاطب کیا۔ ”چاہے کسی طرح پیسوں کا انتظام کرنا پڑے، لیکن اب تمہیں جلد ہی نیا کیزر لگوانا پڑے گا۔“ ساحرہ جو اس کے پیچھے ہی کھڑی تھی جلدی سے بولی۔ ”بھیا کہہ رہے تھے کہ وہ نیا کیزر لگوا دیں گے۔“

”وہ کیوں لگوائے گا؟“ فریحہ نے ابرو اٹھا کر ساحرہ کی طرف دیکھا۔ ”یہ فیضان کی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ یہ اس گھر کا مرد ہے!“

فیضان جب رات کو گھر واپس آیا تو سمیرا کے ساتھ پیش آنے والے حادثے کے بارے میں جان کر بہت پریشان اور فکر مند ہو گیا تھا لیکن اس سے بھی زیادہ پریشان

صوفی کی پشت سے ٹیک لگا لی۔ وہ کبھی فیضان اور سمیرا کو فریحہ کے سلسلے میں قائل نہیں کر سکتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ فیضان کبھی اس کی بات پر یقین نہیں کرے گا کہ اس کی بڑی بہن ایک اینارمل اور غیر متوازن شخصیت ہے۔

اب وہ یہی کر سکتی تھی کہ ہر وقت چوکنا اور ہوشیار رہے۔ فریحہ کی ہر حرکت پر نظر رکھنے کی کوشش کرے تاکہ اسے اگلا وار کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ یہاں تک کہ وہ کسی نہ کسی ترکیب سے فیضان کو اس پر اسرار مکان سے نکلنے کے لئے تیار کر لے۔ اسے اندازہ تھا کہ فریحہ کا دوسرا وار زیادہ شدید ہوگا.....!



”میری بچی پر ناگہانی مصیبت آگئی۔“ فریہ نے کہا۔
 ”اگر وہ سو رہی ہو تو آپ اسے اٹھانے کی کوشش مت کیجئے گا، اس کی نیند پوری ہو جائے گی تو وہ خود ہی جاگ جائے گی۔ ویسے بھی اب وہ جاب پر نہیں جایا کرے گی۔“

فریہ نے یہ سن کر اپنی خوشی کو چھپانے کی کوشش نہیں کی۔
 ”مجھے خوشی ہے کہ تم اس کا اتنا خیال رکھتے ہو۔ وہ واقعی بہت نازک ہے۔ لیکن تمہاری مدد کرنے کے خیال سے جاب کر رہی تھی۔“
 ”میں جانتا ہوں..... لیکن اس کے جاب چھوڑنے کی اصل وجہ یہ ہوگی کہ میرا ٹرانسفر اسلام آباد ہو رہا ہے، پروموشن کے ساتھ..... وہاں بنگلہ، گاڑی اور دوسری تمام سہولتیں ملیں گی۔“
 فریہ کی مسکراہٹ ایک دم غائب ہو گئی۔ اس کی انگلیوں نے ٹیبل کلاتھ کے سرے کو تختی سے پکڑ لیا۔

”تم..... سمیرا کو یہاں سے لے جاؤ گے؟“

”ظاہر ہے، جہاں میں جاؤں گا وہاں میری بیوی بھی جائے گی۔“ شہریار نے بظاہر خوش دلی سے کہا اور ٹشو پیپر سے ہاتھ پونچھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ ”اب میں چلتا ہوں.....“ اس نے نظر اٹھا کر فریہ کی جانب دیکھا۔ اس لمحے اس کے چہرے پر چڑھا رہنے والا نقاب سرک گیا تھا اور اس پر چھائی نفرت اور وحشت صاف دکھائی دے رہی تھی۔

شہریار اس کی طرف دیکھتا رہ گیا..... اور پھر دوسرے ہی لمحے فریہ نے خود کو سنبھال لیا تھا۔

”آج..... میرے سر میں شدید درد ہے۔“ اس نے بات بنائی۔

شہریار اندر ہی اندر ہل کر رہ گیا۔ اس نے فریہ کو خدا حافظ کہا اور جلدی سے باہر نکل آیا۔ آج اس نے فریہ کا اصل روپ دیکھ لیا تھا۔ ساحرہ ٹھیک ہی کہتی تھی، اس کے زرد اور پُر سکون چہرے کے پیچھے ایک اور چہرہ تھا جس پر ان دونوں کے لئے نفرت تھی، وحشت تھی، انتقام اور غصہ تھا۔

وہ ساحرہ کے آنسو دیکھ کر ہوا تھا۔ سارا واقعہ سنانے کے بعد وہ دیر تک روتی رہی تھی۔ فیضان نے پہلی مرتبہ اسے روتے دیکھا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ساحرہ بہت حوصلہ مند لڑکی تھی۔ اس کے آنسوؤں سے فیضان نے یہی نتیجہ نکالا تھا کہ وہ سمیرا سے بہت محبت کرنے لگی تھی..... اور ساحرہ اسے اپنے آنسوؤں کی اصل وجہ بتا نہیں سکتی تھی۔ لیکن اس نے بیوی کے آنسو پونچھتے ہوئے اور اسے دلاسا دیتے ہوئے خود کو بہت اہم اور ذمہ دار شخصیت محسوس کیا تھا۔ اس وقت بھی جب فریہ نے اسے گھر کا مرد قرار دیا تو اس کے اندر سویا ہوا احساس ذمہ داری کچھ کچھ جاگ اٹھا تھا اور وہ یکا یک خود کو بڑا بڑا اور اہم محسوس کرنے لگا تھا۔

”اوہو..... تم نے تو ابھی تک ناشتہ بھی نہیں کیا ساحرہ!“ فریہ نے ڈانٹنگ ٹینل پر رکھے ناشتے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”ایسا کرو آج تم شہریار کے ساتھ اس کی کار میں چلی جانا، سمیرا تو آج جائے گی نہیں۔“ پھر وہ فیضان سے مخاطب ہوئی۔ ”فیضی! تمہیں دیر ہو رہی ہے، تم چلے جاؤ۔“

”نہیں آپ! میری بیوی میرے ساتھ ہی جائے گی۔“ فیضان نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ ”آج ویسے بھی اس کا ناشتہ کرنے کو جی نہیں چاہ رہا اور میری بایک بھی تو اس کی عادی ہو چکی ہے، وہ اداس ہو جائے گی۔“ اس نے مسکراتے ہوئے ساحرہ کی طرف دیکھا۔

فریہ بھائی کے انداز پر دل ہی دل میں حیران رہ گئی۔

آج تو اس کے تیور ہی کچھ اور نظر آ رہے تھے۔ وہ آنکھیں سکیڑے ان دونوں کو ساتھ جاتا دیکھتی رہی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اگلی مرتبہ اس کے دشمن بچ نہیں پائیں گے۔ اب وہ دونوں سے ایک ساتھ چھٹکارا حاصل کرے گی۔

ان دونوں کے روانہ ہوتے ہی شہریار تیار ہو کر نیچے اترا۔ فریہ نے اس کا ناشتہ میز پر لگا دیا تھا۔ وہ اس کے لئے چائے بناتے ہوئے کہنے لگی۔

”تمہارے جانے کے بعد میں سمیرا کے پاس جاؤں گی۔ اور اگر وہ جاگ گئی تو اسے ناشتہ وغیرہ کرا دوں گی۔ کیا وہ رات کو اچھی طرح سوتی رہی تھی؟“
 ”ہاں..... بالکل بچوں کی طرح۔“ شہریار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہے! اس نے خوشی اور حیرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ سوچا۔ پھر اس نے سمیرا کو آواز دی۔

”ٹھنڈے پانی سے منہ ہاتھ مت دھونا، اس وقت تو بس گلی کر کے آ جاؤ۔“ خوشی کے باعث اس کی آواز کپکپا رہی تھی۔

سمیرا واپس آئی تو وہ سلاٹس پر مکھن لگانے کے بعد جیم لگا رہی تھی۔ سمیرا بیڈ پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ فریجہ نے سلاٹس اس کی طرف بڑھایا اور فلاسک سے چائے کپ میں انڈیلنے لگی۔

وہ سوچ رہی تھی کہ سمیرا کے بچے کو بھی اسی طرح پالے گی جس طرح اس نے فیضان اور سمیرا کو پالا تھا۔ یہ بچہ بھی اس کی تنہائی کا مداوا ثابت ہوگا، اگر وہ اس کے باپ سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی تو.....!

فریجہ نے سمیرا کے چہرے کی طرف دیکھا جو خوشی سے چمک رہا تھا۔

”تمہیں بیٹا چاہئے یا بیٹی؟“ اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”بیٹی.....“ سمیرا نے مسکراتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ ”تاکہ ہم اسے پیارے پیارے ڈریس پہنا سکیں، جیسے آپ مجھے پہنایا کرتی تھیں۔ آپ کا ساتھ میرے لئے کسی نعمت سے کم نہیں۔ اگر میں علیحدہ گھر میں رہتی تو کیا کرتی؟“

فریجہ نے اُداسی سے سر جھکا لیا۔ ”لیکن اب میں تمہاری دیکھ بھال نہیں کر سکوں گی۔ کیونکہ تم یہاں نہیں رہو گی۔“

”سک..... کیا کہا آپ نے؟ میں یہاں نہیں رہوں گی؟“ سمیرا کو ایک دم شاک سا لگا تھا۔

”کچھ دیر پہلے ناشتے کے دوران شہریار نے بتایا تھا کہ اس کا ٹرانسفر اسلام آباد ہو رہا ہے۔“

سمیرا نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

”لیکن شہریار نے مجھے تو کچھ نہیں بتایا۔ آپ کو ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔“

”کاش کہ ایسا ہی ہوا ہوتا۔“ فریجہ نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”مجھے تمہاری بے حد فکر رہے گی۔ تم وہاں بالکل اکیلی ہو گی۔ کون تمہارا خیال رکھے گا؟ تم

شہریار جاگ چکا تھا اور وہ اب تک اسی طرح میز کے آگے بیٹھی تھی۔ اس نے شہریار کی کار اشارت ہونے کی آواز بالکل نہیں سنی تھی، اس کی بجائے اس کے کانوں میں ایک تیز رفتار بس کے بریکوں کی پُرشور آواز گونج رہی تھی۔ گزرے ہوئے وقت کے مناظر اس کی نگاہوں کے سامنے جمع ہونے لگے تھے۔ وہ بیٹھے بیٹھے آگے پیچھے جھولنے لگی۔ بے اختیار اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ بریکوں کے چنگھاڑنے کی آواز مزید اونچی ہوتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ یہ آواز ارد گرد کی تمام آوازوں پر حاوی ہوگئی۔

جب وہ سمیرا کے لئے ناشتے کی ٹرے لے کر اوپر پہنچی تو وہ جاگ چکی تھی۔ اسے دیکھ کر مسکرائی اور کہنے لگی۔ ”آج میں اتنی دیر تک سوئی رہی؟“

”اب تم کیسی ہو؟“ فریجہ نے ٹرے سائیڈ پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

”میں اب بالکل ٹھیک ہوں..... مگر بڑا خوفناک تجربہ تھا.....“ اس نے جھرجھری

لیتے ہوئے کہا۔

”اس وقت تم کیسا محسوس کر رہی ہو؟ کہو تو میں ڈاکٹر کو بلا لوں؟“ فریجہ نے تشویش بھرے انداز میں پوچھا۔

”نہیں، اب تو میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آج تو دیر تک بستر میں لیٹنا بڑا اچھا لگا۔“ وہ مسکرائی۔

”اب روزانہ ہی ایسا ہوگا۔ اب تمہیں جاب پر جانے کی ضرورت نہیں۔ تم بس آرام کرنا۔“ اسے گویا یقین تھا کہ شہریار انہیں الگ نہیں کر پائے گا۔

”ہاں، کچھ دنوں کے بعد تو واقعی ایسا ہی کرنا پڑے گا۔“ وہ شرمیلے سے انداز میں مسکرائی۔ ”پھر آپ کو میرے علاوہ ایک اور ننھے منے کی دیکھ بھال بھی کرنی پڑے گی۔“

فریجہ حیرت سے اس کا چہرہ تنکے لگی۔ سمیرا بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

”میں منہ ہاتھ دھو کر ابھی آتی ہوں۔“ اس نے جھینپے جھینپے انداز میں کہا اور واش روم کی طرف بڑھ گئی۔

اس کا مطلب ہے کہ میرے گھر میں ایک ننھے منے بچے کا اضافہ ہونے والا

”لیکن مجھے صرف اور صرف آپ کی ضرورت ہے۔“ سمیرا نے اصرار کیا۔
 ”تو ہم انہیں اپنے ساتھ لے جاسکتے ہیں۔ یا اگر وہ چاہیں تو بچے کی پیدائش کے وقت وہاں آسکتی ہیں۔ وہاں انہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔“
 وہ دونوں اس وقت ہال میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فریجہ اچانک دروازے میں نمودار ہوئی۔

”سمیرا کو یہیں رہنا چاہئے۔“ اس نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔ ”اگر تم واقعی اس سے محبت کرتے ہو تو تمہیں اس کے بغیر ہی جانا ہوگا۔ میں اس کی صحت کے متعلق بہتر جانتی ہوں۔“

”آپ زبردستی اسے بیمار بنا رہی ہیں۔“ شہریار نے بھی سخت لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ ”آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ یہ نوجوان ہے، تندرست ہے اور اپنی ذمہ داریاں خود اٹھانے کے قابل ہے۔ اور پھر میں خود اس کا خیال رکھوں گا۔“
 ”پلیز شہریار! مجھے یہیں رہنے دیں۔“ سمیرا نے کہا۔

”بلاوجہ کی خدمت کرو سمیرا!“ اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ ”یہ میری نوکری کا معاملہ ہے، میری پروموشن ہوئی ہے۔ میں یہ چانس مس نہیں کر سکتا۔ لہذا مجھے جانا ہو گا۔ اور تم میرے ساتھ چلو گی۔ میں اکیلا نہیں جاؤں گا، یہ بات طے ہے۔“
 اس نے اپنا فیصلہ سنا دیا تھا۔ کوئی چیز اسے اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتی تھی۔ نہ سمیرا کی ضد، نہ اس کی التجا اور نہ ہی اس کے آنسو اسے پگھلا سکے تھے۔

فریجہ اس کے بعد کچھ نہیں بولی تھی۔ اس نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ لیکن اس نے سمیرا پر برابر کام جاری رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے اعصاب جواب دے گئے اور وہ واقعی بیمار پڑ گئی۔ فریجہ کبھی کبھی اپنی محبت میں انتہائی ظالم ہو جاتی تھی۔ لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ ابھی ایک اور شاک اس کا منتظر ہے۔

دوسرے روز فیضان دفتر سے واپس آیا تو بہت پریشان سا لگ رہا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی وہ سیدھا فریجہ کی طرف آیا جو اس وقت ٹی وی لائونج میں بیٹھی تھی۔
 ”سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟“ اس نے فریجہ کے پاس بیٹھتے ہوئے ناراض سے لہجے میں کہا۔ ”آپ کو معلوم ہے کہ میرا ٹرانسفر اسلام آباد کر دیا گیا ہے، بغیر مجھ

بالکل بے پرواہ ہو، اوپر سے نازک مزاج بھی بہت ہو، بالکل اپنی ماں کی طرح! میں نے تم دونوں بہن بھائی کی پیدائش سے پہلے اور بعد میں ان کا بہت خیال رکھا تھا۔ وہ کہتی تھیں کہ اگر فری نہ ہوتی تو میں مر گئی ہوتی۔“
 سمیرا آگے بڑھ کر اس سے لپٹ گئی۔ اس کا سارا احساسِ تقاؤ اور خوشی رخصت ہو چکی تھی۔

”میں آپ سے دور نہیں جاؤں گی آپ! وہ مجھے یہاں سے نہیں لے جاسکتے۔“
 اس نے روہانے لہجے میں کہا۔
 ”وہ لے جاسکتا ہے..... کیونکہ وہ تمہارا شوہر ہے۔“ فریجہ نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔ ”حالانکہ تمہاری صحت اس قابل نہیں ہے لیکن یہ مرد بہت خود غرض ہوتے ہیں۔“
 سمیرا نے بچوں کی طرح رونا شروع کر دیا۔

”میں آپ کے پاس رہنا چاہتی ہوں، میں اکیلی نہیں رہ سکتی۔ مجھے وہاں ڈر لگے گا۔ آپ ان سے کہہ دیں، آپ ان سے یہ کہیں کہ یہ میرے لئے اور ہونے والے بچے کے لئے اچھا نہیں ہوگا۔“

”میں اس معاملے میں کچھ نہیں بول سکتی چند! تمہارے شوہر کو برا لگے گا کہ میں تم دونوں کے ذاتی معاملات میں مداخلت کر رہی ہوں۔ اصولاً میں اب تمہیں نہیں روک سکتی کیونکہ تمہاری شادی ہو چکی ہے۔“ فریجہ نے بے بسی سے کہا۔

”مگر انہیں خود اس بات کا خیال ہونا چاہئے۔“ سمیرا نے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔ ”میں آج ان سے بات کروں گی۔“

لیکن جب سمیرا نے رات کو شہریار سے اس سلسلے میں بات کی تو وہ بے اختیار یوں ہنسا جیسے اس نے کوئی انتہائی چنگانہ بات کی ہو۔

”اسلام آباد میں بھی سینکڑوں عورتیں ماں بننے کے مراحل سے گزرتی ہیں، وہاں بھی ہر روز کتنے ہی بچے پیدا ہوتے ہیں۔ وہاں ایک سے ایک اچھے ہسپتال اور ڈاکٹرز موجود ہیں۔ وہاں ہمارا ایک چھوٹا سا بنگلہ ہوگا، گاڑی ہوگی۔ اور میں تمہارے لئے ایک فل ٹائم ملازمہ کا بندوبست بھی کر دوں گا۔“

سے یہ پوچھے کہ میں کیا چاہتا ہوں۔“
فریحہ کے سر سے پاؤں تک ایک سرد لہر دوڑ گئی جس نے چند لمحوں کے لئے اس کے پورے جسم کو منجمد سا کر دیا۔
”تم نہیں جاسکتے..... تم نہیں جاسکتے فیضی!“ بالآخر وہ خوفزدہ سے لہجے میں بول اٹھی۔

”میرے پاس کوئی اور چوائس نہیں ہے۔ کراچی کے خراب حالات کی وجہ سے اونرز یہاں سے اپنا کام سمیٹ رہے ہیں اور اسلام آباد میں اپنا بزنس پھیلا رہے ہیں۔ لہذا یا تو مجھے جانا ہو گا یا پھر نوکری سے ہاتھ دھونے ہوں گے۔“ فیضان نے بے بسی سے کہا۔

فریحہ کے دل میں نفرت کا ایک اُبال سا اٹھا۔ ”ساحرہ کو تو یہ بات معلوم ہو چکی ہوگی۔ اس نے کیا کہا؟“

”وہ تو خوش ہے..... کیونکہ مجھے پروموشن دے کر بھیجا جا رہا ہے۔“ فیضان نے دبے دبے لہجے میں کہا۔ ”ترقی سے کون خوش نہیں ہوتا۔ لیکن میری فرم کو پہلے میری رائے ضرور معلوم کرنی چاہئے تھی۔“

”تم ان سے احتجاج کرو فیضی!“ اس نے زور دیا۔ وہ چشم تصور سے خود کو اس بڑے سے گھر میں تنہا اور بے یار و مددگار دیکھ رہی تھی اور ماضی کی یادیں بھیا تک آسیب کی طرح اس پر حملہ آور ہو رہی تھیں۔

”لیکن کیسے؟ میرا مطلب ہے کہ میں ان کے سامنے کیا جواز پیش کروں؟“ فیضان نے کہا۔

”کوئی راستہ تو ہوگا! تم کوشش کرو۔ اپنی زندگی کے فیصلے دوسروں کو مت کرنے دو۔ میں جانتی ہوں یہ شہریار کی سازش ہے۔ اپنے حق کے لئے لڑو، ورنہ دوسری نوکری ڈھونڈو۔“

”آج کل نوکریاں کہاں ملتی ہیں آپ؟ ہزاروں نوجوان اس شہر میں بے روزگار پھر رہے ہیں۔ میں تو پھر بھی خوش قسمت ہوں۔“
”تم کچھ کرنا ہی نہیں چاہتے۔“ فریحہ نے غصے سے کہا۔ ”تم تو بس بچوں کی

طرح دوسروں کے حکم مانتے رہو.....“
فیضان کی خوب صورت آنکھیں سکڑ گئیں اور اس نے اپنے ہونٹ بھیجنے لائے۔
”ساحرہ بھی یہی کہتی ہے۔“ اس کی آواز سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ”اس کا بھی یہی خیال ہے کہ مجھے اپنے فیصلے خود کرنے چاہئیں اور مجھے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہئے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو میری ترقی ہو رہی ہے، مجھے وہاں رہنے کو مکان ملے گا اور تنخواہ میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔ جلد ہی میں اپنی کار بھی خرید سکوں گا۔ مسئلہ صرف یہی ہے کہ دوسرے شہر جانا پڑے گا۔ تو یہ کوئی ایسا بڑا مسئلہ نہیں۔“
فریحہ حیرت سے اس کی طرف دیکھتی رہ گئی۔ فیضان پر اس کی بات کا الٹا اثر ہوا تھا۔ اس سے بہت بڑی غلطی ہو گئی تھی۔

”اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم صرف اور صرف اپنے متعلق سوچ رہے ہو۔“ فریحہ نے تیز آواز میں کہا۔ ”میرا تمہیں کوئی خیال نہیں؟“

”خیال کیوں نہیں؟ آپ میرے ساتھ رہیں گی۔“ فیضان نے کہا۔
”تمہیں معلوم ہے کہ میں یہ گھر کبھی نہیں چھوڑوں گی۔“

”میں جانتا ہوں کہ یہ گھر آپ کے لئے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ آپ کی ساری زندگی یہیں گزری ہے۔ میں بھی اس گھر سے بہت اٹیچڈ ہوں۔ لیکن آپ! میرے اچھے مستقبل کے لئے آپ کو اور مجھے یہ قربانی دینی پڑے گی۔“ فیضان نے سنجیدگی سے کہا۔

”نہیں فیضی! خدا کے لئے ایسا مت کرو۔“ اس نے اپنا لہجہ بدل کر التجائیہ انداز میں کہا۔ ”یہاں سے جانے کے بعد تم پچھتاؤ گے۔ ہم سب یہاں کی ہر چیز کے عادی ہو چکے ہیں۔“

”میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا..... لیکن خیر، ابھی تو جانے میں کافی وقت ہے۔ ابھی تو ہم سب یہیں ہیں۔ اور اگر چلے بھی گئے تو وہاں بھی سب ایک ساتھ ہی ہوں گے۔“ فیضان نے کہا۔

”تم سب تو ایک ساتھ ہو گے، لیکن میں نہیں ہوں گی۔ میرا کیا ہوگا؟“ اس نے بڑے دکھ کے ساتھ سوچا لیکن کہا کچھ نہیں۔

فیضان اٹھا اور اس کے شانوں کو تھپکتا ہوا اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔
بے وقتی اور بے قدری کے احساس نے اسے مایوسی کی انتہا کی طرف دھکیل دیا۔ فیضان اپنے اچھے مستقبل کی خاطر اسے اکیلا چھوڑ کر بھی جاسکتا تھا۔ وہ، جو اس کی خوشیوں کی خاطر آج تک ایثار کرتی چلی آئی تھی آج اس قدر بے وقعت ہو گئی تھی۔

اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ فیضان اس کے تصور میں اس لڑکی کو اپنی بانہوں میں لئے چلا آیا جس سے وہ شدید نفرت کرتی تھی..... پھر وہ اس سے دور ہوتا چلا گیا۔ بے اختیار اس کے حلق سے ایک کراہ برآمد ہوئی۔ سمیرا اور فیضان اس کی زندگی تھے۔ اس کے لئے رگوں میں دوڑنے والے خون کی مانند تھے..... ان کے بغیر تو وہ مر جائے گی! وہ سسکنے لگی۔

دفعۃً کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ وہ بری طرح چونک گئی۔ ساحرہ ہمدردی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”آپی! آپ اس بات کا دل پر اتنا اثر مت لیں۔“ ایک بار پھر اس کی ناپسندیدگی پر ہمدردی کا جذبہ غالب ہو گیا تھا۔ حالانکہ اسے یقین تھا کہ یہ عورت اسے جان سے مارنے کی کوشش کر چکی تھی۔ ”آپ اس گھر کو بیچ کیوں نہیں دیتیں؟ پھر آپ چاہیں تو ان پیسوں سے وہاں کوئی اچھا سا گھر خرید سکتی ہیں یا پھر بینک میں جمع کروا سکتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ فیصلہ کرنے کے بعد آپ یکسو ہو جائیں گی۔“ فریحہ نے ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ اپنے شانے پر سے ہٹایا۔

”تمہاری ہمدردی کا بہت بہت شکریہ۔ میں اپنا اچھا برا خوب سمجھتی ہوں۔“
”اگر آپ سوچ رہی ہیں کہ ان دونوں کو آپ کا اتنا خیال نہیں جتنا ہونا چاہئے اور وہ خود غرضی کا مظاہرہ کر رہے ہیں تو معاف کیجئے گا، اس میں آپ ہی کا تصور ہے۔ آپ کی بے جا ناز برداریوں اور قربانیوں نے انہیں ایسا بنا دیا ہے۔ وہ ہر معاملے میں آپ سے بہت زیادہ توقعات رکھتے ہیں لہذا آپ کو چاہئے کہ ان دونوں کو اپنی مدد کے بغیر ان کے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا موقع دیں اور اطمینان رکھیں کہ میں اور بھیا بھی ان سے اتنی ہی محبت کرتے ہیں جتنی آپ کرتی ہیں۔“

”تم نہیں جانتیں کہ محبت کسے کہتے ہیں۔“

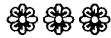
”آپ نے پہلے بھی یہی بات کی تھی۔“ ساحرہ نے سرد لہجے میں کہا۔ ”لیکن ہو سکتا ہے کہ آپ غلطی پر ہوں۔ آپ کی محبت اور بے غرضی میں ایک قسم کی خود غرضی شامل ہے۔ کیا آپ کو اس بات کا احساس ہے؟“

”تم یہ بات کیسے کہہ سکتی ہو؟“ وہ ایک دم بھڑک اٹھی۔ ”تم میرے متعلق جانتی کیا ہو؟ تمہیں اس گھر میں آئے ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں.....“

ساحرہ نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ ”آپ کو سمجھنا اتنا مشکل نہیں ہے آپی! آپ کے ارادے تو بالکل صاف اور واضح نظر آ جاتے ہیں۔“

یہ کہہ کر وہ واپس چل دی۔ یکا یک فریحہ کو یوں محسوس ہوا جیسے کمرے کی دیواریں نزدیک آتی جا رہی تھیں اور اسے پیس ڈالنا چاہتی تھیں۔ وہ وحشت زدہ ہو کر گرتی پڑتی کھڑکی کی طرف دوڑی اور ایک جھٹکے سے اسے کھول دیا۔

دفعۃً اسے ایک بس دکھائی دی۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ بس کو گھورنے لگی۔ یہ وہی سرخ بس تھی جس نے اس کے دشمن کو اپنا شکار بنایا تھا۔ مگر اس وقت یہ رکی ہوئی تھی، انتظار کر رہی تھی اپنے دوسرے شکار کا!



وہ جانتی تھی کہ اب معاملہ اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اسے شدت سے اس بات کا احساس تھا لیکن ابھی ایک آخری امید تھی..... اور وہ تھی سمیرا! وہ یہاں سے جانے پر خوش نہیں تھی کیونکہ وہ تنہا گھر بار کی ذمہ داری اٹھانے سے ڈرتی تھی اور فریحہ اس کے اسی ڈر کو ہوا دے کر اپنا کام بنا سکتی تھی۔

لیکن جلد ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ شہریار بھی اسے بڑے غیر محسوس طریقے سے نئی زندگی کے سہانے خواب دکھا کر اپنی راہ ہموار کر رہا تھا۔

”شہریار کہہ رہے تھے کہ نیا گھر میں اپنی مرضی سے فرش کروں گی۔“ سمیرا نے بڑجوش لہجے میں اسے بتایا تھا۔ اسے اپنی پسند کی چیزیں خریدنے کا بڑا شوق تھا۔ شاہانہ انداز سے خریداری کر کے اسے بڑی خوشی ہوتی تھی۔

”اب میں سوچتی ہوں کہ وہاں جانا میرے حق میں اتنا برا ثابت نہیں ہوگا، اگر

کچھ رقم گیزر خریدنے کے لئے فیضان کو دے چکی ہوں۔ کچھ رقم اس نے اپنے پاس سے شامل کی ہے تب کہیں جا کر یہ نیا گیزر لگ سکا ہے۔“

”اس کا مطلب ہے کہ آپ اور بھائی میری کچھ مدد نہیں کر سکتے۔“

”اگر میں کچھ کر سکتی تو اس کے لئے تمہیں مجھ سے کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔“

فریحہ نے کہا۔ ”اب تو یہی ہو سکتا ہے کہ تم کسی طرح اسے اسلام آباد جانے سے روکو یا کم از کم اس وقت تک ٹالتی رہو جب تک کچھ انتظام نہیں ہو جاتا۔“

سمیرا بدستور پریشان نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”تم اتنی سی بات پر پریشان ہو رہی ہو۔“ فریحہ نے چالاکی سے کہا۔ ”ایک بیوی کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کو کس طرح ہینڈل کر سکتی ہے۔“

سمیرا نے ہونٹ سکیڑ لئے اور سر جھکا کر کسی سوچ میں ڈوب گئی۔

اگلی صبح ایک اور شاک فریحہ کا منتظر تھا۔

ان تینوں کے آفس جانے کے بعد جب وہ سمیرا کا ناشتہ لے کر اوپر اس کے کمرے میں پہنچی تو وہ بڑی خوش نظر آ رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی کہنے لگی۔

”میں خواہ خواہ ہی شہریار سے ڈر رہی تھی۔ کل جب اس بارے میں سوچ سوچ کر میرا سر دُکھنے لگا تو میں نے تنگ آ کر انہیں سب کچھ بتانے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے ڈرتے ڈرتے ان سے کہا کہ میں نے سب پیسے خرچ کر ڈالے ہیں اور اب تک کوئی بچت نہیں کی ہے..... اور آپ جانتی ہیں؟ انہیں میرے بتائے سے پہلے ہی معلوم تھا کہ میں نے وہ پیسے کن کن چیزوں پر خرچ کئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ انہیں میرے سچ بولنے کی بہت خوشی ہے۔ میاں بیوی کے درمیان جھوٹ نہیں ہونا چاہئے۔ چند ہزار روپوں کی کوئی بات نہیں، اسلام آباد جانے کے بعد وہ مجھے ہر چیز خرید دیں گے۔ سچ آپ! وہ بہت اچھے ہیں۔“

فریحہ کے دل میں ان دونوں بہن بھائی کے لئے نفرت کچھ اور بڑھ گئی۔ ان کے پاس ہر بات کا جواب اور اپنے خلاف کئے جانے والے ہر عمل کا توڑ موجود ہوتا تھا۔ انہوں نے ہر موقع پر اسے شکست دینے کا تہیہ کر رکھا تھا۔

”چلو..... یہ تو بہت اچھی بات ہوئی۔“ اس نے پُر سکون لہجے میں کہا۔ ”اب

کمی ہوئی تو صرف آپ کی ہوگی۔“

”جلد ہی تمہیں اس کی احساس بھی نہیں رہے گا اور تم میرے بغیر رہنا سیکھ جاؤ گی۔“ فریحہ نے اداسی سے کہا۔ ”میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میں تمہاری اور فیضان کی زندگی میں اس قدر کم اہمیت رکھتی ہوں۔“

”آپ بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں آپ! سیرا نے اس کے گلے میں ہانپیں ڈالتے ہوئے کہا۔ ”لیکن کیا کریں؟ مجبوری ہی ایسی آن پڑی ہے۔“

”سیرا.....“ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ بولی۔ ”تمہیں اپنا گھر فرش کرنے اور دوسری بہت سی چیزوں کے لئے کافی رقم کی ضرورت ہوگی۔ شہریار کو امید ہوگی کہ تم اپنی سیونگ اس کام پر خرچ کرو گی۔ کیونکہ تم نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ تم اپنے گھر کے لئے بچت کرو گی۔ کیا تھا یا نہیں؟“ فریحہ نے محتاط انداز میں پوچھا۔

سمیرا نے اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لیا۔

”اوہ..... یہ بات تو میں اب تک بھولی ہوئی تھی۔“

”اب تمہیں شہریار کو مجبوراً یہ بات بتانی پڑے گی کہ تم نے وہ سارے پیسے اپنے کپڑوں، جوتوں اور میک اپ وغیرہ پر خرچ کر دیئے ہیں اور میرا خیال ہے کہ جتنی جلد ہو سکے تم یہ بات اسے بتا دو تاکہ وہ تم سے کوئی امید نہ رکھے۔“ فریحہ نے کہا۔

سمیرا کچھ پریشان سی نظر آنے لگی۔

”میں انہیں یہ بات نہیں بتا سکتی کیونکہ وہ وعدہ خلافی اور جھوٹ کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔ مجھے خود کوئی انتظام کرنا پڑے گا۔“

”جب تم اس کے مزاج کو سمجھتی ہو اور اس سے اتنا ڈرتی ہو تو تمہیں پہلے اس بات کا خیال رکھنا چاہئے تھا۔“ فریحہ نے گویا اسے مزید ڈرایا۔

”مجھے کیا معلوم تھا کہ ہمیں اتنی جلدی یہاں سے جانا پڑے گا۔ میرا خیال تھا کہ ابھی تو ہم کافی عرصہ یہیں رہیں گے۔“ سمیرا نے کہا۔ چند لمحوں تک سر جھکائے وہ کچھ سوچتی رہی، پھر کہنے لگی۔ ”آپ! کیا آپ میری کچھ مدد نہیں کر سکتیں؟“

”چندا! تم تو جانتی ہو کہ جو پیسے مجھے گھر کے اخراجات کے لئے ملتے ہیں وہ سب کے سب خرچ ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ میں اس ماہ کے خرچ میں سے بھی

جلدی سے ناشتہ کر لو۔ تمہیں اپنے کھانے پینے کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔ بچے کا ماں کی صحت سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ ارے ہاں..... اس بات سے یاد آیا کہ کل میں نے بازار میں اس لڑکی، عمرانہ کو دیکھا تھا مگر وہ نہ جانے کیوں مجھ سے کترا کر گزر گئی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے بچے کا چہرہ مجھ سے چھپانا چاہ رہی تھی۔“

”اچھا! شاید اس کے بچے کی شکل کچھ اچھی نہ ہو۔“ سمیرا نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میرا بچہ تو اچھا ہو گا ناں؟ کیونکہ شہریار ماشاء اللہ خاصے گڈ لکنگ ہیں اور میں بھی اتنی بری نہیں ہوں۔“ اس نے شرارت سے پلکیں جھپکائیں اور ناشتے کی طرف متوجہ ہو گئی۔ وہ فریحہ کی بات کا مطلب نہیں سمجھ سکی تھی کہ اس نے عمرانہ اور اس کے بچے کا ذکر کیوں چھیڑا تھا؟

فریحہ نے بھی اس سلسلے میں مزید کچھ نہیں کہا۔ ”تمہارا بچہ یقیناً بہت خوب صورت ہو گا۔“ اس نے سمیرا کے گال تھپتھپائے۔ ”کیونکہ وہ تم دونوں کا بچہ ہو گا۔ خدا کا شکر ہے کہ تم اپنی ماں جیسی نہیں ہو۔“ اس نے ایک گہری سانس لی۔

سمیرا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

”کیا مطلب..... آپ تو ہمیشہ سے کہتی چلی آئی ہیں کہ میں ہو بہو اپنی ماں کی تصویر ہوں۔“

”ہاں..... شکل و صورت میں تو تم بالکل انہی پر گئی ہو لیکن میں تو تمہاری نیچر اور طبیعت کی بات کر رہی تھی۔ مجھے اس بات کی بہت خوشی ہے کہ تم اپنے شوہر کے ساتھ مخلص ہو اور اس سے محبت کرتی ہو۔“

سمیرا نے ہاتھ میں پکڑا ہوا چچ واپس رکھ دیا۔ ”کیا میری امی ایسی نہیں تھیں؟ کیا وہ ابو کے ساتھ مخلص نہیں تھیں؟“ اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”وہ بہت کم عمر تھیں۔ ان کی اور ابو کی عمروں میں بہت فرق تھا، اس سے بھی زیادہ..... جتنا تمہاری اور شہریار کی عمروں میں ہے۔ ان دونوں کی شادی بالکل بے جوڑ تھی۔ میں سمجھتی ہوں کہ ان کے ساتھ زیادتی ہوئی تھی اور ایسے میں وہ اگر کسی اور کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں تو اس میں ان کا اتنا زیادہ قصور نہیں تھا۔“ فریحہ نے چالاک سے کہا۔

”آپ کا مطلب ہے کہ وہ کسی سے.....؟“ سمیرا نے سرگوشی کی آواز میں پوچھا۔

فریحہ نے آہستہ سے اثبات میں گردن ہلائی۔ ”میں نے ہمیشہ تم سے اور فیضان سے یہ بات چھپائے رکھی کیونکہ یہ ایک بد صورت حقیقت ہے۔ میں تمہیں اب بھی یہ بات نہیں بتاتی لیکن اب تم مجھ سے دور جانے والی ہو اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ تمہیں وارن (Warn) کر دوں!“

”وارن کر دوں؟..... آپ کا مطلب ہے کہ کہیں میں بھی کوئی ایسی حرکت نہ کر گزروں؟“ سمیرا نے خفگی سے کہا۔ ”میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتی کہ شہریار کے علاوہ کسی اور کا خیال بھی دل میں لاؤں۔ اس کے علاوہ میری رگوں میں ایک شریف باپ کا خون دوڑ رہا ہے۔“

”لیکن..... یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارے باپ ہی نہ ہوں؟“ فریحہ نے اپنا ہونٹ کاٹتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

سمیرا بے اختیار یوں پیچھے ہٹی جیسے فریحہ نے اس کے منہ پر زوردار تھپڑ مارا ہو۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”سمیرا.....! میری جان..... اس طرح میری طرف مت دیکھو۔ میرے لئے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تمہارا باپ کون تھا، کیا تھا؟ کیونکہ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں۔ میں نے تم دونوں کو اپنی اولاد کی طرح پالا ہے۔ تم اور فیضان صرف میرے بچے ہو۔ میں نے تو اپنی ساری زندگی تم دونوں کے نام وقف کر دی۔ کی ہے ناں؟“

سمیرا ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ فریحہ نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

”تم کیوں رنج کرتی ہو؟ اس میں بھلا تمہارا کیا قصور ہے؟ بلکہ میں تو سمجھتی ہوں کہ اس میں تمہاری ماں کا بھی اتنا زیادہ قصور نہیں تھا۔ یہ مرد ہوتے ہی خود غرض ہیں۔ حالانکہ مجھے اپنے باپ کے بارے میں ایسی بات نہیں کہنی چاہئے مگر انہوں نے غلط کیا تھا، یہ ان کی زیادتی تھی کہ انہوں نے ایک کم عمر لڑکی سے شادی کر کے اسے گھر میں بند کر دیا تھا۔ وہ اسے زیادہ لوگوں سے ملنے جلنے بھی نہیں دیتے تھے۔

”ہاں، ایک بات میں تمہیں بتا دوں، کبھی بھول کر بھی ان باتوں کا ذکر اپنے شوہر سے مت کرنا۔“ اس نے سمیرا کو خبردار کرتے ہوئے کہا۔ ”ورنہ وہ ساری عمر تمہیں تمہاری ماں کے حوالے سے طعنے دیتا رہے گا اور تمہیں بلیک میل کرتا رہے گا۔ کبھی اپنی کوئی کمزوری اس کے ہاتھ میں مت دینا۔ ویسے بھی وہ اور اس کی بہن بہت غصہ ور اور حاکمانہ طبیعت کے مالک ہیں۔“

سمیرا نے سر ہلایا۔ ”کبھی کبھی وہ بہت سخت بن جاتے ہیں۔“ وہ بھول گئی تھی کہ شہریار اس کے لئے اس قدر مہربان بھی تھا۔ اس نے اس کی فضول خرچی پر بھی اسے کچھ نہیں کہا تھا اور اس کی بہت سی بے پروائیوں اور حماقتوں کو نظر انداز کرتا رہتا تھا۔

اس نے پوچھا۔ ”کیا بھائی کو امی کے بارے میں سب کچھ معلوم ہے؟“

فریحہ نے دہشت زدہ سی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

”بالکل نہیں..... یہ بات صرف تمہارے اور میرے درمیان ہے۔ تم اسے کچھ بتانے کی کوشش بھی مت کرنا۔ اسے بہت دکھ ہوگا۔ اور اگر کہیں اس نے یہ سب اپنی بیوی کو بتا دیا تو وہ تمام عمر اسے ذلیل کرتی رہے گی۔“



وہ ڈرتے تھے کہ کہیں ان کی نو عمر اور خوب صورت بیوی کو کوئی بہکانہ دے۔ بالآخر وہ ان پابندیوں سے عاجز آگئی تھیں۔ درحقیقت ابو نے انہیں سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔“

”لیکن شہریار تو ایسے نہیں ہیں ناں..... وہ تو واقعی میرا خیال رکھتے ہیں..... اور میرے بچے کے باپ بھی وہی ہیں۔“ سمیرا نے سسکیوں کے درمیان کہا۔

”یہ ٹھیک ہے کہ وہ تمہارا بہت خیال رکھتا ہے لیکن بہر حال وہ ایک مرد ہے۔ مردوں کی ذہنیت حاکمانہ ہوتی ہے۔ اور ایک بات میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ اس نے اپنا ٹرانسفر خود کروایا ہے تاکہ تمہیں مجھ سے دور لے جاسکے۔ جہاں تم اس کی مرضی کے مطابق چلنے پر مجبور ہوگی۔ جلد ہی تم ماں بھی بن جاؤ گی اور پھر گھر اور بچے میں بری طرح الجھ کر رہ جاؤ گی۔ تمہارے ارد گرد سب لوگ اجنبی ہوں گے اور میں جانتی ہوں کہ تم لوگوں کو دوست بنانے کے معاملے میں بہت پیچھے ہو۔ لہذا تم گھر میں اکیلی بند ہو کر رہ جاؤ گی تمہارا بچہ تمہیں بری طرح مصروف رکھے گا..... یہی شہریار چاہتا ہے۔ اور تمہیں اس کی مرضی کے مطابق چلنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ تمہارا شوہر ہے۔“ فریحہ نے انتہائی شیریں اور نرم لہجے میں اس کے کانوں میں زہر اٹھایا۔

”میں آپ کے بغیر کیا کروں گی؟“ سمیرا کراہی۔

”میں نہیں جانتی..... کیونکہ میں اس معاملے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔“

اس نے بے بسی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

سمیرا بری طرح الجھی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ رونے سے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ فریحہ کن آنکھوں سے اس کے تاثرات کا جائزہ لے رہی تھی۔ اس نے انتہائی چالاکی کے ساتھ اپنی باتوں سے سمیرا کے ذہن میں اس کے مستقبل کی ایک بھیاں تک تصویر بنا دی تھی اور اب وہ آنے والے وقت اور اپنے شوہر کے رویے کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی۔ اس کے ذہن میں طرح طرح کے خدشات ابھر رہے تھے۔ اپنی ذات کے حوالے سے اور اپنی ماں کے شرم ناک ماضی کے حوالے سے.....!

اُس روز شہریار جب دفتر سے واپس آیا تو اس نے محسوس کیا کہ سمیرا کی رنگت بالکل پھیکا پڑی ہوئی تھی اور وہ چپ چپ سی تھی۔

”کیا بات ہے؟ آج بہت چپ چپ ہو۔“ اس نے پوچھا۔

”نہیں..... ایسی تو کوئی بات نہیں۔ دراصل آج میں نے بہت کچھ سیکھنے کی کوشش کی لیکن یہ جان کر میں بہت پریشان ہوں کہ مجھے تو کچھ بھی نہیں آتا۔ مجھے تو لگتا ہے کہ میں کبھی اپنا گھر بار سنبھالنے کے قابل نہیں ہو سکوں گی۔ اتنے سارے کام میں کیسے سیکھوں گی؟“ سمیرا نے جھرجھری لی۔

”تو یہ بات تھی.....!“ اس نے غصے سے سوچا۔ ”فریجہ نے پھر الٹی سیدھی باتیں سمیرا کے ذہن میں بٹھانے کی کوشش کی ہے تاکہ یہ اسلام آباد جانے سے انکار کر دے۔“

”تم سب کچھ بہت اچھی طرح سنبھال لو گی۔ میں جانتا ہوں۔“ شہریار نے اپنے غصے کو چھپاتے ہوئے بظاہر تحمل سے کہا۔ ”چلو، اب جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ ہم شاپنگ کے لئے چل رہے ہیں۔ اور چاہے تم زندگی بھر کتنی ہی غلطیاں کیوں نہ کرتی رہو، میں تم سے اسی طرح محبت کرتا رہوں گا۔“

”میرا کہیں جانے کو جی نہیں چاہ رہا شیری!“ سمیرا نے منہ بتاتے ہوئے کہا۔

شہریار نے اس کی طرف دیکھا۔ ”تم آج کہیں باہر گئی تھیں؟“

سمیرا نے نفی میں سر ہلایا تو وہ کہنے لگا۔

”کل بھی تم باہر نہیں نکلی تھیں اور پرسوں بھی۔ سارا دن تم بیڈ پر لیٹے لیٹے گزار

دیتی ہو۔ تمہیں یاد ہے ڈاکٹر نے تم سے کیا کہا تھا؟ تمہیں تھوڑا بہت چلتے پھرتے

رہنا چاہئے۔ پریکٹس کی حالت میں ہر وقت لیٹے رہنا بھی مناسب نہیں۔“

جب وہ تیار ہو کر شہریار کے ساتھ باہر نکلی تو اس نے محسوس کیا کہ فریجہ اسے دیکھ رہی تھی اور کسی نادیدہ ڈور کے ذریعے اسے واپس کھینچنے کی کوشش کر رہی تھی۔

گیٹ سے باہر نکلنے کے بعد بے اختیار اس نے ایک گہری سانس لی۔ شہریار نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

”آج ہم کس کے لئے شاپنگ کریں گے؟ تمہارے لئے یا آنے والے کے لئے؟“

”شیری! ہم اچھے والدین ثابت ہو سکیں گے ناں؟“ اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔ اس وقت وہ اپنی عمر سے بڑی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کا وہ بچکانہ انداز نہ جانے کہاں کھو گیا تھا؟

”یقیناً.....“ شہریار نے بڑے اعتماد کے ساتھ کہا۔ ”ہم اپنے بچوں کو بے حد پیار دیں گے۔ لیکن انہیں اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا موقع دیں گے۔ اپنی محبت کو کبھی ان کے راستے کی دیوار نہیں بننے دیں گے۔“

چلتے چلتے اس نے مڑ کر گھر کی طرف دیکھا، شام کی ملگتی سی روشنی میں یہ تاریک، خاموشی میں ڈوبا اور پراسرار سا منظر آ رہا تھا۔ تمام کھڑکیاں اور دروازے بند تھے جیسے گھر کے مکین تازہ ہوا اور روشنی کو بھی گھر کے اندر داخل ہونے سے روکنا چاہتے ہوں۔

”تم دونوں بہن بھائی نے اپنی آپلی کے ساتھ بہت برا کیا ہے۔“ اس نے سمیرا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

سمیرا نے حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ ”ہم نے کیا برا کیا ہے؟“

”تم دونوں نے کبھی ان سے یہ نہیں پوچھا کہ انہوں نے زندگی کی تمام خوشیوں کے دروازے اپنے اوپر کیوں بند کر رکھے ہیں؟ وہ شادی کیوں نہیں کرنا چاہتیں؟ جب تک تم دونوں ان کی جان سے چپے رہو گے وہ اپنے بارے میں کبھی نہیں سوچیں گی۔“ شہریار نے سنجیدگی سے کہا۔

”وہ تو ہمیشہ یہی کہتی ہیں کہ انہیں ہمارے علاوہ کسی کی ضرورت نہیں.....“ سمیرا نے مدافعانہ لہجے میں کہا۔ اس نے فریجہ کے بارے میں اس انداز سے کبھی نہیں سوچا

تھا جس طرح شہریار نے اسے احساس دلایا تھا۔

”لیکن ہم ان کی جان سے چٹے ہوئے تو نہیں ہیں۔ ہم تو ان سے محبت کرتے ہیں۔“ سمیرا نے اپنی صفائی پیش کی۔

شہریار نے سر ہلایا۔ ”حقیقت یہ ہے کہ تم ان کی جان سے نہیں بلکہ وہ تمہاری جان سے چٹنی رہنا چاہتی ہیں۔“

سمیرا نے پہلے سے بھی زیادہ حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

”وہ تم دونوں کو اپنے علاوہ کسی کے ساتھ خوش نہیں دیکھ سکتیں۔“ شہریار نے پراسرار قسم کی سنجیدگی کے ساتھ کہا۔

کیا وہ صحیح کہہ رہا تھا؟..... کیا اس کی بہن واقعی اتنی خود غرض تھی؟..... اسے یہ سب کچھ سوچنا بھی عجیب سا لگ رہا تھا..... مگر اس وقت گھر سے باہر آنے اور بہن کی نظروں سے دور ہونے کے بعد شہریار کی باتیں سن کر وہ شک و شبہ میں پڑ گئی تھی۔

شہریار نے دیکھا کہ بالآخر وہ فریجہ کے خلاف سمیرا کے دل میں منفی تاثر پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے فریجہ سے ہمدردی بھی محسوس ہو رہی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ فیضان اور سمیرا کا اس سے دور چلا جانا کسی سانحے سے کم نہیں ہوگا۔

وہ دونوں ٹہلتے ہوئے ایک بڑے سے شاہنگ سنٹر کے اندر چلے گئے تھے۔ یکایک سمیرا ایک دکان کی شو ونڈو کے آگے ٹھہر گئی۔ یہاں مختلف سائز کی خوب صورت فراکیں بھی ہوئی تھیں۔ شہریار نے مسکراتے ہوئے سوالیہ انداز میں سمیرا کی طرف دیکھا۔ اس نے ہنستے ہوئے نفی میں گردن ہلا دی اور آگے بڑھ گئی۔

وہ دونوں کافی دیر بعد گھر واپس آئے تھے۔ کسی بات پر ہنستے ہوئے وہ بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ فریجہ نے ایک نظر ان کی طرف دیکھا اور جان گئی کہ شہریار ایک بار پھر بازی کو اپنے حق میں پلٹ چکا تھا۔

وہ سیدھے اپنے کمرے کی طرف چلے گئے۔ چند لمحوں کے بعد وہ دبے قدموں میزبیاں چڑھ کر اوپر پہنچی اور ان کے کمرے کے بند دروازے کے آگے کان لگا کر

کھڑی ہو گئی۔

”میں نے تم سے وعدہ کیا تھا ناں کہ ہمیشہ تمہیں خوش رکھوں گا۔“ شہریار کہہ رہا تھا۔ ”اور چاہے تم زندگی بھر کتنی ہی غلطیاں کیوں نہ کرتی رہو، میں اسی طرح تم سے محبت کرتا رہوں گا۔ لہذا تم سارے خدشات کو دل سے نکال دو۔ ہم خوش رہیں گے..... ہمیشہ۔“

سمیرا بڑی محبت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ شہریار کتنی آسانی سے ہر مسئلے کو سلجھا دیتے ہیں۔ ورنہ وہ آپنی کی کبھی ہوئی باتیں سوچ سوچ کر کتنی پریشان ہو رہی تھی۔ کچھ دنوں سے وہ محسوس کر رہی تھی کہ جب شہریار گھر پر موجود ہوتا تھا تو فریجہ مسلسل ان دونوں کی نگرانی کرتی رہتی تھی۔ خصوصاً جب سے اسلام آباد جانے والی بات ہوئی تھی۔

”میں بھی آپ سے بہت محبت کرتی ہوں شیری!“ سمیرا نے دھیمی آواز میں کہا تو فریجہ نے اپنا کان بالکل دروازے کے ساتھ لگا دیا۔ ”میں ایک اچھی بیوی بننے کی کوشش کروں گی..... میں اُن پیسوں کے بارے میں بہت شرمندہ ہوں۔“ وہ کہہ رہی تھی۔

”تم نے جو کیا ٹھیک کیا۔ اس میں شرمندہ ہونے کی کیا بات ہے؟ پیسے خرچ کرنا تمہارا حق ہے۔ آخر تم میری بیوی ہو۔ یو آر مائی ڈارلنگ وانف.....“ وہ ہنسا۔ دروازے کے باہر فریجہ شدید غصے اور جھنجھلاہٹ کے عالم میں بیچ و تاب کھا رہی تھی۔

”ارے آپنی.....!“ ساحرہ کی آواز سن کر وہ اچھل پڑی۔ ”آپ یہاں کھڑی کیا کر رہی ہیں؟ کیا بات ہے..... آپ ٹھیک تو ہیں؟“ اس نے فریجہ کے وحشت زدہ چہرے کو دیکھ کر کہا۔

فریجہ چند لمحوں تک خالی خالی نظروں سے اس کی طرف دیکھتی رہی پھر کوئی جواب دینے بغیر واپس چل دی۔ ساحرہ سوچنے لگی کہ فریجہ، سمیرا کے کمرے کے دروازے سے لگی کیا کر رہی تھی؟ کیا وہ ان دونوں کی باتیں سن رہی تھی؟

’میرے خدا! اب یہ ایسی حرکتوں پر اتر آئی ہیں۔ اس نے ایک جھر جھری لیتے

ہوئے سوچا۔ اسے یقین تھا کہ فریحہ مکمل طور پر ذہنی مریضہ بن چکی تھی۔ اب انہیں بے حد محتاط اور ہوشیار رہنا تھا۔ اسے اور اس کے بھائی کو..... اور ان دونوں کو کچھ بتانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ کیونکہ وہ اپنی بڑی بہن پر اندھا اعتقاد رکھتے تھے۔



فریحہ نے اس وقت بمشکل تمام اپنے غم و غصے کو چھپایا جب سمیرا نے اٹکتے ہوئے اسے اپنے شہریار کے ساتھ جانے کے بارے میں بتایا۔

”میرا خیال ہے مجھے شہریار کے ساتھ جانا ہی پڑے گا۔ کیونکہ جانا تو بہر حال ہے..... پھر میں کیوں انہیں ناراض کروں؟ میں سوچتی ہوں کہ شاید یہ تبدیلی میرے لئے خوش آئند ثابت ہو۔“ اس نے بہن سے نظریں چراتے ہوئے کہا۔ ”لیکن آپ نے اب تک جو کچھ میرے لئے کیا اس کے لئے میں آپ کا شکریہ ادا نہیں کر سکتی آپ جیسی بہن کی تو مثال ملنی مشکل ہے۔ میں نے اور بھائی نے آپ سے لیا بہت کچھ ہے اور دیا کچھ نہیں، مجھے اس بات کا احساس ہمیشہ رہے گا۔“

”ایسی بات نہیں ہے۔“ فریحہ نے سپاٹ آواز میں کہا۔ ”تم دونوں نے مجھے اپنی محبت دی ہے اور میں تم سے صرف اسی چیز کی طلب گار تھی۔ میرے اور تمہارے درمیان جو تعلق ہے اسے کوئی نہیں سمجھ سکتا..... وہ دونوں بھائی بہن تو صرف اتنا جانتے تھے کہ تم دونوں نوجوان ہو، خوب صورت ہو اور با آسانی ان کے قابو میں آ سکتے ہو۔“

سمیرا نے اس کی طرف دیکھا۔

”میرا خیال ہے کہ ہم دونوں کو ایسے ہی لائف پارٹنرز کی ضرورت تھی جو ہمارا ہاتھ پکڑ کر ہمیں چلا سکیں، جو ہم سے زیادہ مضبوط اور باہمت ہوں اور ہمیشہ ہمارا خیال رکھ سکیں۔“

فریحہ، سمیرا کی بات سن کر اندر ہی اندر کانپ اٹھی۔ تو سمیرا نے اب کسی اور دماغ سے سوچنا شروع کر دیا ہے۔ اس کا انداز بھی بالکل بدلا ہوا تھا اور اس کے لہجے سے چنگی جھلک رہی تھی۔ اسے آج پہلی بار احساس ہوا کہ وہ جس لڑکی کو اب تک صرف اور صرف اپنی ملکیت سمجھتی چلی آئی تھی اور جو اس کے دماغ سے سوچا کرتی تھی، اسی

کی زبان بولتی تھی وہ تو مکمل طور پر کسی اور کے رنگ میں رنگ چکی تھی۔ وہ فریحہ جو خود کو چٹان کی مانند مضبوط سمجھتی تھی آج اندر سے ٹوٹ پھوٹ گئی تھی۔ آج اس کے غرور کو شکست ہو گئی تھی، یکایک وہ خود کو بوڑھا اور کمزور محسوس کرنے لگی۔

سمیرا کسی حد تک اس کی کیفیت کو سمجھ رہی تھی۔

”آپی! آپ ہمارے ساتھ چلنے پر کیوں تیار نہیں ہیں؟ اپنی خاطر نہ سہی میری خاطر ہی چلیں۔ آپ جانتی ہیں کہ مجھے وہاں آپ کی کتنی ضرورت ہوگی۔“

”کیا تمہیں واقعی میری ضرورت ہوگی؟ تم تو مجھے اپنی زندگی سے یوں نکال چکی ہو جس طرح کوئی اپنا پرانا لباس ایک طرف ڈال دیتا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ تمہاری زندگی میں اب میرے لئے کوئی جگہ نہیں..... اور میں نہیں چاہتی کہ تم مجھ پر ترس کھاؤ۔ میں اپنا گھر چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔ تم لوگ میرے ساتھ ایسا سلوک نہیں کر سکتے۔“

اس نے خاموشی کی زبان سے یہ سب کہہ ڈالا۔ اسے بے حد محتاط رہنا تھا کیونکہ ابھی اس نے ہمت نہیں ہاری تھی۔

لہذا اس نے اپنے بکھرتے ہوئے اعصاب کو سیٹھا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ لاتے ہوئے پرسکون لہجے میں کہا۔

”میں جانتی ہوں کہ تم میرے لئے پریشان ہو کہ میں تنہا یہاں کس طرح رہ پاؤں گی؟ مگر تم میری فکر مت کرو، میں بہت اچھی طرح رہوں گی اور آنے والے ننھے منے مہمان کے لئے کپڑے اور دوسری چیزیں تیار کرنے میں مصروف رہوں گی۔ آخر اس کے استقبال کی تیاریاں بھی تو کرنی ہیں ناں!“

سمیرا کا چہرہ ایک دم کھل اٹھا۔ وہ بے اختیار بہن سے لپٹ گئی۔

”اوہ آپی..... میری پیاری آپی..... آپ کتنی اچھی ہیں!“ اس کا ذہن ایک دم پرسکون ہو گیا تھا کہ اس کی بہن نے بالآخر اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا کہ اسے یہاں سے جانا ہے۔ اب اسے اس سلسلے میں بحث کرنے یا وضاحتیں پیش کرنے کی ضرورت نہیں تھی!

”لیکن آپ بعد میں تو میرے پاس آئیں گی ناں؟“ سمیرا نے پوچھا۔
 ”ہاں، تمہاری ڈیو ڈیٹ سے پہلے میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔“ فریحہ نے اس کے سوال کا مقصد سمجھتے ہوئے اسے تسلی دی۔

شام کی چائے پر فریحہ نے خاص طور پر کسی کو مخاطب کئے بغیر بتایا۔
 ”آج میں اور سمیرا تقریباً کئی گھنٹے تک شاپنگ میں مصروف رہے۔ میں نے سوچا تم لوگوں کے جانے سے پہلے کچھ چیزیں تیار کر کے اسے دے دوں، کچھ میں بعد میں اپنے ساتھ لے آؤں گی۔ پھر باقی وقت سمیرا نے میرے ساتھ کچن میں گزارا۔ کیونکہ یہ آج کل مجھ سے کلنگ اور بیلنگ سیکھ رہی ہے۔“
 اس وقت سب فریحہ کی طرف متوجہ تھے جو معمول کے مطابق نارمل اور پرسکون نظر آ رہی تھی۔

فریحہ کے خاموش ہونے کے بعد فیضان نے بے یقینی سے سمیرا کی طرف دیکھا۔

”یہ میں کیساں رہا ہوں ہمیشہ؟“

”یہی کہ میں اپنی آپنی سے کلنگ اور بیلنگ سیکھ رہی ہوں..... میرے پیارے بھیا!“ سمیرا نے بھی جواب میں مزاحیہ انداز اختیار کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں بھئی..... یہ ایک آج سمیرا نے بنایا ہے۔“ فریحہ نے درمیانے سائز کا ایک فروٹ کیک ان کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”ٹرائی کرو شہریار! یہ تمہاری بیگم کی پہلی کوشش ہے۔“

کیک کافی سافٹ اور مزے دار تھا لیکن فیضان اور شہریار کے ہاتھ سمیرا کو چھیڑنے کے لئے ایک بہانہ آ گیا تھا۔ ان دونوں نے اناڑی خواتین کے کھانا پکانے کے تجربات کے بارے میں کئی لطیفے سنا ڈالے۔ سمیرا اس دوران مصنوعی خفگی سے انہیں گھورتی رہی۔

دفعۃً فیضان اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر چلانے لگا۔

”ہائے..... میں مر گیا۔ مجھے بچاؤ لوگو!“

”کوئی بات نہیں بھائی..... جب آپ کی بیگم کھانا پکانا شروع کریں گی تب میں آپ سے پوچھوں گی۔“ سمیرا نے منہ پھلا کر کہا۔

”ہاں بھئی..... میری بیگم تو کچھ نہ کچھ سیکھ ہی گئی ہے۔ لیکن تمہاری بیگم نے تو اب تک کچھ کیا ہی نہیں!“ شہریار نے سمیرا کی سائیڈ لی۔

”آخر سمیرا بہن کس کی ہے؟ اس کی رگوں میں بھی تو وہی خون دوڑ رہا ہے جو فری آپنی کی رگوں میں ہے۔“ ساحرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سمیرا کے چہرے کا رنگ ایک دم پھیکا پڑ گیا۔ وہ سوچنے لگی، معلوم نہیں میری رگوں میں جس کا خون ہے؟ غیر ارادی طور پر اس کی نظر فریحہ کی طرف اٹھ گئی۔ وہ بڑے پیار سے مسکرا دی۔

”بڑے شرم کی بات ہے ساحرہ! آج تو تمہارے بھیا نے بھی تمہیں نکتے پن کا طعنہ دے ڈالا۔“ فیضان نے ساحرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہے تو واقعی شرم کا مقام!“ ساحرہ نے سر کھپایا۔ ”اب تو مجھے آپنی سے درخواست کرنی ہی پڑے گی کہ وہ میرے لئے بھی کچھ ٹائم نکالیں تاکہ میں بھی کچھ کر سکوں۔“

وہ فریحہ کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے اس کے دلی تاثرات بھانپنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن یہ اتنا آسان کام نہیں تھا۔ بظاہر تو اسے یہی محسوس ہو رہا تھا کہ اس نے حالات سے سمجھوتا کر لیا تھا اور ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ اس کے دل نے بے اختیار خواہش کی کہ کاش یہ سب کچھ ہو!

”بڑی خوشی سے بھئی!“ فریحہ نے خوش دلی سے جواب دیا تھا۔

فیضان ایک مرتبہ پھر کراہنے لگا۔ ”یک نہ شد، دو شد! یعنی اب دونوں کا پکایا ہوا ہمیں کھانا پڑے گا..... اے اللہ! تو ہمارے معدون پر رحم فرماتا.....“

”بھائی! دیکھیں مجھے غصہ مت دلائیں۔“ سمیرا نے اسے وارننگ دی۔ ”ورنہ اگلی مرتبہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا بنایا ہوا کھانا کھا کر سچ مچ آپ کے پیٹ میں درد ہو جائے۔“

فیضان خوف سے تھر تھر کاہنے کی اداکاری کرنے لگا۔ ”میرا خیال ہے کہ میں تو اسلام آباد جانے سے پہلے ہی اللہ میاں کو پیارا ہو جاؤں گا۔“

سب بے اختیار ہنسنے لگے۔ وہ بڑے دنوں بعد دل سے ہنس رہے تھے، سوائے

کی کوشش کروں گی کہ کہاں سے پوسٹ کیا گیا ہے؟ مگر اب لعنت بھیجو اس پر۔ لاؤ، میں اسے جلا دیتی ہوں۔“

مگر سمیرا نے جلدی سے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔ اس کے چہرے کی رنگت زرد ہو رہی تھی اور بڑی بڑی آنکھوں سے خوف جھلک رہا تھا۔

”یہ خط آخر کون بھیجتا ہے؟ کوئی نہ کوئی بات تو ضرور ہے..... ورنہ کسی کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ.....“

”ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔“ فریحہ نے اس کی بات کاٹی۔ ”مجھے پورا یقین ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ میں شہریار کو تمہارے لئے مناسب نہیں سمجھتی تھی لیکن میں جانتی ہوں کہ وہ برے کردار کا مالک ہرگز نہیں ہے۔ تم اس پر شک مت کرو۔“

”دل تو میرا بھی نہیں مانتا کہ شہریار ایسا کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ کون شخص ہے جو میرے اور ان کے درمیان غلط فہمی پیدا کرانا چاہتا ہے؟ اور ایسا کر کے اسے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے؟ اس سے پہلے کسی نے وہ عمرانہ والا شوشرہ چھوڑ کر مجھے پریشان کیا اور اب.....“ سمیرا اپنی پیشانی رگڑنے لگی۔ وہ انتہائی الجھی ہوئی تھی۔

”لیکن عمرانہ والا معاملہ تو صاف ہو گیا نا.....؟“ فریحہ نے کہا۔ ”میں نے خود اس لڑکی سے بات کی تھی اور اس نے خط میں لکھی ہوئی تمام باتوں کی تردید کی تھی! سمیرا نے غمزہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ ”اس روز آپ نے مجھے بتایا تھا کہ بازار میں عمرانہ آپ کو نظر آئی تھی۔ اس کی گود میں بچہ تھا، جس کا چہرہ اس نے آپ کو دیکھتے ہی چھپا لیا تھا..... اس نے ایسا کیوں کیا؟ اسی لئے ناں کہ اس بچے کی شکل ہو بہو شہریار جیسی ہوگی..... ہے ناں؟“

”ہو سکتا ہے کہ مجھے غلط فہمی ہوئی ہو اور وہ لڑکی عمرانہ کی بجائے کوئی اور ہو۔“ فریحہ نے چہرے پر پریشانی کے تاثرات پیدا کرتے ہوئے کہا۔

”آپی! میں جانتی ہوں کہ آپ عمرانہ کو اچھی طرح پہچانتی ہیں۔ کیونکہ وہ ہمارے گھر بھی آچکی ہے..... آپ مجھے بہلانے کی کوشش کر رہی ہیں۔“ سمیرا نے روہانے لہجے میں کہا۔

”دیکھو، تم اتنی ٹینشن لوگی تو خود تمہاری صحت کے علاوہ بچے پر بھی برا اثر پڑے

فریحہ کے..... اس کے دل میں اچانک یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش، فیضان واقعی بیمار پڑ جائے! اور اس کا اسلام آباد جانا ملتوی ہو جائے۔

وہ جانتی تھی کہ اگر وہ ایک مرتبہ اس گھر سے نکل گئے تو جلد ہی اس کے بغیر رہنا سیکھ جائیں گے۔ ہمیشہ کے لئے۔



فریحہ نے وہ لفافہ ہال میں رکھی ہوئی کارز ٹیبل پر یوں رکھا کہ جب سمیرا اندر آئے تو اس کی نظر با آسانی اس پر پڑ سکے۔

پھر ایسا ہی ہوا۔ سمیرا نے وہ لفافہ اٹھا کر دیکھا تو اس کی پیشانی پر پل پڑ گئے۔ ”یہ تو کھلا ہوا ہے۔ جبکہ یہ میرے نام آیا ہے۔“ اس نے کہا۔

فریحہ نے گویا چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

”لاؤ، یہ مجھے دے دو۔ میں نہیں چاہتی کہ تم اسے دیکھو۔“ اس نے کہا اور سمیرا کے ہاتھ سے وہ خط چھیننے کی اداکاری کی۔ ”پلیز، اسے مت پڑھنا۔“ اس نے التجا کی۔

لیکن ظاہر ہے کہ سمیرا کے دل میں تجسس بیدار کرنے کے لئے یہ ڈراما کافی تھا۔ وہ لفافے میں سے کاغذ نکال کر اس کی تہہ کھول چکی تھی۔ وہ کسی سستے قسم کے رائٹنگ پیڈ کا کاغذ تھا اور اس پر ٹیڑھی میڑھی اور بد نما تحریر میں کچھ لکھا ہوا تھا۔

”ایک اور گناہ.....!“ سمیرا کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

اس میں لکھا ہوا تھا کہ شہریار آج کل اپنے ڈیپارٹمنٹ کی ایک نئی لڑکی کے ساتھ پیٹنگیں بڑھا رہا تھا۔

”شہریار ایسا نہیں کر سکتے..... یہ جھوٹ ہے، میرا دل نہیں مانتا۔“ وہ بڑبڑائی۔

”اوہو..... میں اسی وقت اس خط کو پھاڑ کر پھینک دیتی تو اچھا تھا۔ دراصل لفافے پر لکھی ہینڈ رائٹنگ کو پہچان کر میں نے اسے کھول لیا تھا۔ کیونکہ پچھلا گناہ خط بھی اسی ہینڈ رائٹنگ میں تھا۔“ فریحہ نے تاسف سے سمیرا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”میں اس وقت اسے ضائع کرنے والی تھی لیکن پھر میں نے یہ سوچ کر اسے ایک طرف رکھ دیا تھا کہ کچھ دیر بعد ذرا فرصت سے اس پر لگی ڈاک کی مہر کو پڑھنے

پتہ سمجھایا۔

چند منٹوں کے بعد ٹیکسی ڈرائیور نے ایک کشادہ سی روڈ کے ساتھ بنے ہوئے مکانوں میں سے ایک مکان کے آگے ٹیکسی روک دی۔ یہ بالکل کارز والا مکان تھا۔ فریج نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

”بھائی! آپ ذرا رکیں، ہم ابھی آتے ہیں۔“

فریج کے ساتھ سمیرا بھی ٹیکسی سے اتر کر مکان کے گیٹ کی طرف بڑھی۔ مگر چند قدم چلنے کے بعد ہی ٹھک کر رک گئی۔ گیٹ پر تالا لگا ہوا تھا۔ اس نے فریج کی طرف دیکھا جو پریشان سی نظروں سے تالے کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”اوہ.....“ اس نے ایک گہری سانس لی اور غیر ارادی طور پر پلٹ کر ٹیکسی کی طرف دیکھا۔ ٹیکسی والا ہاتھ سے اوپر کی جانب اشارہ کر رہا تھا۔ سمیرا کی سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا لیکن اس کی نظریں بے اختیار اوپر کی جانب اٹھ گئیں۔ مکان کی پیشانی پر ”کرائے کے لئے خالی ہے“ کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ فریج بھی بورڈ پڑھ چکی تھی۔

”اس کا مطلب ہے، عمرانہ یہ مکان چھوڑ کر جا چکی ہے۔“ اس نے سمیرا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا آپ کو یقین ہے کہ ہم صحیح جگہ پر آئے ہیں؟“ سمیرا نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

”ہاں..... کیونکہ ابھی میں نے مکان پر لکھا ہوا نمبر دیکھ کر اس بات کی تصدیق کی ہے کہ ہم بالکل صحیح جگہ پر پہنچے ہیں..... آؤ، واپس چلتے ہیں۔“ فریج ٹیکسی کی طرف بڑھ گئی۔

گھر واپس پہنچنے کے بعد سمیرا تھکے تھکے سے انداز میں صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس کا چہرہ اترا ہوا تھا اور ہونٹ خشک ہو رہے تھے۔ یکایک وہ فریج سے مخاطب ہوئی۔

”آپ! آپ کے پاس عمرانہ کی امی کے گھر کا نمبر بھی تو ہو گا ناں؟“

فریج نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔ ”ہاں، ہے تو سہی.....“

”آپ خدا را اس کی امی سے اس کے بارے میں معلوم کریں۔“ سمیرا نے کہا۔

گا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ دونوں خطوط کسی ایسی لڑکی نے لکھے ہیں جو شہریار کو حاصل کرنا چاہتی ہوگی اور شہریار نے اسے گھاس نہیں ڈالی ہوگی۔“ فریج نے اس کے کانپتے ہوئے وجود کے گرد اپنے بازو حائل کرتے ہوئے کہا۔

”گمنام خطوط کا مقصد کسی کو پریشانی میں مبتلا کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا..... بھول جاؤ انہیں۔ ایسی گری ہوئی اور بچ حرکت کرنے والے لوگ انتہائی بزدل ہوتے ہیں، خود کبھی سامنے نہیں آتے۔“

”میں عمرانہ سے ملنا چاہتی ہوں۔“ سمیرا نے ضدی لہجے میں کہا۔ ”اب اس کے بچے کو ایک نظر دیکھ بغیر مجھے چین نہیں آئے گا۔“

فریج بڑی کامیابی سے اس کے اندر حسد اور جلن کے جذبات بیدار کر چکی تھی مگر اس نے تیز لہجے میں کہا۔

”نہیں..... میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دے سکتی۔“

”لیکن میں ایسا ضرور کروں گی.....“ سمیرا چلائی۔ ”اگر آپ نے مجھے اس کا پتہ نہیں بتایا تو میں اس طرح معلوم کر لوں گی جس طرح آپ نے کیا تھا، فیبر صاحب کے ذریعے۔“

”اچھا بابا، اچھا.....“ اس نے گویا ہار مانتے ہوئے کہا۔ ”میں خود تمہیں وہاں لے چلوں گی۔ تم ریلیکس ہو جاؤ۔“

”ابھی چلیں.....“ سمیرا نے بے تاب سے لہجے میں کہا۔ ”ابھی صبح کا وقت ہے، یقیناً وہ گھر پر ملے گی۔ کیونکہ جاب تو وہ چھوڑ چکی ہے۔“

کچھ دیر بعد وہ دونوں مین روڈ کی طرف جا رہی تھیں۔

سمیرا بالکل کسی ربوٹ کی مانند فریج کے ساتھ چلی جا رہی تھی۔ اس کا چہرہ بالکل ساٹ نظر آ رہا تھا۔ فریج نے کہا۔

”جو ایڈریس میرے پاس لکھا تھا وہ اگلے بلاک کے کسی مکان کا ہے۔ فاصلہ تو زیادہ نہیں ہے لیکن تم تھک جاؤ گی۔ ٹیکسی لے لیتے ہیں۔“

سمیرا نے خالی خالی نظروں سے اس کی طرف دیکھا لیکن کوئی جواب نہیں دیا۔ مین روڈ پر پہنچ کر فریج نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھنے کے بعد ڈرائیور کو

اور بہت کمزور بھی ہیں۔“

”ڈاکٹر صاحب! یہ شروع ہی سے بہت نازک ہے۔ مگر اب میں اس کا خاص خیال رکھوں گی۔“ فریجہ نے کہا۔

شام کو جب وہ تینوں گھر واپس آئے تو فریجہ نے انہیں بتایا کہ آج سمیرا کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔

”میں تو بہت گھبرا گئی تھی۔“ اس نے کہا۔ ”لیکن پھر میں نے فون کر کے ڈاکٹر کو بلایا۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ یہ بہت کمزور ہیں، ان کی غذا کا خاص خیال رکھیں اور ابھی انہیں مکمل بیڈ ریسٹ کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ کوئی بھی ایسی بات نہ ہونے پائے جس سے انہیں ذرا بھی ٹینشن ہونے کا امکان ہو.....“ اس نے اپنی طرف سے اضافہ کیا۔ شہریار کے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ فوراً اوپر کی طرف لپکا۔ جبکہ فیضان اور ساحرہ سمجھداری کا ثبوت دیتے ہوئے بجائے ایک ساتھ اوپر دوڑنے کے، وہیں رکے رہے۔

سمیرا بیڈ پر لیٹی ہوئی انتہائی زرد اور کمزور نظر آ رہی تھی۔ اس نے تھکی تھکی نظروں سے شہریار کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں کے گرد حلقے پڑ چکے تھے۔

”کیا ہوا ڈیر وائف.....؟ میں تو آپ کو اچھا بھلا چھوڑ کر گیا تھا۔“ شہریار نے اپنی تشویش کو چھپاتے ہوئے خوش دلی سے کہا۔

سمیرا دوسری طرف دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔ شہریار بے چین ہو گیا، اس نے کہا۔ ”کچھ تو بتا دیار! کیا بات ہے؟“

”آپنی کو..... بھیج دیں۔“ اس نے بڑی مشکل سے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

”میں ابھی بلاتا ہوں۔“ وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا جب وہ نیچے پہنچا تو اس کے چہرے پر فکر مندی کے تاثرات چھائے ہوئے تھے اور پیشانی پر سوچ و بچار کی لکیریں ابھری ہوئی تھیں۔

”سمیرا آپ کو بلا رہی ہے۔“ اس نے سمیرا سے مخاطب ہو کر کہا۔

فریجہ کا چہرہ ایک دم کھل اٹھا۔ وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی، پھر شہریار کے تاثرات دیکھ کر بولی۔

فریجہ نے اس کی بات سن کر ایک گہری سانس لی۔

”اچھا..... میں ٹرائی کرتی ہوں۔ مگر خدا کے لئے تم اپنی حالت ذرا سنبھالو۔ بالکل زرد ہو رہی ہو..... پہلے میں تمہارے لئے گلوکوز بنا لاؤں، پھر بات کرتی ہوں۔“ وہ کچن کی طرف چلی گئی۔

چند لمحوں کے بعد وہ گلوکوز لے آئی اور گلاس سمیرا کے ہاتھ میں تھما دیا۔ پھر اس نے اپنے ہینڈ بیگ میں سے ایک چھوٹی سی ڈائری نکالی اور اسے لے کر ٹیلی فون کی طرف بڑھ گئی۔

اس نے کئی مرتبہ نمبر ڈائل کیا اور کافی دیر تک ریسیور کان سے لگائے بیٹھی رہی۔ پھر اس نے مایوس ہونے کے انداز میں ریسیور رکھا اور کہنے لگی۔

”ہیل تو جا رہی ہے مگر کوئی فون اٹھا ہی نہیں رہا۔“

سمیرا خاموشی سے مسلسل اس کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ فریجہ اٹھ کر اس کے پاس آئی، گلوکوز کا گلاس اس کے ہاتھ سے لے کر اس کے ہونٹوں سے لگایا۔ مگر سمیرا ایک طرف کو پھسل گئی۔ وہ بے ہوش ہو گئی تھی!

ایک لمحے کو تو فریجہ واقعی گھبرا گئی۔ مگر پھر اس نے خود کو سنبھالا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا گلاس میز پر رکھ کر جلدی سے سمیرا کو سیدھا کر کے وہیں صوفے پر لٹا دیا۔ اس کے بعد اس نے فون کر کے ڈاکٹر کو بلالیا۔

ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کرنے کے بعد کہا۔

”انہیں کوئی شک پہنچا ہے جس کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہوئی ہے۔“

فریجہ نے اداسی سے سر ہلایا۔

”اب تو یہ ٹھیک ہے نا ڈاکٹر صاحب؟“

سمیرا اس وقت تک ہوش میں آ چکی تھی۔ ڈاکٹر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں..... اب یہ ٹھیک ہیں۔ لیکن چند روز تک انہیں بیڈ ریسٹ کرنا ہوگا۔ اس دوران یہ دوائیں انہیں پابندی سے دیتی رہنے گا۔“ اس نے نسخہ فریجہ کی طرف بڑھایا۔ ”اور ان کی خوراک کا بھی خاص خیال رکھئے گا۔ کیونکہ یہ پریگٹ بھی ہیں۔“

”سیرا کی کیفیت کچھ ٹھیک نہیں ہے.....“ فریجہ نے کہا۔ ”وہ چاہتی ہے کہ آج میں اس کے پاس سوؤں۔ ایسے میں اس سے بحث کرنا مناسب نہیں۔ لہذا میں نے اس کی بات مان لی اور اسے بتا دیا ہے کہ میں تمہارے لئے دوسرا کمرہ ٹھیک کر دوں گی۔“

وہ پریشان اور الجھا ہوا نظر آنے لگا۔

”آخر بات کیا ہے.....؟ اور اچانک اسے ہوا کیا ہے؟“ اس نے چڑچڑے سے انداز میں پوچھا۔ ”اس کے انداز سے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ میرا سامنا ہی نہیں کرنا چاہتی۔ کہیں آپ نے اسے اس کی ماں کے بارے میں تو کچھ نہیں بتا دیا جو وہ اس قدر اپ سیٹ ہے؟“

”وہ میری وجہ سے اپ سیٹ نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ کچھ اور ہے۔“ فریجہ نے ذرا برہم لہجے میں کہا۔ ”آج اسے ڈاک کے ذریعے ایک گم نام خط ملا..... جس میں لکھا ہے کہ تم اپنے ڈیپارٹمنٹ کی کسی نئی لڑکی کے ساتھ تعلقات بڑھا رہے ہو۔“

شہریار کا منہ حیرت سے کھل گیا.....

”میں کسی لڑکی سے تعلقات بڑھا رہا ہوں؟“ اس نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

”کہاں ہے وہ خط؟ مجھے دکھائیں۔“

”تمہارا خیال ہے کہ ہم نے وہ منحوس خط سنبھال کر رکھا ہو گا؟“ فریجہ نے ناگواری سے کہا۔

”آپ نے اسے ضائع کر دیا؟“ شہریار نے تیز آواز میں کہا۔ ”مجھے دکھانا بھی ضروری نہیں سمجھا؟“

”اس وقت مجھے اس بات کا خیال ہی نہیں رہا۔ کیونکہ اسے پڑھنے کے بعد سیرا کی حالت اتنی خراب ہو گئی تھی کہ میں نے اس سے زبردستی وہ خط چھین کر پھاڑ ڈالا۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ اسے دیکھ دیکھ کر مسلسل روتی رہے۔“ فریجہ نے کہا۔

”میں کسی اور لڑکی کے ساتھ.....“ شہریار بے چینی سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ”اسے ایسی بات پر یقین تو نہیں کرنا چاہئے۔“

”یہی تو مسئلہ ہے۔“ فریجہ نے پریشانی سے کہا۔ ”سیرا نے اس کی بات کو دل پر

”سب ٹھیک ہو جائے گا، تم فکر مت کرو۔ ایسا ہوتا ہے..... جب لڑکیاں ماں بننے کے مرحلے سے گزر رہی ہوتی ہیں تو ان کے مزاج میں بہت سی تبدیلیاں آ جاتی ہیں اور کبھی کبھی وہ چڑچڑی اور بیزار سی ہو جاتی ہیں۔ ایسے میں انہیں اکیلا چھوڑ دینا اچھا ہوتا ہے تاکہ وہ جی بھر کے سو سکیں اور آرام کر سکیں۔“

شہریار نے آہستہ سے سر ہلایا اور لان کی طرف چل دیا۔ فیضان اور ساحرہ اپنے کمرے میں جا چکے تھے۔

”دیکھو، اب تمہیں اپنے بچے کی خاطر ان سب باتوں کو بھولنا ہو گا جو آج تمہارے ساتھ پیش آ چکی ہیں۔“ فریجہ، سیرا کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے دھیسے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

”شہریار سے ان باتوں کا کوئی ذکر مت کرنا۔ کیونکہ اس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا سوائے مزید ٹینشن کے..... اور ڈاکٹر نے کہا ہے کہ تمہیں اس وقت مکمل آرام سکون کی ضرورت ہے۔ ورنہ بچے پر برا اثر پڑ سکتا ہے۔ تم سمجھ رہی ہونا؟“ فریجہ نے اس سے پوچھا۔

سیرا نے آہستگی سے سر ہلا دیا۔

”بس، تو اب ان سب باتوں کو فی الحال اپنے ذہن سے بالکل نکال دو۔“ فریجہ نے حتمی لہجے میں کہا۔ ”اور سکون سے سو جاؤ۔ ڈاکٹر نے تمہیں سکون آور دوا دی ہے۔ اس کے اثر سے تمہیں نیند آرہی ہوگی۔“

سیرا نے کروٹ لے کر آنکھیں بند کر لیں اور فریجہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

”آج آپ میرے پاس سو جائیں.....“ سیرا نے آہستہ سے کہا۔

”ٹھیک ہے، میں شہریار کے لئے دوسرا کمرہ ٹھیک کر دیتی ہوں۔“ اس نے سیرا کے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے کہا۔

وہ نیچے آئی تو شہریار ٹی وی لاونچ میں بیٹھا ٹی وی پر کوئی پروگرام دیکھ رہا تھا۔ فریجہ کو آتا دیکھ کر اس نے ٹی وی کا والیوم کم کر دیا۔ اس کے چہرے پر اس وقت گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

لے لیا ہے۔ پہلے اس پر ہسٹریائی سی کیفیت طاری ہوئی اور پھر وہ بے ہوش ہو گئی۔ میرے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ میں نے فون کر کے ڈاکٹر کو بلایا۔ پھر جب اس کی حالت کچھ سنبھل گئی تو ڈاکٹر کے جانے کے بعد میں نے اسے بہت سمجھایا کہ خط میں جو کچھ لکھا تھا وہ بالکل جھوٹ تھا، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، تمہیں اپنے شوہر پر اعتماد ہونا چاہئے۔

”ایسا خط لکھنے کی ہمت کسے ہوئی اور کیوں ہوئی؟“ شہریار نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا۔ ”میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟“ اس نے فریجہ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

”دیکھو شہریار! میں نے تمہیں پہلے ہی خبردار کیا تھا کہ سمیرا بہت زیادہ غصے دار اور بہت زیادہ غیر متوازن قسم کی شخصیت کی مالک نہیں ہے۔“ فریجہ نے پریشان سی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”وہ اتنی جلدی شادی اور پھر بچے کے لئے ذہنی طور پر تیار نہیں تھی۔ مجھے امید ہے کہ تم اسے سمجھنے کی کوشش کرو گے اور ایک عام آدمی کی طرح اس سے بی ہونہیں کرو گے۔“

”لیکن میں ایک عام آدمی ہوں.....“ شہریار نے تیزی سے کہا۔ ”اور سمیرا بھی ایک نارمل لڑکی ہے۔ یہ آپ ہی ہیں جو اسے ایب نارمل ثابت کرنے پر تلی رہتی ہیں۔“

”میں نے اسے پال پوس کر بڑا کیا ہے.....“ فریجہ نے گویا اسے یاد دہانی کراتے ہوئے کہا۔ ”میں اسے تم سے زیادہ جانتی ہوں۔ وہ جتنی معصوم اور محبت کرنے والی ہے، کبھی کبھی اسی قدر نفرت اور بدگمانی کا شکار بھی ہو جاتی ہے۔ ابھی تم نے اس کا یہ رخ دیکھا ہی کب ہے؟ لیکن تم اس کے شوہر ہو، تمہیں اس کے مزاج کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔“

”میں کب اسے قصور وار ٹھہرا رہا ہوں؟“ شہریار نے کہا۔ ”میں سمجھتا ہوں کہ اپنے شوہر کے خلاف ایک گم نام خط ملنے پر اس کی بیوی کا اس قدر اپ سیٹ ہو جانا کوئی ایب نارمل بات نہیں..... میں تو صرف اس بات کی تہہ تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ اپنی دے..... آپ مجھے تفصیل سے بتائیں کہ اس میں کیا لکھا ہوا تھا اور کیسی پینڈ

رائٹنگ تھی؟“

”میں نے اسے غور سے دیکھا ہی نہیں تھا۔“ فریجہ نے کہا۔ ”دراصل میں نے ایک لمحے کے لئے بھی اس پر یقین نہیں کیا تھا۔ اسی لئے اسے پھاڑنے میں بھی دیر نہیں لگائی۔ میرا خیال ہے کہ اب ہمیں اس موضوع کو یہیں پر ختم کر دینا چاہئے۔ تم سمیرا سے بعد میں بھی بات کر سکتے ہو۔ فی الحال اسے ڈاکٹر نے مکمل ریٹ کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ کوئی بھی ایسی ویسی بات اس کے اعصاب پر برا اثر ڈال سکتی ہے۔“ فریجہ نے انتہائی نرم لہجے میں کہا اور وہ اس کی شکل دیکھتا رہا۔

وہ خاموشی سے کچن میں چلی آئی اور دھیمی آواز پر پکتی ہوئی ہانڈی کو دیکھنے لگی۔ پھر اس نے آواز ایک دم تیز کر دی..... ہانڈی کو بھونسنے کا وقت آ گیا تھا، وہ ہانڈی کو درمیانی آواز کی بجائے ہمیشہ تیز آواز پر بھونتی تھی!

یہی کچھ اس نے سمیرا کے ساتھ کیا تھا..... پہلے اسے دھیمی دھیمی آواز پر پکاتی رہی، پھر ایک دم آواز تیز کر دی، جسے وہ برداشت نہیں کر پائی اور نتیجتاً بستر پر جا لیٹی تھی!

اس نے اپنی لاڈلی اور چہیتی بہن پر کافی محنت کی تھی۔ پہلے آہستہ آہستہ اس کی برین واشنگ کرتی رہی، بازار میں عمرانہ کو دیکھنے والا فرضی واقعہ سنایا اور اس کے بعد سودا خریدنے کے بہانے چپکے سے اپنا لکھا ہوا وہ خط پوسٹ کر آئی۔ خط پڑھ کر سمیرا کو زبردست شاک پہنچا۔ کیونکہ اس نے اس خط کا تعلق فریجہ کو سنائے ہوئے اس واقعے سے جوڑ لیا تھا کہ میں نے بازار میں عمرانہ کو دیکھا تھا اور وہ اپنے بچے کو اس سے چھپاتے ہوئے کترا کر گزر گئی تھی۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ پہلا خط بھی سچ تھا اور عمرانہ کا تعلق واقعی شہریار کے ساتھ رہ چکا تھا۔ لیکن عمرانہ نے فریجہ سے جھوٹ کہا تھا کہ اس کا شہریار سے کبھی کوئی تعلق نہیں تھا۔ ورنہ وہ اپنے بچے کا چہرہ اس سے کیوں چھپاتی؟ اس کے دل میں چور تھا اسی لئے اس سے یہ حرکت سرزد ہوئی ہوگی۔

پھر جب سمیرا نے اس سے عمرانہ کے گھر چلنے اور اس کے بچے کو دیکھنے کی ضد کی تو وہ ذرا دیر کو سوچ میں پڑ گئی۔ مگر چونکہ اس کا شیطانی دماغ ایسی باتوں میں خوب

کے بغیر اس سلسلے میں کبھی کسی سے کچھ نہیں کہے گی!

ذرا دیر بعد فیضان اور ساحرہ بھی نیچے آ گئے تھے۔ ساحرہ کچن میں آئی اور کہا۔

”میں آپ کی کوئی مدد کروں؟“

”ہاں..... تم ذرا سب کے لئے چائے بنا لو، میں کھانا تیار کر لیتی ہوں، سمیرا کے لئے سوپ بھی بنانا ہے۔“ فریحہ نے جواب دیا۔

رات کو فریحہ، سمیرا کو سوپ پلانے کے لئے اوپر چلی گئی تو شہریار کو اپنی بہن سے بات کرنے کا موقع مل گیا۔ فیضان اس وقت ٹی وی پر اپنا کوئی پسندیدہ پروگرام دیکھ رہا تھا۔

ساحرہ نے بڑی خاموشی سے اس کی پوری بات سنی۔ شہریار کہنے لگا۔

”میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ایسا خط کون بھیج سکتا ہے؟ میرا تو ایسا کوئی دشمن نہیں۔“

”کوئی نہیں ہے؟“ ساحرہ نے عجیب سے انداز میں سوال کیا پھر کہنے لگی۔
”آپ بھول رہے ہیں بھیا کہ آپ کا ایک دشمن ہے اور وہ اسی چھت کے نیچے موجود ہے۔“

”فریحہ.....؟“ شہریار نے سرسراہٹ آواز میں کہا۔

”اور کون ہو سکتا ہے؟ کیا وہ اب تک آپ کے اور سمیرا کے درمیان اختلاف پیدا کروانے کے لئے ہر ممکن ترکیب نہیں آزما چکیں؟“

”مگر ان کا کہنا ہے کہ انہیں اس خط پر بالکل یقین نہیں اور انہوں نے سمیرا کو بھی یہی سمجھایا کہ یہ سب جھوٹ ہے۔“

ساحرہ طنزیہ انداز میں مسکرائی۔

”میرے بھولے بھیا..... آپ نہیں جانتے، وہ آپ کے تصور سے بھی زیادہ چالاک ہیں۔ آپ تو اس بات کو بھی تسلیم نہیں کرتے کہ انہوں نے مجھے جان سے مارنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ وہ فیضان اور سمیرا کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنے کے لئے کچھ بھی کر سکتی ہیں۔ اور اس مرتبہ اپنے مقصد کے لئے انہوں نے سمیرا کو بڑی بے رحمی سے استعمال کیا ہے۔“

چلتا تھا اس لئے ایک ہی لمحے میں اسے اس کا حل بھی سوچ گیا تھا۔ وہ اکثر اس بلاک میں واقع ایک مارکیٹ سے سودا سلف خریدنے جایا کرتی تھی۔ ایک ہی روز پہلے اس نے سڑک کے کنارے پر واقع اس مکان پر کرائے کے لئے خالی ہے کا بورڈ دیکھا تھا۔ لہذا اس نے سمیرا کو وہیں لے جانے کا فیصلہ کر لیا تھا.....!

اس طرح اس کے سر سے یہ خطرہ بھی ٹل گیا تھا کہ کہیں سمیرا اپنی دھمکی پر عمل کرتے ہوئے دفتر سے واقعی عمرانہ کا پتہ معلوم نہ کر لے اور اس تک پہنچ کر ساری حقیقت سے واقف نہ ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ خالی گھر کو دیکھنے کے بعد وہ مایوس ہو جائے اور اس کے دل سے شک کا کاٹنا بھی نہ نکلنے پائے۔

وہ جانتی تھی کہ سمیرا اس کے بعد عمرانہ کی ماں کے گھر پر بات کرنے کے لئے کہے گی۔ اس کے لئے وہ پہلے سے ذہنی طور پر تیار تھی۔ لہذا اس نے بڑی ہوشیاری سے کام لیا اور پہلے اس کے ہاتھ میں گلوکوز کا گلاس دے کر آرام سے صوفے پر بٹھا دیا اور خود کوئی فرضی نمبر ڈائل کرنے کے بعد یہ اعلان کر دیا کہ دوسری طرف سے کوئی فون نہیں اٹھا رہا۔

سمیرا اس پر اندھا یقین رکھتی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کی آپا ا سے دھوکا دینا تو درکنار اس سے کوئی چھوٹا موٹا جھوٹ بھی بول سکتی ہیں۔

وہ زود حس اور انتہائی نازک مزاج تھی۔ مایوسی اور ڈپریشن کی انتہا کو پہنچ چکی تھی اس لئے بے ہوش ہو گئی.....

فریحہ نے اس کے ساتھ بڑا غالمانہ کھیل کھیلا تھا۔ وہ اپنی محبت میں بڑی سفاک واقع ہوئی تھی۔ اسے اس بات کا ذرا بھی افسوس نہیں تھا کہ اس نے اپنی چیت بہن کو کس حال تک پہنچا دیا تھا!

بلکہ سمیرا کا یوں بیمار ہونا اور شہریار سے بدظن ہو جانا اس کی پلاننگ ہی کا حصہ تھا..... اب وہ اسے روکنے کے لئے اور شہریار سے علیحدہ کرانے کے لئے اس پر مزید کام کر سکتی تھی۔

خط وہ پہلے کی طرح اس بار بھی پرزے پرزے کر کے پھینک چکی تھی لہذا اس کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا تھا اور اسے یقین تھا کہ سمیرا اس کی مرضی

کھانے کے بعد فریجہ ایک بار پھر سمیرا کے پاس چلی آئی۔ وہ بیڈ پر چٹ لیٹی چھت کو گھور رہی تھی۔

”اب تم دوبارہ سونے کی کوشش کرو۔“ فریجہ نے بڑے پیار سے کہا۔ ”اور اس منحوس خط کے بارے میں زیادہ مت سوچو..... دنیا بڑی بے رحم ہے۔ تم ابھی اس کے متعلق زیادہ نہیں جانتیں اور نہ ہی مردوں کے متعلق کچھ جانتی ہو۔“

”لیکن آپ نے تو کہا تھا کہ شہریار بہت اچھے کردار کے مالک ہیں اور مجھے ان پر اعتماد رکھنا چاہئے.....“ سمیرا نے اپنے اوپر سے چادر ہٹاتے ہوئے کہا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

”ہاں..... آں، وہ تو میں اب بھی کہوں گی..... میں تو ایک عام بات کہہ رہی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ شہریار کوئی ایسا کام نہیں کر سکتا جس سے تمہیں تکلیف پہنچے۔“ اس کا لہجہ اور انداز ایسا تھا جیسے اسے خود بھی اپنی بات پر یقین نہ ہو۔

سمیرا نے بے اختیار اس کے ہاتھ اپنے سرد ہاتھوں میں جکڑ لئے۔

”آپ کو ان پر اس قدر یقین کیوں ہے؟ جبکہ مجھے نہیں ہے۔“ اس نے سرگوشی کے سے انداز میں کہا۔ ”مجھے بار بار عمرانہ کا خیال آتا ہے۔ نہ جانے اس پر کیا ہمتی ہے؟“

”ہمش..... چلو، اب چپ چاپ سو جاؤ۔“ فریجہ نے اسے ڈانٹا۔ ”اور بے کار باتیں سوچنے کی بجائے صرف اور صرف اس ننھے مہمان کے بارے میں سوچو، جو ہم سب کی آنکھوں کا تارا ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور لڑکی ہوگی! بالکل تمہاری اور صائمہ باجی جیسی خوب صورت..... اور مجھے وہ تم دونوں سے بھی زیادہ پیاری ہو گی۔“

”میں جانتا ہوں کہ وہ مجھے بے حد چاہتی ہے اور اس نے اس بات کا بے حد اثر لیا ہے۔ اس کا جیلس ہونا بالکل فطری بات ہے۔“ شہریار نے کہا۔ ”مگر میں اس خط کا سراغ لگانے کی کوشش ضرور کروں گا۔“

”آپ سمیرا سے اصل حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کریں۔ مجھے یقین ہے کہ انہوں نے سمیرا کو آپ کے خلاف اچھا خاصا بھڑکایا ہوگا۔“ ساحرہ نے کہا۔

”ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اسے سکون کی ضرورت ہے۔ اسے بالکل پریشان نہ کیا جائے اور اس کے مزاج کے خلاف کوئی بات نہ کی جائے ورنہ اس کے اعصاب پر برا اثر پڑھے گا..... میں آج اس کے کہنے پر دوسرے کمرے میں سو رہا ہوں تاکہ اس کے سکون میں خلل نہ پڑے۔“ شہریار نے بہن کو بتایا۔

”اور یہ بات انہی محترمہ نے آپ کو بتائی ہوگی۔“ ساحرہ نے بھائی کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

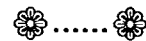
”تم ٹھیک کہتی ہو۔“ شہریار نے سر ہلایا۔ ”میں ذرا ڈاکٹر صاحب سے بات کرنے جا رہا ہوں۔ تم لوگ کھانے پر میرا انتظار مت کرنا۔ ویسے بھی مجھے بھوک نہیں ہے۔“ وہ اٹھ کر باہر کی طرف چل دیا۔ ذرا دیر بعد گاڑی اشارٹ ہونے کی آواز سنائی دی تو فریجہ نے سوچا، یہ اس وقت کہاں جا رہا ہے؟

پھر وہ دل ہی دل میں مسکرائی۔

”بے چارہ! سمیرا کے کمرے میں اپنا داخلہ بند ہونے پر بڑا اپ سیٹ ہے۔ اور وہ دن بھی جلد آنے والا ہے جب سمیرا کی زندگی میں اس کا کوئی دخل نہیں رہے گا۔“

شہریار اسی ڈاکٹر کے کلینک پر ان سے بات کرنے کے لئے گیا تھا جنہیں آج فریجہ نے بلایا تھا۔ ان کا کلینک وہاں سے کچھ فاصلے پر تھا جہاں وہ روزانہ صبح و شام بیٹھتے تھے۔ وہ ایک طرح سے ان لوگوں کے فیملی ڈاکٹر تھے۔ فیضان اور سمیرا بچپن سے انہی کے زیر علاج رہے تھے۔

شہریار ان سے مل کر سمیرا کے بارے میں ان کی رائے جاننا چاہتا تھا۔



فریحہ نے دوبارہ اسے لٹا دیا۔ وہ دیوار کی طرف منہ کر کے لیٹ گئی تھی۔ فریحہ نے اسے چادر اوڑھا دی۔ وہ اپنے اُٹتے ہوئے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

فریحہ اٹھ کر کمرے سے شہریار کے کپڑے اور دوسری ضروری چیزیں سمیٹنے لگی۔
”میں نے شہریار کے لئے دوسرا کمرہ اٹھیک کر دیا ہے، اس کے کپڑے وغیرہ بھی وہاں پہنچا دیتی ہوں۔“

”اس کی کوئی ضرورت نہیں۔“ شہریار نے کھلے دروازے سے اندر آتے ہوئے کہا۔ ”آپ میری چیزیں یہیں رکھ دیجئے آپنی!“

فریحہ چونک کر اس کی طرف پلٹی۔ ”لیکن شہریار! ڈاکٹر نے کہا تھا کہ.....“
”ڈاکٹر نے صرف یہ کہا تھا کہ سیرا کو آرام کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں کہا تھا کہ مجھے کمرے سے نکال باہر کیا جائے..... بلکہ ان کا خیال ہے کہ جو مسئلہ اسے پریشان کر رہا ہے، ہمیں اس کے بارے میں آپس میں بات کرنی چاہئے۔ یعنی اس گناہ خط کے بارے میں.....“ شہریار نے کہا۔ ”میں ابھی ڈاکٹر صاحب ہی کے پاس سے آ رہا ہوں۔“

فریحہ اپنی جگہ ساکت کھڑی تھی۔ اس کا ذہن کوئی راستہ تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا مگر اسے کامیابی نہیں ہو پا رہی تھی۔

شہریار نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے اپنے کپڑے لے لئے۔
”اب آپ بھی جا کر آرام کریں۔“ اس نے کہا۔ ”آپ کو ہماری وجہ سے بہت زحمت اٹھانی پڑتی ہے۔“ یہ کہہ کر وہ اس کے جانے کا انتظار کرنے لگا۔ بالآخر وہ سر جھکائے کمرے سے باہر نکل گئی۔ شہریار نے بڑی کوشش سے فریحہ کے ساتھ اپنا لہجہ نرم اور ہموار رکھا تھا.....

اس کے جانے کے بعد شہریار نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور بیڈ پر لیٹی ہوئی سیرا کی طرف بڑھا۔ وہ بدستور دیوار کی طرف منہ کئے بے حس و حرکت لیٹی تھی۔

”سیرا!.....!“ اس نے آہستگی سے پکارا۔ ”میں جانتا ہوں کہ تم جاگ رہی ہو۔ چلو اب جلدی سے میری طرف کروٹ لو۔ مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔“

جب اس نے کوئی حرکت نہیں کی تو شہریار نے خود اسے آہستگی سے اپنی طرف گھمایا۔

”کیا تم مجھے ایسا سمجھتی ہو کہ میں دوسری لڑکیوں کے پیچھے بھاگتا پھرتا ہوں؟“
سیرا کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ اس کا چہرہ مسلسل روتے رہنے کے باعث سوجا ہوا تھا۔ وہ کچھ بول نہیں پائی اور اپنی آنسو بھری آنکھوں کو سختی سے بھینچ لیا۔

”سیرا!“ شہریار کا دل اس کی حالت پر تڑپ اٹھا۔ ”میری جان..... تم جانتی ہو کہ میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں! اور کوئی تمہاری جگہ نہیں لے سکتا۔ لیکن اگر تم مجھ پر اعتماد نہیں رکھو گی تو کیسے کام چلے گا؟ تم صرف ایک گم نام اور بیہودہ سے خط کی وجہ سے مجھ سے بدگمان ہو گئیں۔ کیا ہمارا تعلق اتنا کمزور ہے؟“
سیرا کے حلق سے ایک سسکی برآمد ہوئی۔ ”لیکن کسی کو وہ جھوٹے خط لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟“

”خطوط.....؟ اس کا مطلب ہے کہ یہ پہلا خط نہیں تھا۔ اس سے پہلے کتنے خطوط آچکے ہیں؟“ شہریار کی گرفت اس کے ہاتھ پر سخت ہو گئی۔ وہ اٹھ بیٹھی۔
”یہ دوسرا خط تھا۔“

وہ بری طرح تلملا اٹھا۔

”مجھے بتاؤ کہ ان میں کیا لکھا تھا؟ ایک ایک بات تفصیل کے ساتھ بتاؤ۔“ اس نے سیرا پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ”تمہیں یاد تو ہوگا۔“

سیرا کے آنسو اس کے چہرے کو بھگونے لگے۔ فریحہ نے کہا تھا کہ اسے ان خطوط کو بھول جانا چاہئے مگر وہ انہیں نہیں بھول سکتی تھی اور نہ ہی ان کے بارے میں شہریار کو بتائے بنا رہ سکتی تھی۔

آہستہ آہستہ اس نے ساری تفصیل شہریار کو بتائی کہ ان دونوں خطوط میں کیا کچھ لکھا ہوا تھا، وہ کس طرح اس تک پہنچے تھے اور یہ کہ دونوں خطوط بالکل ایک جیسے کاغذ پر لکھے گئے تھے اور دونوں کی ہینڈ رائٹنگ بھی یکساں تھی۔

”اور تم نے ان دونوں خطوط پر یقین کر لیا؟“ شہریار نے اس کی پوری بات سننے

کے بعد کہا۔ ”تم مجھے اتنا گرا ہوا آدمی سمجھتی ہو؟ بڑے افسوس کی بات ہے سیرا!“
شہریار کے لہجے میں دکھ تھا۔

”نہیں..... پہلے تو مجھے بالکل یقین نہیں تھا۔“ سیرا نے کہا۔ ”اور پھر عمران نے بھی اس کی تردید کر دی تھی۔“

شہریار حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تم عمران سے ملی تھیں؟“ وہ بے یقینی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ”یہ کب کی بات ہے؟“

”یہ ہماری شادی سے پہلے کی بات ہے۔“ سیرا نے انتہائی دھیمی آواز میں کہا۔
لیکن میں خود اس سے نہیں ملی تھی بلکہ آپ کی طرح اس کا پتہ معلوم کر کے اس تک پہنچی تھیں اور پھر اس سے تمام حقیقت معلوم کی تھی۔“

”ہماری شادی سے بھی پہلے.....؟“ شہریار نے مزید حیرت سے پوچھا۔ ”اور تم نے اب تک یہ بات مجھ سے چھپائے رکھی۔ صرف اپنی آپ کی رازدار بنانا کافی سمجھا۔“

”میری آپ بہت اچھی ہیں شہریار! وہ قدم قدم پر میری مدد کرتی ہیں۔ انہیں پورا یقین تھا کہ وہ دونوں خطوط بالکل جھوٹے ہیں۔ آج بھی وہ صبح سے مجھے یہی یقین دلانے کی کوشش کر رہی ہیں۔“

وہ دوبارہ رونے لگی۔ ”شہریار..... میں تو مذاق میں بھی یہ سب کچھ برداشت نہیں کر سکتی۔ ان کے سمجھانے کے باوجود مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ شاید میری محبت بہت خود غرض، بہت تنگ نظر ہے۔“

شہریار نے اسے خود سے لپٹا لیا۔ ”جب دو افراد ایک دوسرے سے اس قدر محبت کرنے لگتے ہیں اور ایک دوسرے کے لئے اس قدر اہم ہو جاتے ہیں جتنے ہم ہیں تو پھر ان کے درمیان کوئی تیسرا نہیں آ سکتا.....“ وہ آہستہ آہستہ اسے سمجھا رہا تھا۔
”ہمیں ایک دوسرے پر مکمل اعتماد رکھنا ہوگا۔ ہمیشہ!“

آہستہ آہستہ سیرا کی سکیاں تھم گئیں۔ شہریار نے اسے خود سے علیحدہ کیا اور اس کے آئینے سے اس کا چہرہ صاف کر کے آہستگی سے اس کے نیچے پر لٹا دیا۔ اس کے

پُرکشش چہرے پر محبت کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ سیرا دلہانہ انداز میں اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

”آئی لو، شہریار!“

”شہریار بہت الجھا ہوا تھا۔ فریخہ نے اس مرتبہ بھی اسے حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ ساحرہ کو پورا یقین تھا کہ وہ خطوط فریخہ نے ہی لکھے تھے..... دوسری طرف سیرا کا کہنا تھا کہ فریخہ کو اس کی ذات پر مکمل اعتماد تھا جبکہ وہ خود اس بارے میں بے یقینی کا شکار تھی!

وہ سوچنے لگا، کہیں وہ زیادتی کا مرتکب تو نہیں ہو رہا تھا؟ اپنی بیوی کو جان بوجھ کر ایک ایسی ہستی سے دور لے جا رہا تھا جو اس کے لئے ماں سے بڑھ کر تھی۔ وہ ابھی کم عمر تھی، کمزور تھی اور اسے مکمل توجہ کی ضرورت تھی۔

اس نے ایک گہری سانس لی اور سیرا کی بہتری کی خاطر اپنے دل پر جبر کرتے ہوئے کہا۔

”سیرا! اگر تم بچے کی پیدائش تک یہاں رہنا چاہتی ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ فی الحال میں اکیلا ہی اسلام آباد چلا جاؤں گا۔ حالانکہ مجھے بالکل اچھا نہیں لگے گا لیکن تمہاری خاطر.....“

سیرا نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی خوفزدہ سے انداز میں اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ”آپ مجھے ساتھ لے جانا نہیں چاہتے کیونکہ میں نے آپ کا دل دکھایا ہے! آپ اب تک مجھ سے ناراض ہیں؟“ اس نے بچوں کے سے انداز میں پوچھا۔
شہریار نے اسے خود سے قریب کر لیا۔

”بے وقوفی کی باتیں مت کرو..... میں تو ہر وقت، ہر بل تمہیں اپنے قریب دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”واقعی.....؟“ سیرا کا پورا چہرہ اس کی دلکش مسکراہٹ سے جھلکانے لگا۔ ”اور میں آپ کے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔“ اس نے سرگوشی کی۔ ”میں اب یہاں رہنا نہیں چاہتی!“



اگلی صبح، سمیرا ان سب کے آفس جانے سے پہلے اٹھ گئی۔ فریجہ اسے کچن میں دیکھ کر حیران رہ گئی۔ وہ بالکل ہشاش بشاش نظر آ رہی تھی۔ کل والی بیمار اور اُداس سمیرا سے بالکل مختلف!

پھر اس نے شہریار کے لئے خود ناشتہ بنا کر فریجہ کو مزید حیران کر دیا۔ ناشتے کے دوران وہ مسکرا مسکرا کر سب سے باتیں کرتی رہی اور شہریار جب گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہوا تو وہ دیر تک اسے دیکھ دیکھ کر ہاتھ ہلاتی رہی.....

اس کے ڈپریشن اور اُداسی کا کہیں دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ فریجہ نے محسوس کیا، شہریار ایک بار پھر اس کا محبوب شوہر بن چکا تھا..... بلا شک و شبہ!

وہ سب قدموں سے چلتی ہوئی گھر کے اندر واپس آئی۔ شہریار نے دوبارہ سارے معاملات درست کر دیئے تھے۔

’میں بھی کتنی احق ہوں جو بلاشبہ ان پر شک کر رہی تھی‘ اس نے مسکراتے ہوئے سوچا۔

’آج سے میں ایک بالکل بدلی ہوئی اور مختلف انسان ہوں۔‘ اس نے اندر آتے ہوئے اعلان کیا۔ ’آج سے میں مکمل طور پر ایک گھریلو خاتون..... یا یوں کہئے کہ ہاؤس وانف ہوں۔‘ اس نے فریجہ کو شانوں سے پکڑتے ہوئے کہا۔ ’آپ نے کل جو کچھ کیا، اس کے لئے میں آپ کی بہت شکر گزار ہوں آپنی! اور میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ آج کے بعد ان خطوط کو بالکل بھول جاؤں گی..... اب آپ جلدی جلدی کچھ ننھے ننھے کپڑے اور ایک آدھ سویٹر وغیرہ تیار کر دیں!‘

’اس کا مطلب ہے کہ تم جلد ہی رخصت ہو جاؤ گی۔‘ فریجہ نے اپنی آواز پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ حالانکہ اس کا دل اتنی زور زور سے دھڑک رہا تھا کہ اس کی دھمک اسے اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔

سمیرا نے سر ہلایا۔

’بہت جلد..... ان دونوں کو ٹرانسفر لیٹر ملنے والا ہے۔ اس کے بعد کسی دن ہم روانہ ہو جائیں گے۔ لیکن اس سے پہلے ہم یہاں سے ڈھیر ساری شاپنگ کریں گے..... اپنے نئے گھر کے لئے چیزیں خریدنے میں آپ میری مدد کیجئے گا۔‘ سمیرا نے

خوشی خوشی کہا۔

فریجہ ہر کام میں اس کی مدد کر رہی تھی۔ وہ اس کے ساتھ شاپنگ بھی کروا رہی تھی لیکن اسے اب تک اس بات پر یقین نہیں تھا کہ سمیرا اور فیضان اس کی زندگی سے دور چلے جائیں گے۔ اسے اب تک یہی امید تھی کہ وہ انہیں روکنے میں کامیاب ہو جائے گی۔

ساحرہ اس کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔ اس لڑکی میں کوئی بات تھی جو اسے خبردار کرتی رہتی تھی۔ شاید وہ اپنی زندگی میں اتنی خوف زدہ کسی سے نہیں ہوئی تھی جتنی وہ ساحرہ سے تھی اور اسی قدر اس سے نفرت بھی کرتی تھی۔

اب اس کے پاس اپنے پیاروں کو روکنے کا ایک ہی موقع باقی تھا! اور وہ اس موقع کو گنونا نہیں چاہتی تھی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اگر وہ ایک بار اس گھر سے چلے گئے تو دوبارہ واپس نہیں آئیں گے۔

اس مرتبہ وہ ساحرہ اور شہریار سے نجات حاصل کرنے کا کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہتی تھی جو بالکل یقینی اور حتمی ہو! ہر بات وہ پہلے سے طے کر لینا چاہتی تھی تاکہ کسی غلطی کا امکان باقی نہ رہے۔

مسلسل دو دنوں سے وہ اپنے دشمنوں سے نجات حاصل کرنے کے نت نئے منصوبوں پر غور کر رہی تھی۔ رات رات بھر وہ یہی سوچتی رہتی، دن کا وقت بھی یہی منصوبے بناتے گزرتا۔ آرام اور چین اس نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔

بالآخر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی۔ یہ فیضان تھا جس نے نہ صرف اسے وہ انوکھا آئیڈیا بخشا تھا بلکہ اسے تکمیل تک پہنچانے کا سامان بھی کر دیا تھا۔

وہ سب چائے پیتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ آنے والے دنوں کی، اپنے اپنے نئے گھروں کی..... جبکہ وہ خاموشی سے سن رہی تھی۔ سمیرا سب سے زیادہ چپک رہی تھی۔ اس روز موسم بھی صبح سے بہت خوش گوار تھا۔ اچانک بوند باندی شروع ہو گئی۔

فیضان نے خوشی سے ایک نعرہ لگایا پھر اچانک ہی اسے کچھ یاد آیا، وہ اپنی کرسی پیچھے کھسکا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

’ارے، ایک چیز تو میں بھول ہی گیا۔‘ اس نے کہا اور باہر پورچ کی طرف

”آپی! اسے کسی خشک جگہ بلکہ کسی ایئر ٹائٹ جار میں رکھئے گا، اسے ہوا نہیں لگنی چاہئے۔ اور اب تو بارش بھی ہو رہی ہے۔“

”یہ تو بالکل آئنگ شوگر کی طرح ہے۔“ سمیرا نے کہا۔

”لیکن ہے نہیں آپی! اسے ذرا احتیاط سے استعمال کیجئے گا اور ذرا سنبھال کر رکھئے گا، بہت خطرناک ہے۔“ فیضان نے کہا۔ ”ورنہ سمیرا کی طرح کہیں ساحرہ بھی اس کو آئنگ شوگر سمجھتے ہوئے استعمال نہ کر بیٹھے۔ میں تو اس وقت سے ڈرتا ہوں جب اسلام آباد میں، میں ان محترمہ کے رحم و کرم پر ہوں گا۔“

ساحرہ اس کی طرف دیکھ کر ہنسی۔

”فکر مت کریں میں سب کچھ سیکھ رہی ہوں۔ وہاں جا کر آپ حیران رہ جائیں گے۔ کیوں آپی؟“ اس نے فریجہ کی طرف دیکھتے ہوئے خوش دلی سے پوچھا۔ جب سے شہریار نے اسے یہ بتایا تھا کہ فریجہ نے کس طرح ان گناہم خطوط کے ملنے پر اس کی حمایت کی تھی تو وہ اس کے خلاف اپنے شلوک و شبہات پر نظر ثانی کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ اس نے اپنا رویہ بھی پہلے سے بہتر کر لیا تھا۔

فریجہ نے سر ہلایا۔

”تم واقعی اچھی جا رہی ہو۔“ پھر اس نے فیضان کے ہاتھ سے وہ تھیلی لے لی اور کچن میں ایک خالی جار لے کر اس میں وہ تھیلی رکھ دی اور جار کو اسٹور روم میں رکھ دیا۔

اس کیمیکل نے اس کی مشکل حل کر دی تھی اسے بطور آئنگ شوگر استعمال کرنے کا آئیڈیا اسے بہت پسند آیا تھا۔ اس کی آنکھیں اندرونی خوشی کے باعث غیر معمولی طور پر چمک رہی تھیں۔ اس نے اپنے خشک لبوں پر زبان پھیری۔ اب وہ ان غیروں کے قبضے سے با آسانی اپنے بچوں کو، اپنے لاڈلوں کو چھڑا سکتی تھی!

ایک روز وہ ان سب کے لئے خصوصی اہتمام سے کھانا تیار کرے گی۔ وہ ایک طرح سے ان سب کے اعزاز میں الوداعی دعوت ہوگی ایک محبت کرنے والی بہن کی طرف سے اس روز وہ خاص طور سے یکے بنائے گی، ایک زبردست آئنگ کیک! جسے دیکھتے ہی بے اختیار کھانے کو جی چاہے گا۔

لپکا۔ چند منٹ بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹے سے شاپر میں لپٹی ہوئی کوئی چیز تھی۔ سمیرا نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے شرارت سے کہا۔

”بھیا ضرور اپنی بیگم کے لئے کھانے کی کوئی چیز لائے ہیں، ہم سے چھپا کر.....“

فیضان نے اسے گھورا۔ ”میں ابھی اپنی بیگم سے اتنا بیزار نہیں ہوا ہوں کہ اسے زہر کھلا دوں!“

سمیرا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ ساحرہ بھی اسی طرف متوجہ تھی۔ اس نے حیرت سے پوچھا۔

”تو کیا آپ زہر لائے ہیں؟“

فریجہ کے کان بھی کھڑے ہو چکے تھے۔ وہ بڑے غور سے یہ گفتگو سن رہی تھی۔ فیضان نے کہا۔

”ارے بھئی لان کے پودوں میں ڈالنے کے لئے ایک بہت زود اثر کیمیکل لایا ہوں۔ میرا ایک دوست اس قسم کے کیمیکلز بنانے کی ایک فیشری میں ملازم ہے۔ اسی سے بطور خاص لایا ہوں۔ کیونکہ آپی کئی مرتبہ مجھ سے کیاریوں میں ڈالنے کے لئے کوئی اچھی سی کیڑے مار دوا لانے کے لئے کہہ چکی ہیں۔ بازار میں ملنے والی عام دوائیں اتنی زود اثر نہیں ہوتیں۔“

فریجہ کو اس گھر کی ایک ایک چیز سے دلی لگاؤ اور اُنسیت تھی۔ وہ پورے گھر کو حتی الامکان درست حالت میں رکھنے کی کوشش کرتی تھی۔ لان پر بھی خصوصی توجہ دیتی تھی۔ ان کا پرانا مالی ہفتے میں دو یا ایک مرتبہ لان کی دیکھ بھال اور صفائی ستھرائی کے لئے آجایا کرتا تھا۔ وہی کیاریوں میں کیڑے مار دوا بھی ڈالتا رہتا تھا۔ لیکن پچھلے ڈیڑھ دو ماہ سے اس نے ایک چکر بھی نہیں لگایا تھا۔ شاید بیمار تھا یا کوئی اور بات تھی۔ بہر حال اب لان کچھ دنوں سے مکمل طور پر فریجہ کی ذمہ داری تھی۔

فیضان نے شاپر میں سے ایک پولی تھین پیکٹ نکالا۔ اس میں سفید رنگ کا کوئی پاؤڈر سا تھا، بالکل آئنگ شوگر کی طرح! اس نے فریجہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

گزر رہی تھی اس لئے اس کے چہرے پر متا کا ایک نکھار سا پیدا ہو گیا تھا۔ فیضان بھی ہمیشہ کی طرح خوب رو اور ہنڈسم دکھائی دے رہا تھا اور مسلسل اپنی بیوی پر فقرے کس رہا تھا۔

فریجہ اپنی پلیٹ ایک طرف کھسکا چکی تھی۔ اس کی انگلیاں سختی سے ایک سلائز پر جمی ہوئی تھیں۔ کیک کی سفید آئنگ پر سرخ جیلی سے لکھے ہوئے الفاظ چمک رہے تھے۔

”ٹو پی ڈیز..... پاسٹ اینڈ فیوچر.....“ یعنی گزرے ہوئے اور آنے والے اچھے دنوں کے نام.....

اس پیغام میں کچھ پوشیدہ تھا!

”یہ میں نے خاص طور پر تم دونوں کے لئے بنایا ہے شہریار اور ساحرہ!“ اس نے ایک مشفقانہ سی مسکراہٹ سے انہیں نوازتے ہوئے کہا۔ ”لیکن اس پر لکھا ہوا پیغام بلاشبہ سب کے لئے ہے۔“

وہ کیک پر نظریں جمائے ہوئے اس کے سلائز بنانے کے لئے بے تاب تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو اسے ہاتھ میں خفیف سی لرزش محسوس ہوئی۔

”یہ نہیں ہونا چاہئے!“

اس نے خود کو سمجھایا کیونکہ وہ جو کچھ کرنے جا رہی تھی وہ بالکل درست تھا۔ اس لمحے اس نے ساحرہ کی تیز اور چھتی ہوئی نظروں کو خود پر محسوس کر لیا تھا۔ جلد ہی اسے ان تکلیف دہ نظروں سے نجات ملنے والی تھی..... بہت جلد یہ ساحرانہ حُسن کا مالک چہرہ درد و کرب سے گزرنے والا تھا۔ اور یہ دلکش جسم زندگی کی رنگینیوں سے خالی ہونے والا تھا!

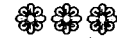
شہریار کو بھی چلے جانا تھا۔ بہت دور..... اس جگہ، جہاں سے پھر کبھی کسی کی واپسی ممکن نہیں ہوتی۔ اسے شہریار کا تھوڑا بہت افسوس تو ضرور تھا کیونکہ ایک وقت سا جب اس نے اپنے دل میں اس کے لئے لطیف جذبات محسوس کئے تھے مگر اب وہ ان سب باتوں کو بھلا دینا چاہتی تھی۔

اس نے سلائز کیک کے اندر اتار دیا۔

لیکن فیضان اور سمیرا کا نہیں۔ وہ تو اسے چھوئیں گے بھی نہیں! کیونکہ وہ دونوں آئنگ سے زبردست الرجک تھے، بچپن سے..... اور ساحرہ اور شہریار کو ایسا کیک بے حد پسند تھا!

جب سب کچھ اس کی مرضی کے مطابق ختم ہو چکے گا تو وہ معصومیت سے کہہ دے گی کہ معلوم نہیں کس نے وہ کیمیکل والا جار کچن میں رکھ دیا تھا! اس نے تو آئنگ شوگر سمجھ کر ہی اسے استعمال کیا تھا کیونکہ کچن میں ایک ایسے ہی جار میں، بالکل ایسے ہی پیکٹ میں آئنگ شوگر بھی رکھی تھی۔ پھر ظاہر ہے کہ مرنے والوں میں سے کوئی اس کی تردید کرنے کے لئے نہیں اٹھ سکے گا.....!

ایک لمحے کو اس کی آنکھوں میں ایک شیطانی چمک نمودار ہوئی۔ بالآخر وہ ایک مکمل اور بے عیب منصوبہ بنانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔



الوداعی دعوت والے روز اس نے خاص طور پر اپنا وہ لباس پہنا تھا جو اس نے پکنک والے دن کے لئے لیا تھا اور پہنا بھی تھا جب اس کا خیال تھا کہ شہریار اس کی جانب ملنقت ہے اور اس کی خاطر ان کے ہاں آتا ہے!

وہ ڈائنگ ٹیبل کے سرے پر بیٹھی یوں ان سب کو باتیں کرتے اور کھانا کھاتے دیکھ رہی تھی جیسے کوئی رائٹر اپنے لکھے ہوئے ڈرامے میں اداکاروں کی پرفارمنس پر محظوظ ہوتا اور فخر کرتا ہے..... اسے یوں محسوس ہو رہا تھا گویا اس وقت اسے زندگی اور موت کے فیصلے کا اختیار مل گیا تھا! وہ بھول گئی کہ یہ اختیار قادرِ مطلق نے صرف اپنے پاس رکھا تھا۔

وہ بغور ان سب کے چہروں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ کس قدر خوش نظر آ رہے تھے!..... اس کے دل میں ایک کک سی اُبھری، اسے چھوڑ کر جاتے ہوئے وہ کتنے خوش تھے؟

بڑے صبر و سکون کے ساتھ وہ انہیں اپنے بنائے ہوئے مزے دار کھانوں سے لطف اندوز ہوتے دیکھ رہی تھی۔ وہ سب ایک ایک چیز کی تعریف کر رہے تھے۔ سمیرا بہت کھلی کھلی اور خوبصورت لگ رہی تھی، وہ چونکہ ماں بننے کے مرحلے سے

”ایک تو بہت زبردست لگ رہا ہے۔“ ساحرہ نے اونچی آواز میں کہا۔ ”فیضی! آپ کو آئنگ کیک کیوں پسند نہیں؟ جبکہ دوسری میٹھی چیزیں تو آپ کو بڑی پسند ہیں۔“

”جیسے کہ تم.....“ فیضان نے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔ مگر فریحہ کے کانوں تک بھی یہ سرگوشی پہنچ چکی تھی۔ اس نے دیکھا، ساحرہ ایک دم بلش کر گئی تھی۔ اس نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

”میری بات کا جواب دیں ناں! آخر آپ کو آئنگ کیک سے پرہیز کیوں ہے؟“

”بھئی بات یہ ہے کہ بچپن میں ہم دونوں یعنی میں اور سمیرا آئنگ کیک بڑے شوق سے کھایا کرتے تھے بلکہ اس کے دیوانے تھے اور ہماری آپنی نے کبھی ہماری کوئی فرمائش رد نہیں کی۔ لہذا ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں بیکری سے باسی کیک خریدا لایا جسے کھا کر میں اور سمیرا بیمار پڑ گئے۔ بس اس کے بعد ہم دونوں کو آئنگ کیک سے نفرت ہو گئی۔“ فیضان نے تفصیل کے ساتھ بتایا۔

”لیکن اب تو آپ بچے نہیں رہے!“ ساحرہ نے کہا۔ ”اور پھر یہ بیکری سے خریدا ہوا کوئی باسی کیک نہیں بلکہ آپنی کے باکمال ہاتھوں کا بنا لا جواب کیک ہے جو انہوں نے خصوصی طور پر اس موقع کے لئے تیار کیا ہے۔ آپ کو تھوڑا سا تو ضرور چکھنا چاہئے۔“

فریحہ کا ہاتھ تختی سے کیک سلاسر کے دستے پر جم گیا۔ ایک سلاسر وہ کاٹ چکی تھی اور دوسرا کاٹنے والی تھی۔

”میرا خیال ہے کہ تم خود آئنگ کیک بنانا سیکھ جاؤ گی تو زبردستی اسے کھانے پر قائل کر ہی لو گی۔ مگر میں نے اسے کبھی کسی بات کے لئے مجبور نہیں کیا۔ لہذا میرے سامنے تو اسے بخش دو..... یہ دونوں بہن بھائی میرا بنایا ہوا پلین کیک کھالیں گے۔“ فریحہ کی آواز غیر ارادی طور پر قدرے درشت ہو گئی تھی۔

ساحرہ نے اپنے آگے رکھے ہوئے کیک کو اٹھایا اور اس کا معائنہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”یہ تو بڑا مزیدار کیک لگ رہا ہے۔ کیا آپ مجھے اس کی ریسپی دیں گی؟“ اس نے فریحہ کی طرف دیکھا۔

”میں تمہیں لکھ کر دے دوں گی۔“ فریحہ نے وعدہ کیا پھر وہ سمیرا سے مخاطب ہوئی۔ ”سمیرا! تم یہ پلین کیک لے لو اور اس میں سے بھائی کو بھی دے دو۔ میں ساحرہ کو اس کیک کی ریسپی بھی دے دوں گی کیونکہ فیضی کو یہ بہت پسند ہے۔

جونہی سمیرا نے پلین کیک کا پیس پلیٹ میں رکھ کر فیضان کی طرف بڑھایا، ساحرہ نے ہاتھ بڑھا کر اس کی پلیٹ سے اپنی پلیٹ بدل لی۔

”یہ میرے لئے بڑے افسوس کی بات ہو گی کہ میں اور شہریار بھیا تو مزے مزے سے یہ کیک ہڑپ کر جائیں اور آپ اس مزیدار کیک کے ذائقے سے محروم رہیں۔“ ساحرہ نے کہا۔ ”ایک پیس تو آپ کو کھانا پڑے گا۔“

فریحہ نے سلاسر کو زور سے پلیٹ پر رکھا۔

”میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ تم اسے اتنا مجبور کیوں کر رہی ہو؟ تم نہیں جانتیں یہ تمہاری ضد کے نتیجے میں بیمار بھی پڑ سکتا ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ اب آپ بچوں کی طرح ان کا خیال رکھنا چھوڑ دیں..... اب یہ پرنیکل لائف میں قدم رکھ چکے ہیں لہذا انہیں زندگی میں بہت سے ایسے کام کرنے پڑیں گے جو پہلے کبھی نہیں کئے ہوں گے یا انہیں ناپسند ہوں گے۔ اس لئے آج یہ تجربہ بھی سہی.....“ ساحرہ کی آواز میں فیضان کے لئے ایک چیلنج تھا۔ ”کیوں فیضان.....؟“ وہ مسکرائی۔

فریحہ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ وہ اپنے اضطراب کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

”اچھا، یہ بات ہے!“ فیضان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ تو تھا ہی ساحرہ کا اسیر، پھر وہ بھلا اس کی بات کیوں نہ مانتا! اس نے کیک کا پیس اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ فریحہ نے تیزی سے آگے جھک کر اس کی پلیٹ پر جھپٹا مارا اور پلیٹ اس کے ہاتھ سے چھین لی۔

”میں نہیں چاہتی کہ تم اپنی بیوی کو خوش کرنے کی خاطر بیمار پڑ جاؤ۔“ اس نے

ہے مجھ پر۔ بہت سی ایسی باتیں ہوتی ہیں جنہیں میں پی جاتی ہوں۔ لیکن آج تو حد ہو گئی.....“

وہ کرسی پیچھے کھسکا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ ”میں تو اس کیک کو بنا کر پچھتا رہی ہوں..... اس فساد کی جڑ کو یہاں سے ہٹا دیتی ہوں۔“ اس نے کیک کی پلیٹ اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن شہریار نے اسے روک دیا۔

”ایک منٹ آپنی!“ اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”میرا خیال ہے اس معاملے کو صاف ہو جانا چاہئے..... یا تو ساحرہ اپنی بات کی کوئی معقول وضاحت پیش کرے گی یا پھر آپ اس سے معافی مانگیں گی۔ چلو ساحرہ..... بتاؤ کہ معاملہ کیا ہے؟ تم نے اتنی بڑی بات کیسے کہہ دی؟“

ساحرہ نے ایک گہری سانس لی۔ ”یہ کیک جو خصوصی طور سے میرے اور آپ کے لئے بنایا گیا تھا بھیا..... اس میں زہر ہے!“

اس کی بات سن کر ہر ایک کو سکتہ سا ہو گیا۔ فریجہ اپنا ایک ہاتھ میز کے کنارے پر ٹکائے کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ اس کا ہاتھ اتنی سختی سے میز پر جھکا ہوا تھا کہ انگلیوں کی پوریں سفید پڑ چکی تھیں۔ فیضان اور سمیرا حیرت اور صدمے سے گویا اپنی جگہ منجمد رہ گئے تھے..... شہریار کی آنکھوں میں الجھن تھی۔ وہ ٹینس نظر آ رہا تھا۔

بالآخر فریجہ کے لبوں میں جنبش ہوئی۔ وہ لرزتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔ ”کتنا بڑا اور گھناؤنا الزام لگایا ہے مجھ پر! حسد اور جلن کی انتہا ہو گئی..... یہ میری ہر بات سے جلتی ہے، میرے اچھا کھانا پکانے سے، میرے گھر چلانے کے سلیقے سے اور سب سے زیادہ میری اور میرے فیضی کی محبت سے!“ وہ کھڑے کھڑے باقاعدہ کپکپانے لگی۔

فیضان تیزی سے اپنی کرسی کو پیچھے کھسکاتا ہوا اٹھا، کرسی الٹ گئی۔ اس نے آگے بڑھ کر فریجہ کو اپنے بازو کے حلقے میں لے لیا۔ اسی وقت سمیرا بھی اٹھی اور اس نے دوسری طرف سے فریجہ کو تھام لیا۔ اسے سنبھالتے ہوئے وہ دونوں غصے اور صدمے سے ساحرہ کو گھور رہے تھے۔

”کیا تم پاگل ہو گئی ساحرہ؟“ فیضان نے چلاتے ہوئے کہا۔ ”تمہیں ایسی بات

برہمی سے کہا۔“ اپنے گھر جانے کے بعد تم دونوں جو چاہو، کرنا۔ لیکن میں اپنی نظروں کے سامنے یہ سب کچھ برداشت نہیں کر سکتی!“

اچانک وہاں ایک عجیب سی خاموشی طاری ہو گئی۔ سب کی نظریں فریجہ کی طرف مرکوز تھیں۔ چند لمحوں کے بعد فریجہ کے کانوں میں ایک بار پھر ساحرہ کی نفرت انگیز آواز آئی۔

”آپ کو اس قدر یقین کیوں ہے کہ فیضان اتنا عمدہ بنا ہوا کیک کھا کر بیمار ہو جائیں گے؟ میری سمجھ میں تو یہ بات نہیں آتی۔“ ساحرہ کی آواز میں بھی سختی درآئی تھی۔

اس مرتبہ سمیرا نے ان دونوں کے درمیان مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ ”تمہاری سمجھ میں یہ بات نہیں آئے گی ساحرہ! لیکن حقیقت یہی ہے کہ ہم دونوں واقعی اس سے الگ ہیں۔ اسے کھانے کے خیال سے ہی مجھے اپنے معدے میں گڑبوس محسوس ہونے لگتی ہے۔“

”یہ محض تمہارا وہم ہے جو بچپن سے تم دونوں کے دلوں میں بیٹھا ہوا ہے.....“ ساحرہ نے بحث کے انداز میں کہا۔ لیکن فریجہ نے تیزی سے اس کی بات کاٹ دی۔ ”نہ جانے تم اس قدر بحث کرنے پر کیوں تلی ہوئی ہو؟ یہ دونوں اپنے بارے میں بہتر جانتے ہیں۔“ فریجہ نے اپنے خوف کو غصے کی آڑ میں چھپاتے ہوئے کہا۔ ”میں نے تمہاری اور شہریار کی خوشنودی کی خاطر اس دعوت کا اہتمام کیا اور تم مجھے اس کا یہ صلہ دے رہی ہو کہ زبردستی فیضان کو خواہ مخواہ کے تجربے پر مجبور کر کے اس کا ہاضمہ خراب کر دینا چاہتی ہو۔“

ساحرہ غور سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں سختی تھی۔

”مجھے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے اس کیک میں کوئی گڑبڑ ہے!“

ان سب کے درمیان ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔ فریجہ چند لمحوں تک آنکھیں پھاڑے ساحرہ کی طرف دیکھتی رہی اور پھر ایک دم بھٹ پڑی۔

”اس سے زیادہ بے عزتی برداشت کرنے کا میں تصور بھی نہیں کر سکتی.....“ اس نے فیضان کی طرف دیکھا۔ ”سن لیں تم نے اپنی بیگم صاحبہ کی باتیں! کیسا الزام لگایا

کہنے کی ہمت کیسے ہوئی؟“

”پلیز، غصے میں مت آؤ فیضان!“ شہریار نے بھاری آواز میں کہا۔ وہ خود بھی اپنی بہن کی بات سن کر پریشان تھا۔ ”میرے پاس اس جھگڑے کو ختم کرنے کا ایک سیدھا سائل ہے۔ وہ یہ کہ آپ اس کیک کا ایک ٹکڑا خود کھا کر.....“

”مجھے تم لوگوں کے سامنے خود کو بے گناہ ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں.....“ اس نے غصے سے شہریار کی بات کاٹی۔ ”لیکن تم لوگوں کے خلاف ایک بات ضرور ثابت ہوگئی کہ فیضان اور سمیرا نے کس قدر غلط انتخاب کیا تھا اور تم دونوں نے ان کی سادگی اور معصومیت کا خوب فائدہ اٹھایا۔ نکل جاؤ ہمارے گھر سے اور پھر کبھی واپس مت آنا۔“

شہریار آہستگی سے اٹھا اور تن کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی نظریں اس وقت اپنی بیوی پر تھیں جو انتہائی ناگواری سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

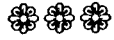
”آپنی ٹھیک کہتی تھیں کہ بھائی اور میں تم دونوں بہن بھائی سے شادی کر کے ٹھیک نہیں کر رہے ہیں..... ہمارا انتخاب واقعی غلط تھا۔“ سمیرا نے جذبات کی شدت سے کاٹتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”تم دونوں ہماری اور آپ کی محبت سے جلتے ہو! مجھے آج اس بات کا اندازہ ہوا کہ ساحرہ، آپ سے کس قدر نفرت کرتی ہے! بلکہ تم دونوں ہی ان سے نفرت کرتے ہو..... جو ہمارے لئے دنیا کی سب سے زیادہ عظیم ہستی ہیں.....!“

”بات سنو سمیرا!“ شہریار نے بھی سختی سے کہا۔ ”ساحرہ بغیر کسی وجہ کے کبھی کوئی بات نہیں کہتی۔“

”ہاں..... کیونکہ یہ ہمیشہ اپنی ہر بات کا کوئی نہ کوئی جواز گھڑ ہی لیتی ہے..... میں مانتی ہوں کہ یہ بہت زیادہ چالاک اور ہوشیار ہے لیکن میں اسی وقت اسے جھوٹا ثابت کر کے رہوں گی۔ میں یہ کیک کھاؤں گی۔“

اس نے پلیٹ میں سے کیک کا ٹکڑا اٹھایا اور ابھی اسے منہ کے قریب لے کر گئی ہی تھی کہ فریحہ نے ایک زوردار چیخ ماری اور سمیرا کے ہاتھ پر چھنا مار کر کیک کا ٹکڑا نیچے گرا دیا۔

اس کے دانت بھینچے ہوئے تھے اور آنکھوں کی پتلیاں پھیلی ہوئی نظر آرہی تھیں۔ دفعۃً وہ کھڑے کھڑے لہرائی اور آہستہ آہستہ نیچے پھسلتی چلی گئی۔ بالآخر وہ دھپ سے فرش پر گری اور بے ہوش ہو گئی.....!



فیضان اور شہریار نے بے ہوش فریحہ کو اٹھا کر اس کے کمرے میں پہنچایا۔ سمیرا نے اسے ہلایا جلا یا تو ایک ڈیڑھ منٹ کے اندر ہی اندر وہ ہوش میں آ گئی۔ فیضان اس کے لئے پانی میں گلوکوز ملا کر لے آیا۔ چند گھنٹہ پینے کے بعد وہ دوبارہ لیٹ گئی۔

”آپنی! اب آپ کیسا محسوس کر رہی ہیں؟“ سمیرا نے اس کے اوپر جھکتے ہوئے پوچھا۔

”میں اب بالکل ٹھیک ہوں..... تم فکر مت کرو..... بس ذرا چکر سے آرہے ہیں۔“ اس نے اپنا سر تھامتے ہوئے کہا۔

”میں ابھی ڈاکٹر کو بلاتی ہوں۔“ سمیرا نے کہا۔

”نہیں.....“ فریحہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ”ڈاکٹر کو بلانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بس میں ذرا آرام کرنا چاہتی ہوں۔“ اس نے اپنی سرخ سرخ آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔ ”اب تم جاؤ.....“

سمیرا نے بھائی کی طرف دیکھا، اس نے سر کے اشارے سے باہر چلنے کو کہا۔ دونوں کمرے سے باہر نکل آئے۔

”انہیں اس وقت آرام کی ضرورت ہے۔ شاید یہ سونا چاہتی ہیں۔“ فیضان نے کہا۔

شہریار، فریحہ کو کمرے میں پہنچاتے ہی واپس آ چکا تھا وہ دونوں بہن بھائی ہال میں ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

”صرف تم دونوں کی وجہ سے آج آپ کی یہ حالت ہوئی ہے.....“ فیضان نے غصے سے کہا۔

شہریار کا چہرہ بھی غصے سے سرخ ہو گیا۔ اس نے کہا۔

باتھ روم میں چلی گئی ہے۔ لہذا وہ خاموشی سے باتھ روم کی پچھلی سائیڈ پر گئیں اور گیس کا والو بند کر کے چند سیکنڈ بعد دوبارہ کھول دیا تاکہ گیزر بجھ جائے اور پھر اس میں سے گیس خارج ہونے لگے..... میں نے خود انہیں چوروں کی طرح باتھ روم کی پچھلی سائیڈ سے آتے دیکھا تھا۔“

فیضان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ شہریار کی جانب مڑا۔
”کیا تم بھی اس ساری بکواس پر یقین رکھتے ہو؟“ اس نے پوچھا۔

شہریار نے آہستگی سے اثبات میں سر ہلایا۔

”آپنی نے ان شادیوں کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی فیضان! انہوں نے شادی سے پہلے مجھے تمہاری والدہ کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ اچھے کردار کی مالک نہیں تھیں اور کچھ ذہنی عدم توازن کا شکار بھی تھیں..... انہوں نے مجھے یہ اشارہ بھی دیا تھا کہ تم دونوں نے بھی ان سے خصوصیات پائی ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے کئی مواقع پر ہم لوگوں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرانے کی کوشش کی۔ انہوں نے ہمیں اسلام آباد جانے سے بھی روکنے کی کوشش کی اور اس طرح سے سمیرا کو میرے خلاف ورغلايا۔“

”انہوں نے مجھے بھی میری امی کے بارے میں بتایا تھا.....“ سمیرا نے دھیمی آواز میں کہا۔ ”لیکن شاید آپ نے ان کی بات کا غلط مطلب نکال لیا۔ اس کے علاوہ یہ سب باتیں تو آپ کو یاد رہ گئیں لیکن یہ یاد نہیں کہ انہوں نے کس طرح عمرانہ والے معاملہ میں آپ کی طرف داری کی تھی اور کس طرح آپ کے خلاف آنے والے ان دونوں خطوط کو جھوٹا قرار دیا تھا۔ اگر وہ آپ کی دشمن ہوئیں تو ایسا کرتیں؟“

”ہمارا خیال ہے کہ وہ گناہ خطوط خود ان ہی کے لکھے ہوئے تھے۔“ ساحرہ نے جواب دیا۔

”کون سے گناہ خطوط؟ اس گھر میں آخر کیا کچھ ہوتا رہا ہے؟“ فیضان نے حیرت سے کہا۔

”چھوڑو اسے.....“ شہریار نے کہا۔ ”اس وقت مسئلہ کچھ اور ہے۔ حقیقت یہ ہے

”ہماری وجہ سے نہیں، خود ان کی وجہ سے ایسا ہوا..... انہوں نے مجھے اور ساحرہ کو جان سے مارنے کی کوشش کی ہے..... ہم تو رعایت سے کام لے رہے ہیں ورنہ یہ تو سیدھا سیدھا پولیس کیس ہے۔“

”ہماری آپنی کبھی ایسا نہیں کر سکتیں.....“ سمیرا نے کہا۔ ”وہ تو ہر ایک سے محبت کرنے والی ہستی ہیں۔ اگر وہ کیگ زہر آلود ہوتا جیسا کہ تم دونوں کا خیال ہے تو وہ تم دونوں کو اسے کھانے پر مجبور نہ کرتیں۔“

”مجھ سے تو انہوں نے اس بات کا اصرار کیا تھا.....“ ساحرہ نے کہا۔ ”مگر تم لوگ ان کی ترکیبوں کو کبھی نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ تم نے انہیں صحیح طور سے سمجھنے کی کبھی کوشش ہی نہیں کی!“

وہ دونوں بری طرح اسے گھورنے لگے۔

”یعنی تم ہمیں یہ بتانے کی کوشش کر رہی ہو کہ تم آپنی کو ہم سے زیادہ جانتی ہو؟“ فیضان نے انتہائی طیش کے عالم میں کہا۔

”ہاں، میں انہیں تم سے زیادہ جانتی ہوں۔“ ساحرہ نے اطمینان سے کہا۔ ”تم نے ان کا صرف ایک رخ دیکھا ہے، محبت کرنے والی اور جان چھڑکنے والی بہن کا..... جبکہ ہم نے ان کا دوسرا رخ بھی دیکھا ہے۔ جنون کی حد تک تم دونوں کو اپنی زندگی تک محدود رکھنے کی خواہش مند ایک حاسد عورت..... جو اپنے پیاروں کو اپنے پاس رکھنے کے لئے کچھ بھی کر سکتی ہے۔ حتیٰ کہ کسی کی جان بھی لے سکتی ہے۔“

ساحرہ نے ایک گہری سانس لی اور دوبارہ کہنے لگی۔

”وہ مسلسل ہم دونوں بہن بھائی کو اپنی زندگی سے نکال پھینکنے کی کوششوں میں مصروف ہیں..... وہ اس سے پہلے بھی مجھے جان سے مارنے کی کوشش کر چکی ہیں!“ فیضان نے ایک قدم اس کی طرف بڑھاتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“

”اس شام جب سمیرا باتھ روم میں بے ہوش ہوئی تھی تو دراصل وہ مجھے جان سے مارنے کی کوشش تھی۔ کیونکہ اس وقت باتھ روم میں مجھے موجود ہونا چاہئے تھا۔ لیکن انہیں یہ بات معلوم نہیں تھی کہ میرے بجائے اچانک سمیرا باہر سے آنے کے بعد

کہ آپ نے مجھے اور ساحرہ کو جان سے مارنے کی کوشش کی ہے۔ وہ اب خطرناک ہو چکی ہیں، انہیں ان کے حال پر نہیں چھوڑا جاسکتا!“

”تمہیں اس طرح ان کے خلاف بات کرنے کا کوئی حق نہیں۔“ فیضان نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ ”کیا ثبوت ہے تمہارے پاس کہ انہوں نے کیک میں زہر ملا یا تھا؟ اور یہ زہر ان کے پاس آیا کہاں سے؟“

”زہر انہیں تمہارے ذریعے حاصل ہوا تھا فیضان!“ شہریار نے تیزی سے جواب دیا۔ ”وہ کیمیکل جو تم نے انہیں لان کے پودوں میں ڈالنے کے لئے لا کر دیا تھا۔“

”کیا.....؟“ فیضان بے اختیار دو قدم پیچھے ہٹا۔

”اس وقت سمیرا نے کہا تھا ناں کہ یہ تو بالکل آئنگ شوگر کی طرح ہے.....! بس اسی وقت یہ آئیڈیا ان کے ذہن میں آیا ہو گا۔“ ساحرہ نے افسردگی سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ تم دونوں کبھی آئنگ شوگر کیک نہیں کھاتے۔“

”یہ تو محض تمہارا شبہ ہے ناں؟“ سمیرا نے تیزی سے کہا۔ ”تم نے اپنی نفرت کی بناء پر اتنا بڑا الزام ان پر لگا دیا؟“

”نفرت میں ان سے نہیں، وہ مجھ سے کرتی ہیں.....“ ساحرہ نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ”جب سے بھائی نے مجھے بتایا تھا کہ انہوں نے گم نام خطوط ملنے پر ان کی طرف داری کی تھی اور سمیرا کو سمجھایا تھا، میں نے اپنے دل سے ان کے خلاف تمام شکوک و شبہات نکال دیئے تھے۔ لیکن آج اتفاق سے یا یوں کہنا چاہئے کہ اپنی خوش قسمتی سے میں نے انہیں سٹور روم سے وہ کیمیکل والا جار لاتے دیکھ لیا تھا..... میں اس وقت اپنے بیڈ روم سے نکلی تھی نیچے آنے کے لئے۔ میں نے دیکھا وہ جار لئے دبے قدموں کچن کی طرف جا رہی تھیں۔ میں حیران رہ گئی۔ اس خطرناک چیز کا کچن میں بھلا کیا کام تھا؟“

بات کرتے کرتے اس نے ٹھہر کر فیضان کی طرف دیکھا جو پیشانی پر شکنیں لئے اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ”پھر.....؟“ اس نے کھردرے سے لہجے میں ساحرہ سے پوچھا۔

”میرے ذہن نے اسی وقت مجھے کسی گڑبڑ کا احساس دلایا.....“ ساحرہ نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔ ”میں نے خاموشی سے کچن کی ادھ کھلی کھڑکی سے اندر جھانکا، وہ کریم میں آئنگ شوگر کی بجائے وہی کیمیکل ملا رہی تھیں.....! میں سناٹے میں رہ گئی۔ ایک منٹ بعد وہ مڑیں تو میں جلدی سے ایک طرف کو ہو گئی۔ وہ ہاتھ میں جار لئے سیدھی اسٹور روم کی طرف چلی گئیں۔ میری موجودگی کا انہیں شبہ تک نہیں ہوا۔ کیونکہ انہیں اطمینان تھا کہ ہم سب فریش ہونے کے بعد ہی ذرا دیر سے اپنے کمرے سے نکلیں گے۔ لیکن میں اس وقت ان کی مدد کرنے کے خیال سے نکلی تھی اور کچن کی طرف جانے والی تھی کہ میں نے وہ سب کچھ دیکھ لیا۔“

”مجھے تمہاری بات پر یقین نہیں ہے۔“ سمیرا نے روتے ہوئے کہا۔ ”مجھے تمہاری بات پر بالکل یقین نہیں ہے۔“

لیکن فیضان بالکل خاموش اور ساکت کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں سے اس وقت انتہائی خوف جھلک رہا تھا۔

”تم نے یہ سب کچھ مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا ساحرہ؟“ اس نے سرسراہٹ ہوئی آواز میں پوچھا۔

ساحرہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

”کیا آپ میری بات پر یقین کر لیتے؟..... آپ اور سمیرا، آپ پر اندھا اعتقاد رکھتے ہیں۔ مگر یقین کریں کہ وہ ایک خطرناک ذہنی مریضہ بن چکی ہیں۔ ان کی محبت تمام حدیں پار کر کے ایک جنون کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ وہ تم دونوں کو اپنے علاوہ اور کسی کے ساتھ خوش نہیں دیکھ سکتیں! آپ کو میری بات پر اعتبار نہیں تو اس کیک کا تجزیہ کروا کر دیکھ سکتے ہیں..... مگر میرا مقصد انہیں مجرم ثابت کرنا نہیں۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ انہیں پولیس کی نہیں، ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔ انہیں کسی اچھے ہسپتال میں لے جانا چاہئے۔“

سمیرا بدستور رو رہی تھی۔ اس نے چیختے ہوئے کہا۔

”یہ سب جھوٹ ہے، الزام ہے..... تم ان سے نفرت کرتی ہو، ان کا وجود تمہیں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ سب تمہاری گھڑی ہوئی کہانی ہے۔“

ڈائری پڑھتے ہوئے ان دونوں کو یہ احساس ہو رہا تھا کہ وہ ڈائری لکھنے کی عادی نہیں تھی۔ اس نے صرف خاص خاص باتیں اور واقعات وقتاً فوقتاً تحریر کئے تھے۔ وہ دونوں بے تابی سے سب کچھ پڑھتے چلے گئے۔ ساری باتیں روز روشن کی طرح ان پر عیاں ہو چکی تھیں۔ دونوں نے بے خبر پڑی ہوئی فریج پر نظر ڈالی۔ اس کے زرد اور کمزور چہرے پر دیرانی چھائی ہوئی تھی۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس وقت بھی وہ انہیں قابلِ رحم نظر آئی!

فیضان نے آگے بڑھ کر کھلی ہوئی دراز میں جھانکا۔ وہاں ایک معمولی کاغذ والا سٹا سا رائٹنگ پیڈ اور ایک موٹی سی نب والا پرانا سا پین رکھا ہوا تھا۔ سمیرا بھی ان دونوں چیزوں کو دیکھ چکی تھی۔

”وہ دونوں گم نام خطوط بالکل ایسے ہی کاغذ پر لکھے ہوئے تھے۔ شاید اسی پین سے.....“ اس نے سرگوشی کی سی آواز میں فیضان کو بتایا۔ آج سے پہلے انہوں نے بیڈ سائیڈ ٹیبل کی اس دراز کو ہمیشہ مقفل ہی دیکھا تھا!

فیضان نے ڈائری دراز میں رکھ کر اسے بند کر دیا۔ اچانک فریج نے آنکھیں کھول دیں اور ایک ٹک سامنے کھڑی سمیرا کو دیکھنے لگی۔ چند لمحوں کے بعد وہ اٹھی اور پھر بیڈ سے اتر کر کھڑی ہو گئی۔

اس کے سوتے ہوئے دیران چہرے پر سیاہ حلقوں میں گہری سرخ سرخ آنکھیں بڑی خوف ناک سی لگ رہی تھیں۔ وہ سمیرا کی طرف دیکھتے ہوئے سرگوشی کی سی آواز میں کہنے لگی۔

”صائمہ..... تم صائمہ ہی ہونا.....؟ بے وقوف اور بھولی صائمہ..... تم کیا سمجھتی تھیں، تم میرے باپ اور میرے گھر پر اپنا قبضہ جما لو گی؟..... اور میں تمہیں ایسا کرنے دوں گی؟“

وہ اپنی ایک انگلی اٹھائے کپکپاتی ہوئی سمیرا کی جانب اٹھی۔ اس کی آنکھوں سے وحشت سی جھلک رہی تھی۔ شاید وہ مکمل طور پر اپنے ہوش و حواس کھو چکی تھی..... فیضان کی موجودگی کا اسے احساس تک نہیں تھا۔ سمیرا پیچھے ہٹی۔

”تم مجھ سے خوف زدہ ہو.....؟“ وہ ہنسی۔ ”ہونا بھی چاہئے..... تم نے اس شخص

میری آپنی صدمے سے بیمار پڑ گئیں اور یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔“

اس نے فریج کے کمرے کی طرف قدم بڑھایا۔ ”میں ان کے پاس جا رہی ہوں۔ انہیں میری ضرورت ہے۔“ پھر وہ اپنے شوہر سے مخاطب ہوئی۔ ”اور اگر آپ نے پولیس کو بلایا تو میرا آپ سے تعلق ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔“

”میرا پولیس کو بلانے کا کوئی ارادہ نہیں۔ ساحرہ کی طرح میرا بھی یہی خیال ہے کہ انہیں ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔“ شہر یار نے تحمل سے کہا۔

سمیرا، فریج کے کمرے کی طرف بڑھی۔ فیضان نے کہا۔ ”میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔“

ساحرہ اور شہر یار وہیں رہ گئے۔

دونوں بہن بھائی کمرے میں آئے تو دیکھا کہ فریج بیڈ پر بے خبر پڑی تھی۔

”آپنی تو سو رہی ہیں۔“ سمیرا نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ ”ارے..... یہ ڈائری

یہاں کیوں کھلی پڑی ہے؟ اور یہ دراز بھی کھلی ہوئی ہے!“

فیضان بھی آگے بڑھا۔ اس نے ڈائری ہاتھ میں اٹھالی۔ سمیرا اس کے برابر کھڑی ہو گئی۔ کھلے صفحے پر شکتہ سی تحریر میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ یہ فریج ہی کی ہینڈ رائٹنگ تھی مگر یوں لگ رہا تھا جیسے اس نے نیند کے عالم میں زبردستی کچھ لکھنے کی کوشش کی ہو!

بے اختیار فیضان اور سمیرا کی نظریں اس تحریر پر پھسلتی چلی گئیں..... فریج نے آج والا زہر آلود دیک بنانے کا واقعہ لکھنے کی کوشش کی تھی مگر پورا نہیں لکھ پائی تھی۔ یا تو اسے نیند نے آلیا تھا یا پھر وہ لکھتے لکھتے بے ہوش ہو گئی تھی!

مگر ان دونوں کی سمجھ میں سب کچھ آ گیا۔ دونوں نے خوف اور بے یقینی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر فیضان نے کپکپاتے ہوئے ہاتھ سے ڈائری کے صفحات پلٹے..... ڈائری کا آغاز اس واقعے سے ہوا تھا جب اس کی ماں صائمہ ڈلہن بن کر پہلی مرتبہ اس گھر میں داخل ہوئی تھی۔

اس کے بعد پیش آنے والے تمام واقعات، ساری خاص خاص باتیں، منصوبہ بندیاں اور اپنے محسوسات و خیال فریج نے ڈائری میں ترتیب وار لکھے تھے.....

کو مجھ سے چھینا جسے میں نے دل کی گہرائیوں سے چاہا تھا..... میں نے اس سے محبت کی تھی صائمہ! میں عامر سے محبت کرتی تھی.....“ اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”مگر میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں..... میں تم سے نفرت کرتی ہوں.....“ اس نے اپنی مڑی ہوئی انگلیوں سے بچہ نما ہاتھ سمیرا کی گردن کی طرف بڑھائے۔ سمیرا کا خوبصورت چہرہ خوف سے تاریک ہو گیا۔ وہ چیختی ہوئی باہر کی طرف بھاگی۔ فریہ اس کے پیچھے پیچھے تھی۔

ساحرہ اور شہریار، سمیرا کی چیخ سن کر وہاں پہنچ گئے تھے۔ وہ فریہ کی طرف دیکھتے ہوئے خوف زدہ انداز میں پیچھے ہٹ رہی تھی۔ شہریار نے آگے بڑھ کر اسے اپنی بانہوں میں جکڑ لیا۔ فیضان اور ساحرہ بالکل ساکت کھڑے ہوئے تھے۔ فریہ نے عجیب سی نظروں سے شہریار کی طرف دیکھا۔

”میں یہ سب کچھ آپ کی اور دونوں بچوں کی خاطر کر رہی ہوں ابو! مگر بچے کہاں ہیں؟“

اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا اور کھڑے کھڑے لہرانے لگی۔ ”بچے کہاں ہیں؟..... دونوں بچے کہاں ہیں؟..... انہیں کون لے گیا.....؟“ وہ بڑبڑا رہی تھی۔

فیضان نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا۔

”انہیں ہسپتال لے جانا ہوگا۔ مگر وہاں کوئی ایسی بات نہیں ہونی چاہئے جس کی وجہ سے پولیس کیس بننے کا خطرہ ہو۔“

فریہ نے ہسپتال اور پولیس کے الفاظ سنے تو وہ ایک جھٹکے سے خود کو چھڑا کر باہر کی طرف دوڑی۔ اس سے پہلے کہ وہ سب کچھ سمجھ پاتے، وہ وحشیانہ انداز میں دوڑتی ہوئی باہر گیٹ تک پہنچ چکی تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ یہ لوگ اسے پولیس کے حوالے کر دیں گے۔

فیضان اور شہریار تیزی سے اس کے پیچھے لپکے۔ سمیرا اور ساحرہ بھی ان کے پیچھے تھیں۔ باہر گلی میں انہیں ایک بڑی سی سرخ وین نظر آئی۔ فیضان چپنا مگر تب تک وہ

وین کے سامنے آ چکی تھی..... اچانک بریکوں کی چرچاہٹ کے ساتھ فریہ کی زوردار چیخ سنائی دی۔

وہ سب قریب پہنچے تو فریہ وین کے آگے خون میں لت پت، ساکت پڑی ہوئی تھی۔ وین کا ڈرائیور خوف زدہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

”میری کوئی غلطی نہیں، یہ اچانک ہی سامنے آ گئی تھیں۔“

فریہ کے چہرے پر ایک نظر ڈالتے ہوئے وہ سمجھ گئے تھے کہ اب اس کے لئے کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا.....!

اس نے محبت اور نفرت کے جذبات کو ایک دوسرے میں اس قدر الجھا دیا تھا کہ ان کے درمیان پھنس کر خود اس کا دم گھٹ چکا تھا.....!

.....(ختم شد).....